یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں.

منجانب.

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

از
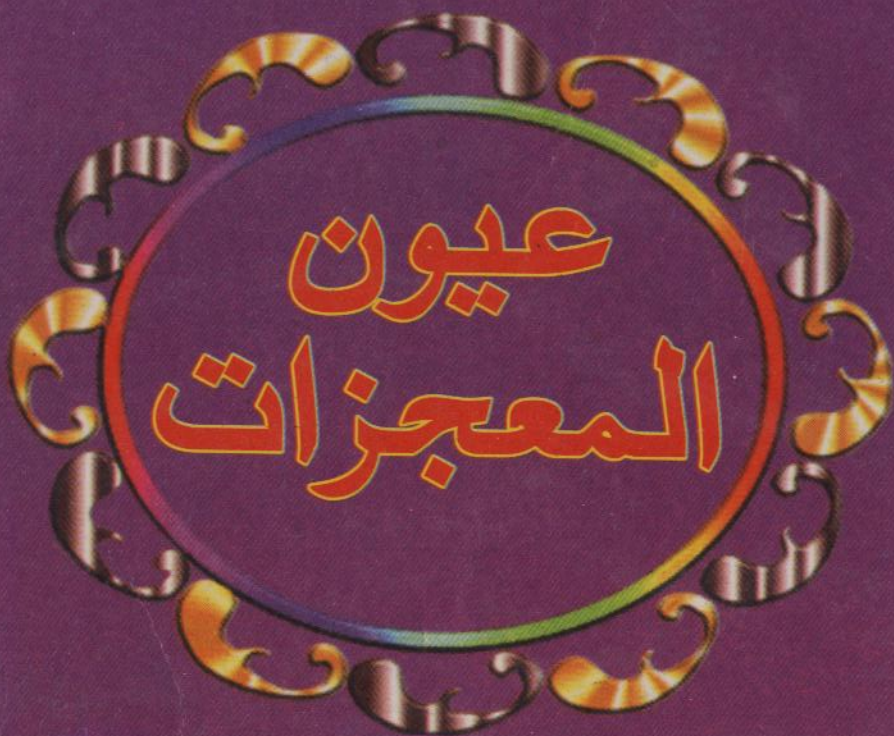
مولانا محمد شریف صاحب قبلہ مدظلہ

ناشر

عباس بک ایجنسی

رستم نگر درگاہ حضرت عباسؑ لکھنؤ

نام کتاب : عیون المعجزات

مؤلف : شیخ حسین ابن عبدالوہاب

مترجم : مولانا محمد شریف صاحب قبلہ

سن طباعت : نومبر ۲۰۰۱ء

تعداد : ۱۱۰۰

مطبوعہ : ایس۔ایس انٹرپرائز۔دہلی

ناشر : عباس بک ایجنسی رستم نگر لکھنؤ

ہدیہ : ۵۰ روپے

ملنے کا پتہ

عباس بک ایجنسی

رستم نگر درگاہ حضرت عباسؑ لکھنؤ

فون نمبر: 269598,260756

فیکس: (0522) 260923

فہرست

۱. حالات مؤلف ۸

۲. حضرت علی علیہ السلام کا سورج لوٹانا ۱۲

۳. حضرتؑ کا مردہ زندہ کرنے جانا ۱۴

۴. حضرت امیرؑ کا سورج لوٹانا اور اس کے ساتھ کلام کرنا ۱۵

۵. پیالہ کا بیان ۱۷

۶. حضرتؑ کا اژدہا کے ساتھ کلام فرمانا ۱۹

۷. حدیث بساط اور اصحاب کہف ۲۰

۸. نوشیرواں کے بوسیدہ سر کا ہمکلام ہونا ۲۳

۹. ایک ناصبی اور کتا ۲۶

۱۰. منہ مانگا عذاب ۲۸

۱۱. دو عجیب و غریب مچھلیاں ۲۹

۱۲. شیر کا سجدہ کرنا ۳۰

۱۳. مشکل کشائی ۳۰

۱۴. مدرک بن حنظلہ کو دوبارہ زندہ کرنا ۳۴

۱۵. حضرتؑ کا اونٹ سے فیصلہ کروانا ۳۹

۱۶. آگ کا شیعہ پر اثر نہ ہونا ۴۰

۱۷. وہ پتھر تلاش کرنا جس پر انبیاء کے نام کندہ تھے ۴۲

۱۸. حضرتؑ کا شیطان کے پڑپوتے کو قتل کرنا ۴۳

۱۹۔ عمارؓ کو چین کی سیر کرانا ۴۷

۲۰۔ عجیب واقعہ ۵۰

۲۱۔ صیرفی کا مسخ ہونا ۵۱

۲۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ۵۴

۲۳۔ حضرت امیرؑ کی اتباع کا حکم ۵۶

۲۴۔ غطرفہ جنّ کا قصّہ ۵۸

۲۵۔ ایک ناصبی کا کُتّے کی شکل میں تبدیل ہوجانا ۶۱

۲۶۔ حضرتؑ کا سبز درخت سے آگ پیدا کرنا ۶۲

۲۷۔ پتھر کا سیب بن جانا ۶۲

۲۸۔ شکرہ کا صفایا ۶۳

۲۹۔ حضرت فاطمہؑ سلام اللہ علیہا ۶۹

۳۰۔ وفات ۷۱

۳۱۔ قرآن پڑھنا ۷۲

۳۲۔ شادی ۷۲

۳۳۔ حق مہر ۷۲

۳۴۔ پیدائش ۷۳

۳۵۔ شکم میں باتیں کرنا ۷۶

۳۶۔ حسنین علیہما السلام ۷۶

۳۷۔ امام حسین علیہ السلام ۸۴

۳۸۔ امام زین العابدین علیہ السلام ۸۷

۳۹۔ امام محمد باقر علیہ السلام ۹۲

۴۰۔ تانگے والی حدیث ۹۵

۴۱۔ جنوں سے کام لیا۔ ۱۰۲

۴۲۔ امام جعفر صادق علیہ السلام ۱۰۳

۴۳۔ زمین سے سونا نکالنا ۱۰۳

۴۴۔ سوکھی کھجور سے پھل حاصل کرنا ۱۰۴

۴۵۔ نیّت کا علم ۱۰۵

۴۶۔ رازی کی تھیلی ۱۰۵

۴۷۔ کُل کتاب کا علم ۱۰۶

۴۸۔ عجیب چیز سے آگاہ کرنا ۱۰۷

۴۹۔ تمام باتوں کا علم ۱۰۷

۵۰۔ ایسا ہرگز نہیں کروں گا ۱۰۸

۵۱۔ فرشتوں کا آنا ۱۱۱

۵۲۔ دلچسپ سیر ۱۱۱

۵۳۔ امام موسےٰ کاظم علیہ السلام ۱۱۴

۵۴۔ دشمنانِ اہل بیتؑ ۱۱۶

۵۵۔ بھائی کا حال پوچھنا ۱۱۸

۵۶۔ دو سال بعد مرجاؤ گے ۱۱۹

۵۷۔ امام کون ہوسکتا ہے ۱۱۹

۵۸۔ لباس واپس کرنا ۱۲۲

۵۹۔ فہمائش ۱۲۳

۶۰۔ زہر دینا ۱۲۴

۶۱۔ بغداد سے مدینہ پہنچنا ۱۲۶

۶۲۔ امام رضا علیہ السلام ۱۳۰

۶۳۔ جفر کا مطالعہ ۱۳۱

۶۴۔ مجھ پر قادر نہیں ہوگا ۱۳۱

۶۵۔ برامکہ کو بددعا کرنا ۱۳۲

۶۶۔ چادر بھیج دو ۱۳۲

۶۷۔ واہ میرے مولا تیری شان ۱۳۵

۶۸۔ اپنی موت کی خبر دینا ۱۳۷

۶۹۔ امام محمد تقی علیہ السلام ۱۴۴

۷۰۔ احمد نام رکھنا ۱۴۵

۷۱۔ یحییٰ کا لاجواب ہونا ۱۴۷

۷۲۔ دجلہ کے پانی کا وزن ۱۵۰

۷۳۔ واللہ متم نورہ ۱۵۱

۷۴۔ وفات ۱۵۷

۷۵۔ امام علی نقی علیہ السلام ۱۵۸

۷۶۔ والد کی وفات سے آگاہ ہونا ۱۵۹

۷۷۔ عراق کو روانگی ۱۵۹

۷۸۔ مادر زاد اندھے کو ٹھیک کرنا ۱۶۰

۷۹۔ گدھے کو زندہ کرنا ۱۶۰

۸۰۔ دل کے راز سے آگاہ فرمانا ۱۶۱

۸۱۔ متوکل کے مرگ کی خبر ۱۶۲

۸۲۔ امام حسن عسکری علیہ السلام ۱۶۳

۸۳۔ قلم کا خود بخود تحریر کرنا ۱۶۴

۸۴۔ نماز پڑھنا ۱۶۴

۸۵۔ قید سے چھوٹنا ۱۶۴

۸۶۔ اچھا نام محمد ہے ۱۶۵

۸۷۔ ضرورت پڑے تو شرم نہ کرنا ۱۶۵

۸۸۔ مشکوٰۃ کیا ہے ۱۶۵

۸۹۔ امام شیطانی حرکت سے پاک ہے ۱۶۶

۹۰۔ دل کی بات جاننا ۱۶۶

۹۱۔ آپ کی خاطر جعفر کو چھوڑ دیا ہے ۱۶۷

۹۲۔ مجھے وہاں پاؤ گے ۱۶۸

۹۳۔ والدہ کی موت سے آگاہ ہونا ۱۶۹

۹۴۔ قائم آل محمدؑ علیہ السلام ۱۷۰

۹۵۔ امام کی ولادت ۱۷۲

۹۶۔ آپ کے پیچھے عیسیٰؑ نماز پڑھیں گے ۱۷۵

۹۷۔ سات سو دینار روانہ کرو ۱۸۱

۹۸۔ دوائی بھیجنا ۱۸۱

۹۹۔ مال طاق میں رکھا ہے ۱۸۲

۱۰۰۔ اللہ تعالیٰ دیر کرتا ہے ۱۸۲

۱۰۱۔ بیت الحمد ۱۸۲

۱۰۲۔ اپنا نام نہ لکھا لیکن نام کے ساتھ جواب موصول ہوگیا ۱۸۳

۱۰۳۔ ہتھیلی دینے سے مقصد حل ہوگیا ۱۸۳

۱۰۴۔ ایک کو فرزند ملا دوسرے کا حمل گر گیا ۱۸۳

۱۰۵۔ عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں نجات دے گا ۱۸۴

۱۰۶۔ تیسری بات کا جواب بھی آگیا ۱۸۴

۱۰۷۔ ۲۸۰ھ میں کفن کی ضرورت ہوگی ۱۸۴

۱۰۸۔ شرابی کو ہٹا دو ۱۸۴

۱۰۶۔ مرتد ہوگیا ہے ۱۸۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

حالاتِ مؤلف

شیخ حسین بن عبدالوہاب پانچویں صدی ہجری کے جلیل القدر علماء میں سے ہیں، بعض مشائخ میں حضرت سیّد مرتضےٰ علم الہدیٰ اور علامہ رضی کے شریک رہے ہیں، ابوالتحف المصری اور اس کی مانند دیگر حضرات آپ کے مشائخ میں شامل ہیں۔ ابوالتحف اور شیخ طوسی ایک واسطہ سے ہارون بن موسیٰ تلعبکری سے روایت کرتے ہیں۔ کہ مولف کی کتاب عیون المعجزات کا ماخذ علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ کی کتاب بحارالانوار ہے۔ علامہ ہاشم بحرانی نے اپنی کتاب مدینۃ المعاجز میں شیخ حسین بن عبدالوہاب کو معتبر قرار دیا ہے۔ علامہ نوری نے اپنی کتاب مستدرک کے خاتمہ جلد ۳ صفحہ ۳۳۴ پر آپ کے ذکر سے کتاب کو مزین کیا ہے۔ روضات الجنات کے مؤلف نے شریف علی بن احمد بن موسیٰ بن الامام الجواد علیہم السلام صاحب کتاب الاستغاثہ کے حالات بیان کرنے کے دوران صفحہ ۲۸۱ پر آپ کا ذکر کیا ہے۔ ہمارے شیخ حجۃ آغا بزرگ نے اپنی کتاب الذریعۃ الی تصانیف الشیعہ میں آپ کا ذکر فرمایا ہے علامہ مجلسی کے شاگرد ملا عبداللہ نے ریاض العلماء میں شیخ حسین مؤلف کتاب کی ان الفاظ میں تعریف کی ہے۔

شیخ حسین بن عبدالوہاب ہمارے جلیل القدر علماء میں سے ہیں۔ اخبار کے معاملہ میں بالبصیرت احادیث کے جانچنے والے فقیہ اور بہترین شاعر تھے۔ آپ نے کئی کتب تالیف تحریر فرمائی ہیں۔ بعض کے نام یہ ہیں۔ (۱) الہدایہ الی الحق

(۲) کتاب البیان فی وجود الحق فی الامامہ (۳) کتاب عیون المعجزات۔

مؤلف کو اپنی کتاب عیون المعجزات کی تالیف کی ضرورت اس لیے پیش آئی، کہ آپ نے ایک کتاب بصائر الدرجات فی تنزیہ النبوات [۱] ملاحظہ فرمائی جس میں فضائل کی بہت سی احادیث درج تھیں۔

آپ نے اس کتاب کو مختصر فرمانے کا عزم کیا تاکہ پڑھنے والے کے لیے آسانی کا باعث ہو۔ نیز مذکورہ الصدر کتاب خاص انبیاء کے حالات کے متعلق تھی۔ آپ نے ارادہ کیا کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم اور آئمہ معصومین علیہم السلام کے معجزات کو بھی شامل کر دیا جائے۔ اسی اثنا میں آپ کے مطالعہ میں ایک اور کتاب آئی جس کو شریف ابوالقاسم صاحب کتاب الاستغاثہ نے تالیف فرمایا تھا جس کا نام آپ نے تثبیت المعجزات رکھا تھا۔ مؤلف نے اسی کتاب کے شروع میں ذکر کیا تھا کہ اس کتاب کے آخر میں معجزات انبیاء تحریر کروں گا اور اس کے بعد آئمہ معصومین علیہم السلام کے معجزات بیان ہوں گے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل میں سے ہیں۔ مؤلف کتاب عیون المعجزات نے پوری کتاب کا مطالعہ فرمایا۔ تو دیکھا کہ مؤلف کی کتاب تثبیت المعجزات نے حسب وعدہ معجزات کا کہیں ذکر تک نہیں کیا۔ اس لیے آپ نے یہ کتاب شروع کی تاکہ اس میں معجزات آئمہ معصومین علیہم السلام اور ان حضرات کی امامت کے دلائل جمع کر دیئے جائیں۔ تاکہ یہ کتاب تثبیت المعجزات کا تتمہ ثابت ہو۔ شیخ حسین نے اس کتاب کا نام عیون المعجزات رکھا۔

صاحب کتاب ریاض العلماء کا بیان ہے کہ میں نے کازران کے شہر میں

---

[۱] یہ بصائر الدرجات مؤلفہ محمد بن حسن صفار اور بصائر الدرجات مؤلفہ سعد بن عبداللہ قمی کے علاوہ ہے یہ دونوں کتابیں فروع اور اصول احادیث میں ہیں۔ مؤلف کی ذکر کردہ کتاب معجزات میں ہے۔ ریاض العلماء

عیون المعجزات کا ایک پرانا نسخہ دیکھا تھا جس پر کتاب کے تالیف کرنے کی شروع تاریخ ۱۷ رمضان ۴۴۸ھ مرقوم تھی اور فارغ ہونے کی تاریخ عید الفطر ۴۴۸ھ درج تھی، اس کتاب کے کتابت کی تاریخ ۵۵۶ھ درج تھی۔

شیخ حسین مولف کتاب المعجزات مندرجہ ذیل چھ مشائخ سے روایت کرتے ہیں۔

۱۔ ابوالتحف علی بن محمد بن ابراہیم الطیب المصری۔

۲۔ ابوعلی احمد بن زید بن دارا

۳۔ ابوالحسین بن احمد الخضر المؤدب

۴۔ ابوالحسین بن محمد بن نصر

۵۔ ابوعبداللہ الکازرانی الکاغذی

۶۔ ابوالغنائم احمد بن منصور السروی

شیخ آغا بزرگ مولف کتاب الذریعۃ الی تصانیف الشیعہ نے ساتویں احمد بن محمد بن عیاش الجوہری متوفی ۴۰۱ھ صاحب کتاب مقتضب الاثر شیخ کو حسین بن عبدالوہاب کا شیخ شمار کیا ہے۔

شیخ حسین نے عیون المعجزات میں کوئی روایت ابوعلی محمد بن ہمام سے روایت نہیں کی اور نہ ہی بحار الانوار کے سند کے مطابق یہ بات درست ہے، کہ ابن ہمام ۳۳۶ھ میں انتقال کر گئے۔ جب شیخ حسین شریف ابو محمد ادیب متوفی ۳۵۲ھ آپ کے والد شریف ابوالقاسم صاحب الاستغاثہ اور ابوہاشم جعفری داؤد بن قاسم سے تین واسطوں سے روایت بیان کرتے ہیں۔ تو ابن ہمام ۳۳۶ھ سے بلا واسطہ کیسے روایت بیان کر سکتے ہیں۔

علامہ نوری نے مستدرک کے خاتمہ جلد ۳ صفحہ ۱۶ پر تحریر فرمایا ہے کہ کتاب عیون المعجزات بلاشبہ شیخ حسین ابن عبدالوہاب کی تالیف ہے، ملا عبداللہ شاگرد علامہ مجلسی نے ریاض العلماء میں اس طرح تحریر فرمایا ہے۔ یہ بات قطعاً غلط اور ناقابل اعتبار ہے کہ یہ کتاب سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کی تالیف ہے جسے صاحب

مدینۃ المعاجز نے تحریر کیا ہے، یہ بات ناقابل توجہ ہے، خاص طور پر احادیث کا اسلوب بیان سید مرتضیٰ اعلی اللہ مقامہ کے انداز بیان پر دلالت نہیں کرتا۔

اگرچہ یہ کتاب بہترین شمار ہوتی تھی۔ لیکن ایک مدت تک غفلت کا شکار رہی اور اس پر نسیانی کے پردے پڑے رہے۔ دل اس کے اشتیاق میں مضطرب تھے، گرذہیں بار بار اس کے دیدار کی خاطر بلند ہوتی تھیں۔ اس کا ذکر کتابوں کے اوراق تک محدود تھا۔ کئی کتابوں میں اس کا ذکر صرف سند کے طور پر تھا۔ اللہ تعالےٰ کی قدرت متقاضی ہوئی۔ اس کے دوبارہ اشاعت کے سامان مہیا ہوئے محمد کاظم شیخ صادق کتبی جیسے بزرگ جس کے ساتھ اہلبیت کے علوم کی اشاعت کے بارے میں اللہ تعالےٰ کی تائید شامل ہے، اس کی اشاعت کے لیے کمربستہ ہوئے۔ محمد کاظم صاحب اس کی تلاش میں مکتبوں کی چھان بین کر رہے تھے۔ ہمارے شیخ علامہ عامل ثقہ شیخ شبیر محمد صاحب ہمدانی جوار قانی ایداللہ نے حضرت حر عاملی رضوان اللہ علیہ صاحب الوسائل کے نسخہ سے اس کو نقل فرمایا تھا۔ اس جلیل القدر بزرگ نے بوجہ ضعف بصارت اور قوائے جسمانی کے لاغر ہونے کے کئی کتب کو کوشش کر کے نقل فرمایا ہے۔ آپ نے بغیر کسی لالچ اور طمع کے کتاب طباعت یا تحریر کرنے کے لیے عنایت فرما دی تھی، مالک مطبع حیدریہ (نجف عراق) نے اس کتاب کی اشاعت کو جو انمول موتیوں پر مشتمل ہے منتہائے مقصود قرار دیا، خداوند عالم صاحب موصوف کو زندہ و سلامت رکھے انہیں لوگوں کے متعلق صادق آل محمد علیہ السلام نے حضرت فضیل بن یسار سے ارشاد فرمایا تھا۔ "ہمارے امر کو زندہ رکھو۔ اللہ تعالےٰ ایسے شخص پر رحم کرے۔ جس نے ہمارے امر کو زندہ کیا اور لوگوں کو ہمارے ذکر کی طرف دعوت دی۔ اَحْیُوا اَمرَنا رحمہ اللہُ من اَحیَا اَمرَنا وَدَعیٰ اِلیٰ ذِکرَنا۔

(محمد علی الارہ دبادی)

حضرت علی علیہ السلام کا سورج لوٹانا

ابوالحسین احمد بن حسین عطار نے بیان کیا ہے کہ مجھے ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی صاحب کتاب اصول کافی نے بیان کیا۔ اس کا بیان ہے کہ مجھے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے بیان کیا۔

وہ حسن بن محبوب وہ حسن بن رزین قلاّ سے وہ فضل بن لیسار سے وہ امام باقر علیہ السلام سے آپ اپنے باپ اور دادا حسین بن علی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔

جن ایام میں حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام نہروان کی لڑائی سے واپس تشریف فرما ہوئے تو بغداد شہر کی بنیاد نہیں پڑی تھی۔ حضرت جب براثا[1] کے علاقہ میں پہنچے تو آپ نے لوگوں کے ساتھ ظہر کی نماز ادا فرمائی۔

نماز ادا فرمانے کے بعد وہاں سے کوچ فرما کر سرزمین بابل[2] میں داخل ہو گئے۔ اس وقت عصر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ لوگوں نے چلّانا شروع کیا۔ اے امیرالمومنینؑ عصر کی نماز کا وقت آگیا ہے۔ امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا، یہ زمین تین دفعہ پہلے تباہ ہو چکی ہے۔ چوتھی دفعہ پھر تباہ ہو گی۔ وصی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اس سرزمین پر نماز ادا کرے۔ تم میں سے جو شخص نماز

---

[1] مسجد براثہ کاظمین اور بغداد کے درمیان ایک قبرستان کے اندر واقع ہے۔ جہاں حضرتؑ نے نماز پڑھی تھی۔ اس مسجد کے بے شمار فضائل ہیں۔ ۱۲ منہ

[2] حقیر نے جولائی ۱۹۶۱ء میں بابل کا منہدم شہر دیکھا، اور وہ کنواں بھی دیکھا جس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ ہاروت ماروت دونوں فرشتے اس میں معلق کیے گئے ہیں۔ یہ تباہ شدہ شہر سرزمین عراق میں واقع ہے اور حلہ کے نزدیک ہے۔ محمد شریف عفی عنہ

پڑھنا چاہے وہ پڑھ لے۔

منافقین نے کہنا شروع کر دیا کہ علی نماز تو نہیں پڑھتے۔ لیکن نماز پڑھنے والوں کو قتل کرتے ہیں۔ منافقین کی مراد نہروان والے لوگ تھے۔ جن کو مولا نے قتل کیا تھا۔

جویریہ بن مسہر عبدی کا بیان ہے کہ میں حضرتؑ کے ساتھ رہا۔ میں نے قسم کھا رکھی تھی کہ جب تک امیرالمومنینؑ نماز نہ پڑھیں گے۔ میں نماز نہیں پڑھوں گا۔ اس روز میں نے امیرالمومنینؑ کے پیچھے نماز ادا نہ کی۔ حضرتؑ نے غروب آفتاب کے قریب زمین بابل کو طے کر لیا۔ سورج غروب ہو گیا تھا۔ اُفق پر سرخی ظاہر ہو گئی تھی۔ حضرتؑ نے مجھ سے فرمایا۔ اے جویریہ پانی لاؤ۔ میں نے پانی کا برتن خدمت میں پیش کیا۔ حضرتؑ نے وضو کیا۔ فرمایا اے جویریہ اذان کہو۔ میں نے کہا اس کے بعد عشا کی نماز ہو گی، فرمایا، نہیں عصر کی نماز کی اذان کہو فرمایا۔ اقامت کہو میں نے اقامت کہی۔ ابھی میں اقامت کہہ ہی رہا تھا کہ حضرتؑ کے دونوں ہونٹ متحرک ہوئے۔ آپ کے دہن اقدس سے ایسا کلام جاری ہوا۔ جس کو میں نہ سمجھ سکا۔ ایسا معلوم ہوا کہ آپ ابابیلوں کی بولی بول رہے ہیں۔ اسی اثنا میں سورج پورے کا پورا دوبارہ لوٹ کر عصر کے مقام پر آگیا[1]۔ حضرت نماز کے لیے کھڑے ہو گئے تکبیر کہی اور نماز پڑھی۔ ہم نے بھی حضرتؑ کی اقتدار میں نماز ادا کی۔ جب حضرت نماز سے فارغ ہوئے۔ تو سورج اس طرح غروب ہوا جیسے کوئی چراغ طشت میں رکھے ہوئے غائب ہو جائے۔ ستارے نکل آئے۔ حضرت میری طرف متوجہ

---

[1] اس گنہگار نے جولائی ۱۹۶۱ء میں اس مقام کو دیکھا ہے۔ جہاں حضرتؑ نے نماز ادا فرمائی۔ جہاں سورج واپس لوٹا تھا۔ یہ جگہ مسجد ردالشمس کے نام سے مشہور ہے کہ کربلا سے نجف جاتے ہوئے کوئی دس میل کے فاصلہ پر پکی سڑک کے کنارے کوئی ڈیڑھ ایکڑ کے فاصلہ پر موجود ہے۔ مترجم

ہوئے اور فرمایا اے ضعیف الیقین عشا کی اذان کہو۔

روایت میں ہے کہ رسول اللہؐ کی زندگی میں بھی حضرت امیرؑ کی خاطر سورج مکہ میں واپس لوٹایا تھا۔ اس کا واقعہ یوں ہے کہ رسولؐ کا سر مبارک حضرت امیرؑ کی گود میں تھا اور رسولؐ اللہ خواب کی حالت میں تھے۔ حضرت بیدار نہ ہوئے۔ عصر کی نماز کا وقت گزر گیا۔ جب رسولؐ بیدار ہوئے تو فرمایا اے اللہ تعالےٰ علیؑ تیری اطاعت میں تھے۔ سورج واپس لوٹا دے تاکہ علیؑ نماز ادا کر سکیں۔ اللہ تعالےٰ نے سورج کو چمکتے ہوئے صاف حالت میں واپس لوٹا دیا تھا اور جناب امیرؑ نے نماز ادا کی تھی۔ پھر سورج غروب ہو گیا تھا۔ سید حمیری رضی اللہ عنہ اس بارے میں اپنے قصیدہ میں جو مذہبہ کے نام سے مشہور ہے اشعار ارشاد فرماتے ہیں۔

سورج آپ کی خاطر واپس لوٹا دیا گیا۔ جب آپ کی عصر کی نماز فوت ہو گئی تھی اور سورج غروب ہو گیا تھا۔

سورج روشن نور کی حالت میں عصر کے وقت پہ واپس آ گیا تھا۔ پھر غروب ہو گیا تھا۔ دوسری مرتبہ بابل کے مقام پہ آپ کی خاطر سورج واپس لوٹا۔ سوائے یوشع بن نون کے اور کسی کی خاطر سورج نہیں لوٹا۔ سورج کو روکے رکھنا اور واپس لوٹانا ایک عجیب و غریب بات ہے۔

حضرتؑ کا مردہ زندہ کرنے جانا

مجھے ابو علی احمد بن زید دارا رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔ اس کا بیان ہے کہ مجھے بصرہ میں ابو عبد اللہ حسین بن محمد بن جمعہ قمی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا۔ اس کا بیان ہے مجھے ابو عبد اللہ احمد بن محمد ایوب نے رسول اللہؐ تک سند لے کر بیان کیا۔ رسولؐ اللہ ایک دن اپنے اصحاب کے پاس تشریف لائے۔ صحابہ نے عرض کی، یا رسول اللہؐ، اللہ تعالےٰ نے ابراہیمؑ کو خلیل بنایا اور موسےٰؑ سے باتیں کیں۔ عیسےٰؑ ابن مریم مُردوں کو زندہ کرتے تھے اور اللہ تعالےٰ نے آپ کو کیا چیز عطا کی ہے۔ فرمایا،

اگر اللہ تعالےٰ نے حضرت موسےٰؑ کے ساتھ پردہ میں رہ کر بات کی تو میرے ساتھ بالمشافحہ گفتگو کی اور میں نے اپنے رب کے جلال کو خود دیکھا۔ اگر حضرت عیسےٰؑ نے مُردوں کو اللہ تعالےٰ کے حکم سے زندہ کیا تو تم جن اپنے مُردوں کو چاہو میں اللہ تعالےٰ کے حکم سے ان کو زندہ کر دیتا ہوں۔ ان لوگوں نے کہا ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے مُردے زندہ کر دیے جائیں۔ رسول اللہؐ نے ان کے ساتھ حضرت امیرؑ کو روانہ فرمایا۔ رسول اللہؐ نے حضرت امیرؑ کے دونوں کندھوں اور سر پہ اپنی چادر جس کا نام مستجاب تھا ڈال دی۔ حضرت علیؑ کو حکم دیا کہ ان لوگوں کو قبروں کی طرف لے جائیں اور صحابہ کو حکم دیا کہ وہ حضرت علیؑ کی تابعداری کریں۔ حضرت امیرؑ جب گورستان کے درمیان پہنچے تو آپ نے اہل قبور پر سلام کیا، اور ان کے حق میں دعا فرمائی حضرتؑ نے ایسا کلام بیان کیا جس کو وہ لوگ نہ سمجھ سکے۔ زمین میں اضطراب پیدا ہوا۔ اس نے پھیلنا اور ابھرنا شروع کیا اور لوگوں پر خوفناک ڈر طاری ہو گیا۔ کہنے لگے۔ اے ابوالحسنؑ رُک جایئے۔ معاف فرمایئے۔ اللہ آپ کو معاف کرے گا۔ حضرتؑ کلام کے مکمل کرنے اور دعا ختم کرنے سے رُک گئے۔ حضرت امیرؑ رسولؐ اللہ کی خدمت میں واپس تشریف لائے۔ ان لوگوں نے رسولؐ اللہ کی خدمت میں عرض کی۔ ہمیں بخش دیجیے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ تم نے اللہ تعالےٰ پہ جرأت کی ہے۔ اللہ تعالےٰ تمہیں قیامت کے روز نہیں بخشے گا۔

حضرت امیرؑ کا سورج لوٹانا اور اس کے ساتھ کلام کرنا

سُلیم بن قیس ہلالیؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوذر جندب بن جنادہ غفاری کو کہتے ہوئے سُنا۔ ابوذر کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ

وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ ایک رات آپ حضرت علیؑ سے فرما رہے تھے کہ کل صبح ہو تو بقیع کے پہاڑوں کی طرف چلے جاؤ اور زمین کی اُونچی جگہ پر قیام کرو۔ جب سورج طلوع ہو جائے تو اس پر سلام کرو۔ اللہ تعالےٰ نے سورج کو حکم دیا ہے کہ وہ تجھے جواب دے کر تمہاری حقیقت بیان کرے گا۔ جب صبح ہوئی، تو حضرت امیرؑ کے ساتھ ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور ایک جماعت مہاجرین و انصار کی ساتھ چل دی۔ جب حضرتؑ بقیع میں پہنچ گئے۔ تو زمین کی اُونچی جگہ پر قیام فرمایا۔ جب سورج نے طلوع کیا تو حضرت امیر علیہ السلام نے سورج کو اس طرح سلام کیا۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا خَلْقَ اللّٰہِ الْجَدِیْدِ الْمُطِیْعُ لَہٗ فَسَمِعُوْا دُوِیًّا
مِنَ السَّمَاءِ وَجَوَابُ قَائِلٍ وَعَلَیْكَ السَّلَامُ یَا اَوَّلُ یَا اٰخِرُ یَا ظَاھِرُ
یَا بَاطِنُ یَا مَنْ ھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔

اے اللہ تعالےٰ کی جدید اور اطاعت گذار مخلوق علیؑ کا تم پر سلام ہو۔ لوگوں نے آسمان کی جانب سے بھن بھناہٹ کی آواز سنی جو کسی کے جواب میں کوئی کہہ رہا ہے۔ تم پر اے اوّل اے آخر اے ظاہر اے باطن اور اے وہ جو ہر چیز کا جاننے والا ہے سلام ہو۔ جب ابوبکر، عمر مہاجرین اور انصار نے آفتاب کی بات چیت کو سُنا تو بے ہوش ہو گئے۔ کئی گھنٹوں کے بعد ہوش آیا۔ حضرت امیرؑ وہاں سے تشریف لے گئے۔ یہ لوگ بھی رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے۔ آپ فرماتے تھے کہ علیؑ انسان ہیں، حالانکہ آج آفتاب نے آپ سے ایسے الفاظ سے خطاب کیا ہے جو اللہ تعالےٰ اپنے لیے استعمال کرتا ہے۔ رسول اللہؐ نے دریافت فرمایا کہ تم نے آفتاب سے کیا سنا۔ تو لوگوں نے کہا۔ ہم نے آفتاب کو کہتے سُنا ہے۔ اے اوّل تم پہ میرا سلام ہو۔ رسولؐ نے فرمایا۔ آفتاب نے سچ فرمایا ہے۔ علیؑ وہ ہیں جو سب سے پہلے مجھ پہ ایمان لائے۔ [1]

ان لوگوں نے کہا۔ ہم نے آفتاب کو کہتے ہوئے سُنا یا آخر۔ رسول اللہ نے فرمایا۔ یہ بھی سورج نے سچ فرمایا ہے۔ علیؑ وہ ہیں جو آخر وقت تک میرے پاس رہیں گے۔ مجھے غسل اور کفن دیں گے، اور مجھے قبر میں اتاریں گے ان لوگوں نے کہا ہم نے آفتاب کو حضرت علیؑ سے یہ کہتے ہوئے سُنا۔ یا ظاہر حضرتؐ نے فرمایا یہ بھی سورج نے سچ کہا ہے۔ کیونکہ میرا تمام علم علیؑ پر ظاہر ہوا ہے ان لوگوں نے کہا ہے کہ آفتاب نے علیؑ سے کہا یا باطن رسول اللہ نے فرمایا۔ یہ بھی درست ہے کہ علیؑ میرے تمام اسرار کا خزانہ ہیں۔ انہوں نے کہا ہم نے آفتاب کو یہ کہتے ہوئے سُنا "اے وہ جو ہر چیز کا عالم ہے"۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا۔ یہ بھی درست ہے۔ کیونکہ علیؑ حلال، حرام۔ فرائض سنن اور ان کے علاوہ تمام احکام کے عالم ہیں۔ یہ سن کر تمام کے تمام یہ کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے کہ آج محمدؐ نے ہمیں تاریکی میں ڈال دیا ہے۔ مسجد کے دروازے سے نکل کر چلے گئے۔ ابو محمد عوفی نے اس بارے میں اشعار کہے ہیں۔

اِمَامِی کلیم الشمس راجع نورھا
فَھَل کلیم الشمس فی القوم من مثل

میرا امامؑ سورج سے بات کرنے والا اور اس کے نور کو واپس لانے والا ہے۔ کیا قوم میں کوئی شخص ہے سورج سے بات کرنے والا ہے۔ بتاؤ میری مانند کون ہے (جس کا امامؑ ایسا ہو)

پیالہ کا بیان

(بحذف اسناد) صادق آل محمدؐ اپنے باپ سے وہ حضرت امیرؑ سے روایت

---

[1] یہ واقعہ کتاب سُلَیم بن قیس ہلالی مطبع حیدریہ نجف اشرف میں بھی موجود ہے کتاب کا اردو ترجمہ شائع ہو گیا ہے۔ (۱۲ مترجم)

کرتے ہیں۔ حضرت امیرؑ فرماتے ہیں ایک دفعہ رسولؐ اللہ کی خدمت میں جبرائیل
جنت کا پیالہ لے کر نازل ہوئے جس میں بہشت کے بہت سے میوہ جات تھے۔
جبرائیل علیہ السلام نے پیالہ رسولؐ اللہ کی خدمت میں پیش کیا۔ پیالے نے رسولؐ
اللہ کے ہاتھ مبارک پر تسبیح۔ تکبیر اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ کہنا
شروع کر دیا۔ رسولؐ اللہ نے اس پیالے کو ابوبکر کو دیا۔ پیالہ خاموش ہو گیا پھر
حضرت امیر علیہ السلام کو دیا۔ پیالے نے حضرتؑ کے دست مبارک پر تسبیح
تہلیل و تکبیر کہنی شروع کر دی۔ پیالہ بیان کرنے لگا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے، کہ
میں نبی اور وصی کے ہاتھ کے علاوہ اور کسی انسان سے بات کرنے کا مجاز
نہیں۔ کتاب انوار کی روایت کے بموجب وہ پیالہ رسولؐ اللہ کے ہاتھ سے
آسمان کی طرف روانہ ہو گیا اور فصیح زبان سے یہ آیت تلاوت کرتا جا رہا تھا
جس کو ہر شخص نے سماعت کیا تھا۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ
اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔

اس بارے میں عوفی رضی اللہ عنہ نے شعر فرمایا ہے۔

۱۔ حضرت پیالے سے گفتگو کرنے والے ہیں۔ جب آپ کے پاس پیالا لایا
گیا، یہ شعر بھی عوفی رضی اللہ نے کہا ہے۔

۲۔ میرا امامؑ جن اور پیالے سے گفت گو کرنے والے ہیں، کیا میرے امامؑ
کے بعد کسی نے جن اور پیالے سے گفت گو کی ہے، میری مانند کون
ہو سکتا ہے۔

(بحذف اسناد) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے آباءؑ طاہرین
سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت امیر علیہ السلام کو پاکیزہ زندگی
عنایت کی۔ کرامات عطا کیے۔ دلائل۔ براہین اور معجزات سے نوازا۔ حضرت کی
قوت ایمانیہ۔ یقین۔ علم۔ عمل اور فضل رسول اللہ کے بعد سب مخلوقات
سے بڑھا ہوا تھا۔

رسول اللہؐ نے جب آپ کو فتح خیبر کے لیے روانہ فرمایا تو آپ نے محض
دائیں ہاتھ سے خیبر کے دروازے کو اکھاڑ کر چالیس گز دور پھینک دیا پھر
آپ خندق میں اُتر آئے۔ دروازے کو سر پر رکھ لیا۔ حتیٰ کہ تمام لشکر مسلمین
دروازے سے گزر گیا۔ حضرتؑ نے فرمایا اللہ تعالےٰ کی قسم میں نے خیبر کا دروازہ
اُکھاڑ کر چالیس گز پیچھے کی جانب عام جسمانی قوت اور بشری سے نہیں
پھینکا بلکہ مجھے ملکوتی قوت کی تائید اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے روشن
نفس کی تائید حاصل تھی۔

اَنَا مِنْ اَحْمَدَ کَالضَّوْءِ مِنَ الضَّوْءِ میں محمدؐ سے ہوں۔ جس طرح ایک
روشنی سے دوسری روشنی حاصل کی جائے۔ اگر تمام عرب میرے خلاف گٹھ
جوڑ کرے تو میں ان کے مقابل میں کبھی پشت نہیں پھیروں گا۔ اگر میں چاہوں
تو ان کی گردن کی رگیں کاٹ دوں اور ان میں سے ایک بھی نہ بچے گا۔

حضرتؑ کا اژدہا کے ساتھ کلام فرمانا

امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے آبائے طاہرین سے روایت کرتے ہیں کہ
ایک روز امیر المومنین علیہ السلام مسجد کوفہ میں وعظ فرما رہے تھے۔ اچانک امیر المومنینؑ
نے لوگوں کا شور و غل سنا۔ لوگ ایک دوسرے پر گر رہے تھے۔ حضرتؑ نے
فرمایا، کیا ہو گیا ہے۔ لوگ عرض کرنے لگے۔ اے امیر المومنینؑ ایک بہت بڑا
اژدہا داخل ہو رہا ہے۔ ہم اس سے ڈر رہے ہیں اور چاہتے کہ اس کو قتل کر
دیں، یہ سن کر حضرتؑ نے فرمایا کہ اس کے قریب مت جاؤ۔ وہ ایک ضرورت
کے ماتحت میرے پاس بطور ایلچی آ رہا ہے۔ اس کو آنے کی جگہ دے دو۔ وہ
اژدہا صفوں کو چیرتا ہوا سیدھا منبر کے قریب آ کر منبر پر چڑھ کر اپنے منہ
کو امیر المومنینؑ کے کان میں ڈال دیا۔ اس نے حضرتؑ کے کان میں اپنی زبان
میں کچھ کہنا شروع کر دیا۔ حضرتؑ کافی دیر تک اپنا سر ہلاتے رہے پھر امیر المومنینؑ

نے اس کی زبان میں گفت گو شروع کر دی۔ اس کے بعد وہ اژدہا منبر سے اتر کر صفوں کے درمیان سے گزرتا ہوا غائب ہو گیا۔ لوگوں نے دیکھنے کی کوشش مگر نہ دیکھ سکے۔ لوگوں نے کہا اے امیرالمومنینؑ یہ کیا اژدہا تھا۔ حضرت نے فرمایا، یہ درجان بن مالک میرا خلیفہ ہے جس کو ہم نے مسلمان جنوں پر مقرر کیا ہے۔ ان جنات کو چند مسائل میں اختلاف ہو گیا ہے۔ انہوں نے اس کو بطور سفیر میرے پاس مسائل کے حل کے متعلق روانہ کیا ہے، میں نے اس کو مسائل کے حل کا جواب دیدیا ہے۔ پھر وہ واپس چلا گیا ہے۔

حدیث بساط اور اصحاب کہف

مجھے ابو علی نے حدیث بیان کی وہ صادق آلِ محمدؑ سے وہ اپنے باپ سے ان کا باپ اپنے آباءؑ طاہرین سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز رسولؐ اللہ کی خدمت میں حضرت سلیمان بن داوٗد کی چادر اور اصحاب کہف کا ذکر چھڑ گیا آیا یہ لوگ زندہ ہیں یا مر گئے۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا، تم میں کون ہے جو یہ چاہتا ہو کہ جب غار کے دروازے کو ملاحظہ کرے تو اصحاب کہف پر سلام کرے۔ حضرتِ ابوبکر، عمر اور عثمان نے عرض کی۔ اے اللہ کے رسولؐ ہم اس بات کے آرزومند ہیں۔ رسولؐ اللہ نے بلند آواز سے درجان بن مالک کو آواز دی۔ آواز کو سنتے ہی فوراً ایک نوجوان جو معطر کپڑوں میں ملبوس تھا۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی چادر کو میرے پاس حاضر کرو۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ نوجوان ایک سفید بالوں کی چادر جس کا طول اور عرض دونوں چالیس چالیس گز تھے لے کر رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ درجان بن مالک وہ چادر مسجد کے صحن میں ڈال کر غائب ہو گیا۔ آنحضرتؐ نے اپنے غلام ہلالؓ اور ثوبانؓ سے فرمایا۔ اس چادر کو لے جا کر مسجد کے دروازے کے قریب بچھا دو۔ دونوں

نے حکم کی تعمیل کی۔ آنحضرتؐ نے ابوبکر، عمر، عثمان، امیرالمومنین علیہ السلام اور سلمان فارسی کو حکم دیا کہ تم میں سے ہر آدمی چادر کے کونے پر بیٹھ جائے اور امیرالمومنین علیہ السلام چادر کے وسط میں تشریف فرما ہوں۔ سب نے حکم بجا لایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آواز دی، اے "منشیۃ" فوراً ہوا نے چادر کے اندر داخل ہو کر اس کو اڑا کر غار کے دروازے پر لے جا کر رکھ دیا۔ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے ابوبکر سے کہا۔ آپ قریش کے شیخ ہیں۔ آگے بڑھ کر اصحاب کہف پر سلام کیجیے۔ ابوبکر نے کہا۔ اے علیؑ میں کیا کہوں فرمایا یہ کہو۔ السلام علیکم یا نجباء اللہ فی ارضہ ابوبکر نے حضرت علیؑ کے فرمان کے مطابق آگے جا کر اصحاب کہف کو آواز دی۔ غار کا دروازہ بند تھا۔ ابوبکر نے تین دفعہ آواز دی۔ کسی نے بھی کوئی جواب نہ دیا۔ آپ آ کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے اے امیرالمومنینؑ مجھے کسی نے جواب نہیں دیا۔ امیرالمومنینؑ نے عمر سے کہا، اٹھو تم بھی اپنے ساتھی ابوبکر کی طرح جا کر سلام کرو۔ عمر نے بھی ابوبکر کی طرح تین دفعہ سلام کیا۔ لیکن کسی نے جواب نہ دیا۔ آپ آ کر بیٹھ گئے۔ امیرالمومنینؑ نے عثمان سے کہا۔ تم اٹھ کر جاؤ اور اپنے دونوں ساتھیوں کی طرح جا کر سلام کرو۔ آپ نے بھی جا کر سلام کیا۔ لیکن حسب سابق کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ آپ بھی آ کر بیٹھ گئے۔ امیرالمومنینؑ نے سلمان فارسیؓ سے کہا۔ جاؤ اصحاب کہف پہ سلام کرو۔ حضرت سلمانؓ پہلے تینوں آدمیوں کی طرح جا کر سلام کیا اور غار کے اندر سے ایک شخص نے کہا۔ اَنتَ عَبدٌ اُمتُحِنَ اللہِ قَلبُکَ بالایمان وَاَنتَ مِن خیرٍ الیٰ خیرٍ لٰکِنَّا اُمِرنا اَن لا نَرُدَّ اِلا علی الانبیاء اولا وصیاء

تم اللہ کے بندے ہو اللہ تعالےٰ نے تمہارے دل کا امتحان ایمان کے ساتھ لے لیا ہے، آپ کی ابتداء اور انتہا دونوں بھلائی پر ہے، ہمیں حکم دیا گیا ہے، کہ سلام کا جواب سوائے انبیاء اور اوصیاء کے کسی کو نہ دیں۔ ان سب کے بعد

حضرت امیرالمومنینؑ خود تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا۔ السلام علیکم یا نجباء اللہ فی ارضہ اثوا فین بعہدہ نعم الفتیۃ انتم واذا با ھواتِ جماعۃ۔ وعلیکم السلام یا امیر المومنین وسید المسلمین و امام المتقین و قائد الغر المحجلین فاز و اللہ من ولاک و خاب من عاداک

اے اللہ کے منتخب تم پر سلام ہو جو اپنے عہد پر قائم ہیں، تم اچھے نوجوان ہو۔ یہ سن کر فوراً ایک جماعت نے کہنا شروع کیا، اے امیر المومنین اے امیر المسلمین اے امیر المتقین اے قائد غر المحجلین خدا کی قسم وہ شخص کامیاب ہوا، جس نے تم کو دوست رکھا، وہ آدمی گھاٹے میں رہا، جس نے آپ سے دشمنی کی، تم پر ہمارا سلام ہو۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا، تم نے میرے ساتھیوں کو کیوں نہیں جواب دیا۔ کہنے لگے۔ اے امیر المومنینؑ ہم زندہ ہیں، ہم نبیؐ اور وصیؑ کے سوا کسی سے کلام نہیں کر سکتے، تم پر سلام ہو، تمہارے بعد آنے والے اوصیاء پر سلام ہو۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کے ذریعے حق کو ظاہر کرے گا۔ یہ کہہ کر اصحاب کہف خاموش ہو گئے، امیر المومنین علیہ السلام نے ہوا جس کا نام منشیہ تھا حکم دیا۔ وہ چادر کو اٹھا کر مدینہ لے آئی۔ یہ لوگ اس پر ایسے ہی بیٹھے تھے جیسے پہلے سوار ہوئے تھے۔ انہوں نے سارا قصہ رسول اللہؐ کو کہہ سنایا۔ اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کے متعلق قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے۔ اذاوی الفیۃ الی الکھف فقالوا ربنا اتنا من لدنک رحمۃ وھیٔ لنا من امرنا رشداً۔

عوفی شاعر نے یہ شعر کہے ہیں۔

۱۔ حضرت امیر المومنینؑ ہیں جنہوں نے اصحاب کہف سے بات چیت کی تھی۔

۲۔ لوگ اکٹھے تھے حضرت امیر المومنین منبر پر تشریف فرما تھے۔ اژدہا نے آپ سے گفتگو کی تھی۔

۳۔ خطرناک شیر آپ سے ہم کلام ہوا۔ جو آپ کی فضیلت کا بے حد معترف تھا۔

۴۔ آپ لوگوں پر اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں جیسے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے، ویسے مقدر کرتا ہے۔

۵۔ فرات کے پُر خطر روز آپ کے عجیب و غریب معجزہ کو یاد کرو۔

۶۔ آپ نے دریا پر عصا بلند کرتے ہوئے فرمایا جس نے سات آسمانوں کو پیدا کیا ہے ساکن ہو جا۔

۷۔ دریا کی موجیں تہہ میں چلی گئیں۔ پانی کثیر مقدار میں تھا۔ اس کا تیسرا حصہ غائب ہو گیا۔

۸۔ وکم لہ من ایۃ معجزۃ۔ یعرفھا کل علیم متبصرٌ
آپ کے معجزات بے شمار ہیں جن کو ہر عقل مند جانتا ہے۔

نوشیرواں کے بوسیدہ سر کا ہم کلام ہونا

کتاب الانوار مولف ابو علی الحسن بن ہمام بن عباس فعل بیانؒ کرتے ہیں۔ عباس کا بیان ہے، مجھ سے موسیٰ بن عطیہ الانصاری نے بیان کیا، موسیٰ نے کہا ہمیں حسان بن احمد الازرق نے وہ ابو الاحوص سے وہ اپنے باپ سے وہ عمار ساباطی سے روایت کرتے ہیں۔ عمارؓ کا بیان ہے۔ حضرت امیرؑ کے ساتھ ذلف بن منجم کسریٰ اٹھے تھا، جب زوال کا وقت آیا تو حضرتؑ نے فرمایا میرے

لے کاظمین اور بغداد کا شہر آپس میں ملے ہوئے ہیں۔ درمیان میں دریائے دجلہ بہتا ہے۔ کاظمین میں دو امام، امام موسیٰ کاظم اور امام محمد تقی علیہ السلام کے مزارات ایک ضریح میں واقع ہیں۔ ضریح کے سر کی جانب دروازے کے باہر شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ اور پاؤں کی جانب شیخ طوسیؒ کی قبر مقدس ہے حرم کے بالکل باہر بازار میں ایک طرف سید مرتضیٰ علم الہدیٰ دوسری
(باقی حاشیہ آگے)

ساتھ چلو اور ذلف کے ساتھ ساباط کی جماعت بھی تھی۔ حضرتؑ نے کسریٰ کے
محل میں گھومنا شروع کیا۔ اور حضرتؑ فرماتے جاتے تھے۔ کسریٰ کا یہ مکان اس
کام کے لیے مخصوص تھا۔ راوی کا بیان ہے خدا کی قسم ذلف حضرتؑ کے کلام کی
تائید کرتا جاتا تھا۔ اس حالت میں حضرتؑ نے تمام محل کو ملاحظہ فرما لیا۔ ذلف اور
ہمراہی کہتے جاتے تھے یا سیدی و مولای ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تمام چیزوں کو
آپ نے ان مقامات پر رکھا تھا۔

حضرتؑ نے پڑی ہوئی بوسیدہ کھوپڑی کا ملاحظہ فرمایا۔ ساتھی کو اٹھانے

طرف علامہ سید رضیؒ مؤلف نہج البلاغہ کی قبریں ہیں۔ ان کاظمین سے
۲۴ میل دور مدائن کا شہر واقع ہے۔ جہاں حضرت امیرؑ کے ظاہری خلافت
کے زمانہ میں حضرت سلمانؓ کی گورنری تھی۔ حضرت سلمانؑ کا مزار مدائن
کے شہر میں واقع ہے۔ حضرت سلمانؓ کے مزار کے پاس ایک دوسری
عمارت میں رسول اللہ کے دو مشہور اصحابی حضرت جابر بن عبداللہ انصاری
حضرت خذیفہ یمان اور حضرت طاہر بن علی مدفون ہیں۔ قریباً مدائن سے
نصف میل کے فاصلہ پر کسریٰ کے محل کا صرف اس وقت دروازے کا حصہ
موجود ہے یہ دروازہ اطاق کسریٰ کے نام سے مشہور ہے۔ دیکھنے سے
تعلق رکھتا ہے۔

جب جناب امیرؑ سلمان کی نماز جنازہ مدائن پڑھنے آئے تھے تو اطاق کسریٰ
میں قیام فرمایا اور دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ زائرین اطاق کسریٰ جاکر
دو رکعت نماز پڑھتے ہیں، دروازہ اس وقت شکستہ حالت میں ہے
گورنمنٹ عراق کے آثار قدیمہ نے اپنے قبضہ میں لے لیا ہے۔ میں نے جولائی
سنہ ۶۱ء میں ان مقامات کی زیارت کی ہے۔ اس وقت دروازے کے فرش
کی مرمت ہو رہی تھی۔ قابل دید چیز ہے۔ ۱۲ مترجم

کا حکم دیا۔ حضرت ایوان کسریٰ میں تشریف لا کر بیٹھ گئے۔ حضرتؑ نے ایک تھال
طلب فرما کر اس میں پانی ڈال کر اس میں بوسیدہ کھوپڑی ڈال دی۔ پھر حضرتؑ
نے فرمایا۔ اَقسَمتُ عَلَیکَ یا جمجمة اخبرنی مَن انا وَمَن انتِ
فنطقت الجمجمة بلسان فصیح فقالت اَمّا انتَ فامیر
المومنین و سیّد الوصیین امام المتقین فی الظاهر والباطن
وَاعظم من ان توصف وَ اَمّا انا عبدُ الله وابن امة الله کسریٰ
انوشیروان۔

اے کھوپڑی میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر دریافت کرتا ہوں۔ مجھے
آگاہ کیجیے میں کون ہوں، تم کون ہو۔ کھوپڑی بزبان فصیح گویا ہوئی۔ آپ امیرالمومنین
اور سید الوصیین ظاہر اور باطن میں متقین کے امام ہیں، آپ تعریف سے بہت
بلند ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کی بندی اور لونڈی کا بیٹا کسریٰ نوشیرواں ہوں۔ اہل ساباط
اپنے وطن چلے گئے اور اپنے خاندان کو تمام واقعات کھوپڑی کے متعلق سنائے ان
لوگوں نے سن کر پریشانی ظاہر کی حضرت امیرالمومنینؑ کی حقیقت سمجھنے میں اختلاف
پیدا کیا۔ کچھ لوگ حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے۔ ان لوگوں نے آپ
کے متعلق آگاہ کر کے ہمارے دلوں کو خراب کر دیا ہے۔ بعض لوگوں نے حضرتؑ
کے متعلق ایسا کہنا شروع کر دیا تھا۔ جیسا نصاریٰ نے حضرت عیسیٰؑ کے متعلق عبداللہ
بن سبا[1] اور اس کے ساتھیوں نے حضرت امیرؑ کے کہا تھا۔ اے حضرتؑ اگر آپ
نے ان کو اپنی حالت میں چھوڑ دیا۔ تو لوگ کافر ہو جائیں گے۔ حضرتؑ نے سن کر
فرمایا۔ آپ لوگ کیا چاہتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ کیا کروں۔ ان لوگوں نے کہا،
آپ ان لوگوں کو اس طرح آگ میں جلا دیں۔ جس طرح عبداللہ بن سبا اور اس

---

[1] عبداللہ بن سبا نامی کوئی شخص پیدا نہیں ہوا، صرف طبری نے شیعوں
کو بدنام کرنے کے لیے اس کا نام تراشا ہے۔ ۱۲

کے ساتھیوں کو جلا دیا تھا۔ آپ نے لوگوں کو طلب کر کے فرمایا۔ تم میرے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہو۔ ان لوگوں نے کہا۔ ہم نے بوسیدہ کھوپڑی کو آپ سے ہمکلام ہوتے ہوئے سنا ہے۔ یہ بات اللہ تعالےٰ کے سوا اور کوئی نہیں کر سکتا۔ اس لیے ہم نے جو کچھ کہا ہے سو کیا ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا۔ تم اپنی بات سے باز آجاؤ۔ اللہ تعالےٰ سے توبہ کرو۔ ان لوگوں نے کہا۔ ہم اپنی بات سے باز نہ آئیں گے۔ آپ نے جو کچھ کرنا ہے کر لیں۔ حضرتؑ نے حکم دیا کہ ان کو آگ میں جلا دیا جائے۔ جب جل گئے تو حضرتؑ نے حکم دیا کہ ان کی راکھ کو ہوا میں اُڑا دیا جائے۔ چنانچہ ایسا کیا گیا۔ ان کی راکھ پیس کر ہوا میں اُڑا دی گئی۔ ان لوگوں کو جلے ہوئے تیسرا روز ہوا تھا کہ اہل ساباط سے لوگ حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے۔ اللہ اللہ فی دین محمد الذین احرقتھم بالنار قد رجعوا الیٰ منازلھم باحسنِ ما کانو! اللہ! اللہ محمدؐ کے دین میں یہ بات پیدا ہو گئی کہ جن لوگوں کو آپ نے جلا دیا۔ وہ اپنے گھر میں واپس آگئے ہیں اور ان کی شکلیں پہلے سے خوبصورت ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا الیس قد احرقتموھم بالنار وسحقتموھم وذریتموھم فی الریح کیا تم نے ان لوگوں کو جلایا نہیں تھا۔ ان کی راکھ کو پیس کر ہوا میں اُڑایا نہیں تھا۔ ان لوگوں نے عرض کی ہاں ایسا کیا تھا۔ امیرالمومنینؑ نے فرمایا اللہ تعالےٰ کی قسم میں نے ان کو جلایا تھا۔ میں نے[له] ان کو زندہ کیا ہے۔ یہ سن کر ساباط کے رہنے والے حیران ہو کر واپس چلے گئے۔"

"ایک ناصبی اور کُتّا"

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ایک روز میں نے صبح کی نماز رسول اللہ صلی اللہ

له حاشیہ پر لفظ احیاھم ہے یعنی اللہ نے ان کو زندہ کیا ہے ۱۲ منہ

علیہ وآلہ وسلم کے اقتدا میں ادا کی۔ جب رسول اللہؐ نماز اور تسبیح سے فارغ ہوئے ہمارے ساتھ کمال مہربانی سے پیش آئے اور ہم سے باتیں کرنی شروع فرمائیں۔ اس دوران میں ایک انصاری خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا۔ یا رسولؐ اللہ فلاں انصاری کے کُتّے نے میرے کپڑے پھاڑ ڈالے ہیں۔ میری پنڈلی کو کاٹا ہے اور آپ کے ساتھ نماز پڑھنے سے مجھے روک دیا ہے۔ فرمایا۔ میرے ساتھ چلو۔ جب کُتا کاٹتا ہے تو اس کا قتل کرنا واجب ہے۔ ہم لوگ آنحضرتؐ کے ساتھ اس شخص کے گھر آئے۔ انس بن مالک نے آگے بڑھ کر دق الباب کیا اور آواز دیتے ہوئے کہا کہ دروازے کے باہر رسول اللہؐ موجود ہیں۔ ایک شخص نے بڑھ کر دروازہ کھولا اور رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ کیوں تشریف لائے۔ آپ نے میری عزت افزائی کی ہے۔ مجھے بلا لیتے۔ میں خود حاضر ہو جاتا۔ فرمایا اپنے کاٹنے والے کُتے کو میرے پاس لاؤ۔ اس کا قتل کرنا واجب ہے۔ فلاں آدمی کے کپڑے پھاڑ ڈالے ہیں اور فلاں آدمی کی پنڈلی سے خون نکال دیا ہے آج بھی فلاں بن فلاں کے ساتھ ایسا فعل کیا ہے۔ وہ شخص دوڑ کر کُتے کے پاس گیا اور اس کی گردن میں رسی ڈال کر آنحضرتؐ کے پیش کر دیا۔ کُتا رسول اللہؐ کو دیکھ کر عرض کرنے لگا۔ یا رسولؐ اللہ آپ کس غرض کے لیے تشریف لائے ہیں اور مجھے کیوں قتل کرنا چاہتے ہیں۔ رسولؐ اللہ نے پورا واقعہ بتایا۔ کُتا عرض کرنے لگا۔ یہ لوگ منافق اور ناصبی ہیں۔ امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام سے بغض رکھتے ہیں۔ اگر یہ لوگ ایسے نہ ہوتے تو میں ان کی راہ ہرگز نہ روکتا۔ رسولؐ اللہ نے کُتے کو چھوڑ دیا اور اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی وصیت فرمائی۔ آپ وہاں سے واپس تشریف لائے۔

منہ مانگا عذاب

(بحذف اسناد) امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے والد بزرگوار سے روایت
کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خم غدیر کے مقام پر
علی کو بلند کر کے فرمایا تھا۔ مَنْ کُنْتُ مولاہ فعلیٌّ مولاہ اللھم وَالِ
مَنْ والاہ وعادِ مَنْ عاداہ وانصر مَنْ نصرہ واخذل مَنْ
خذلہ جس کا میں سردار ہوں اس کے علیؑ سردار ہیں۔ اے اللہ تعالےٰ تو اس
کو دوست رکھ جو علیؑ کو دوست رکھے تو اس سے دشمنی رکھ جو علیؑ سے دشمنی
رکھے تو اس کی مدد کر جو علیؑ کی مدد کرے تو اس کو چھوڑ دے۔ جو علیؑ کو
چھوڑ دے۔

یہ بات ہر شہر میں پھیل گئی۔ نعمان بن حرث فہری رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر گویا ہوا اے محمدؐ آپ نے ہمیں اللہ
عزوجل کا پیغام پہنچایا کہ ہم اللہ تعالےٰ کے ہونے اور آپ کے رسول ہونے
کی گواہی دیں، تو ہم نے آپ کی اس بات کو مان لیا ہے۔ آپ نے پانچ نمازوں
کا حکم دیا ہے، ہم نے اس بات کو بھی قبول کر لیا ہے۔ آپ نے زکوٰۃ کا حکم دیا
ہم نے اس پر قبول کیا۔ آپ نے جہاد کا حکم دیا، ہم نے وہ بھی قبول کیا۔ آپ
اس بات پر راضی نہیں ہوئے۔ حتیٰ کہ ایک لڑکے کو ہم پر حاکم بنا دیا ہے،
مَنْ کُنْتُ مولاہ فھذا علیٌّ مولاہ یہ حکم آپ اپنی جانب سے دے
رہے ہیں یا اللہ تعالےٰ کا حکم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
فرمایا، بلکہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے کہہ رہا ہوں۔ آپ نے نعمان سے فرمایا۔ قسم
ہے۔ اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ یہ حکم اللہ عزوجل اسمہٗ کی جانب
سے ہے۔ یہ سن کر نعمان بنی سہری کی طرف یہ کہتے ہوئے بڑھا۔ اے اللہ! اگر
یہ بات تیری طرف سے حق ہے تو مجھ پر آسمان سے پتھر برسا یا مجھے دردناک

عذاب دے۔ یہ کہہ کر نعمان اپنی سواری تک نہیں پہنچا تھا کہ قدرت کی جانب
سے ایک پتھر نازل ہو کر اس کے سر پر پڑ کر اسے وہیں ڈھیر کر دیا۔ اللہ تعالےٰ
نے پھر آیت نازل فرمائی۔ سَأَلَ سَائِلٌ بعذابٍ واقعٍ للکافرین
الایۃ۔ ایک سائل نے عذاب کا خود سوال کیا جو کافروں پر واقع ہوتا ہے۔

دو عجیب وغریب مچھلیاں

حارث بن عبداللہ ہمدانی رضی اللہ عنہٗ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز ہم
امیرالمومنینؑ کی خدمت میں باب الرحبۃ (جہاں امیرالمومنین تشریف
فرما ہوئے تھے) بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ حیرہ سے آنے والا ایک یہودی
ہمارے پاس سے گزرا۔ اس کے پاس دو مچھلیاں تھیں۔ حضرتؑ نے یہودی کو
آواز دی اور فرمایا اپنے والدین کو بنی اسرائیل سے کتنی قیمت پر خریدا ہے۔ یہ
سن کر یہودی نے بلند آواز سے چیخنا شروع کر دیا اور لوگوں سے کہنے لگے کہ تم علی بن ابی طالبؑ کی بات
نہیں سنتے جو اس بات کا مدعی ہے کہ وہ علم غیب جانتا ہے اور مجھے کہتا ہے کہ
میں نے اپنے باپ اور ماں کو بنی اسرائیل سے خریدا ہے۔ اس بات پر بہت
سی مخلوق جمع ہو گئی۔ جنہوں نے امیرالمومنینؑ اور یہودی کی بات کو سنا۔ راوی
کا بیان ہے، میں امیرالمومنینؑ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ آپ ایسا کلام تلاوت فرما
رہے تھے جس کو میں نہیں سمجھتا تھا۔ حضرتؑ نے ایک مچھلی کی طرف متوجہ ہو کر
فرمایا، میں تمہیں قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ یہ بتاؤ میں کون ہوں اور تم کون ہو
مچھلی فصیح زبان میں گویا ہوئی۔ آپ امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں
قال یا فلان انا ابوک فلان بن فلان مت فی سنۃ کذا
وکذا وخلقتُ لک من المال کذا وکذا والعیال۔ متہ فی
یدک کذا وکذا۔ اے شخص میں تیرا باپ فلاں بن فلاں ہوں۔ فلاں سن
میں فوت ہوا تھا۔ تمہارے لیے فلاں فلاں مال چھوڑا تھا اور تمہارے ہاتھ میں

فلاں فلاں نشانی ہے۔ پھر حضرتؑ دوسری مچھلی کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے۔
میں تمہیں قسم دے کر دریافت کرتا ہوں کہ بتاؤ میں کون ہوں اور تم کون ہو۔
مچھلی فصیح زبان میں کہنے لگی۔ اَنْتَ امیرالمومنین۔ آپ امیرالمومنینؑ ہیں۔
پھر کہنے لگی۔ اے شخص میں تیری ماں ہوں فلاں شخص کی بیٹی ہوں۔ فلاں سن میں،
انتقال کیا تھا، تمہارے ہاتھ پر فلاں نشانی ہے، حاضرین نے کہا ہم گواہی دیتے
ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ محمدؐ اس کے بندے اور رسولؐ ہیں۔ آپ
امیرالمومنینؑ ہیں۔ یہودی نے مومن ہو کر کہا۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔
محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں، آپ امیرالمومنینؑ ہیں۔ لوگ واپس چلے
گئے۔ ان کے دلوں میں امیرالمومنینؑ کی معرفت زیادہ ہو گئی۔

شیر کا سجدہ کرنا

امام حسین علیہ السلام کے فرزند سے روایت ہے کہ حضرت امیرالمومنینؑ
بابل کی سرزمین سے گزر رہے تھے، میں حضرتؑ کے ساتھ تھا۔ ہم جماعت کے
ساتھ سفر کر رہے تھے، ایک وادی سے بہت بڑا شیر نکلا۔ جناب امیرؑ کے
قریب آ کر آپ کو سجدہ کیا اور دم ہلانے لگا۔ حضرتؑ نے سلام کا جواب
دیا پھر شیر واپس چلا گیا۔ وہ جلدی جلدی چلا گیا۔

مشکل کشائی

عمارؓ بن یاسرؓ سے روایت ہے کہ میں علی بن ابی طالب علیہ السلام کی
خدمت میں حاضر تھا، ماہ صفر کی ۷ تاریخ تھی، حضرتؑ اس چبوترے پر
تشریف فرما تھے جہاں فیصلہ جات صادر فرمایا کرتے تھے۔ فرمایا۔ اے عمارؓ
آج وہ دن ہے جس میں اہل کوفہ کی تمام مشکلیں حل ہو جائیں گی۔ تاکہ
مومنین میں اتفاق بڑھ جائے اور منافقین میں نفاق زیادہ ہو۔ اے عمارؓ

دیکھو، دروازے پر کون ہے۔ عمار کا بیان ہے۔ میں دروازے پر گیا، اور ایک
عورت کو دیکھا جو اُونٹ پر سوار تھی۔ اور مندرجہ ذیل فریاد کر رہی تھی: اے
فریادیوں کے فریاد رس، طلب گاروں کے اُمید گاہ، چاہنے والوں کے
لیے کان، زبردست طاقت والے یتیم کو کھانا کھلانے والے، مفلس کو
روزی دینے والے، بوسیدہ ہڈی کو زندہ کرنے والے ہر قدم سے[1] مقدم
جس کا کوئی مددگار نہ ہو۔ اس کے مددگار۔ سہارا جس جس کا کوئی آسرا نہ ہو۔
خزانہ جس کا کوئی خزانہ نہ ہو۔ تمہاری خدمت میں حاضر ہوئی ہوں، آپ کا
وسیلہ ڈھونڈا ہے۔ مجھے سرخرو کر۔ میری مصیبت کو دور فرما۔ عمارؓ کا بیان ہے
اس عورت کے ساتھ ہزار سوار تھے۔ سارے تلواریں سونتے ہوئے تھے۔
کچھ لوگ عورت کے موافق تھے، کچھ مخالف۔ میں نے کہا۔ آپ لوگوں کو امیرالمومنینؑ
یاد فرماتے ہیں۔ عورت اور تمام لوگ اُونٹوں سے اُتر پڑے مسجد میں داخل
ہوئے۔ عورت جناب امیرؑ کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ عرض کرنے لگی۔ اے علیؑ
آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں۔ میرے راز کو ظاہر فرما۔ آپ اس بات
کے اہل اور اس کو حل کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اے عمارؓ
تمام کوفہ میں منادی کر دو۔ تاکہ لوگ امیرالمومنینؑ کے فیصلہ کو ملاحظہ کر سکیں۔
عمار نے کہا۔ میں نے جا کر منادی کر دی۔ لوگ اس قدر جمع ہوئے کہ کھوے پر
کھوا چڑھا ہوا تھا۔ آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا۔ اے شامیو! جو کچھ چاہتے ہو
پوچھو۔ ان کے درمیان سے ایک بڑا سردار جس نے شامی چادر، عدنانی لباس
خرسوص کا عمامہ پہن رکھا تھا۔ اُٹھا اور کہا۔ السلام علیک اے لاچاروں کے
لیے بے پایاں خزانہ۔ ستائے ہوئے کے لیے جائے پناہ۔ اے میرے آقا۔ یہ
میری لڑکی ہے۔ شوہر کے قریب تک نہیں گئی۔ کنواری ہے۔ حاملہ ہے۔

---

[1] مراد نیکی میں سبقت کرنے چلے ۱۲ واللہ اعلم

مجھے قوم میں رسوا کر رکھا ہے۔ میں شرافت، نجابت، رعب و داب، بہادری اور
شائستگی میں مشہور ہوں۔ میرا نام فلمس بن حفرلیس ہے۔ میں ظالم شیر ہوں۔
دشمنوں پر جس کے تیور ہمیشہ چڑھے رہتے ہیں۔ مہمانوں کے لیے میری آگ کبھی
بجھائی نہیں جاتی۔ مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ میرا ہمسایہ عزت سے رہتا ہے
میرا رعب، میری شرافت، میرا حملہ اور میرا دبدبہ عرب میں مشہور ہے۔ میں
اپنے آباؤ اجداد کی روایت پر قائم ہوں۔ میرا گھر بزرگی کے ساتویں آسمان تک
پہنچا ہوا ہے۔ ہمارا بہادر ڈرتا نہیں۔ ہمارا ہر شجاع جنگ سے باز نہیں آتا۔ لیکن
اے علیؑ میں اس معاملے میں حیران اور سرگرداں ہوں۔ میری اس مصیبت کو
دور فرمایئے۔ میں اپنے لیے اس سے بڑی مصیبت اور کوئی تصوّر نہیں کرتا۔
حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا۔ اے لڑکی تمہاری اپنے باپ کے قول کے متعلق
کیا رائے ہے۔ لڑکی نے جواباً عرض کیا۔ میرے باپ کی یہ بات بالکل بجا ہے
کہ میں کنواری ہوں۔ لیکن میرے باپ کا فرمان کہ میں حاملہ ہوں۔ اللہ تعالےٰ
کی قسم اے امیرالمومنینؑ میں نے یہ خیانت ہرگز نہیں کی۔ آپ میرے حالات کو
بہتر جانتے ہیں۔ آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ میں نے جھوٹ نہیں کہا۔ اے راز اور
پوشیدہ باتوں کے جاننے والے میرے غم کو دور فرما۔ حضرتؑ منبر پر تشریف
لے گئے اور فرمایا۔ اللہ اکبر جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان
زھوقا۔ حضرتؑ نے فرمایا۔ کوفہ کی دائی بلائی جائے۔ ایک عورت پیش کی گئی۔
جو کوفہ کی عورتوں کی دایہ گیری کیا کرتی تھی جس کا نام لبنا تھا۔ حضرتؑ نے دایہ
سے فرمایا۔ اپنے اور لوگوں کے درمیان پردہ حائل کر دو۔ اس لڑکی کو دیکھو،
کیا یہ کنواری ہوتے ہوئے حاملہ ہے۔ دایہ نے امیرالمومنینؑ کے حکم کی تعمیل کی
اور عرض کرنے لگی۔ ہاں اے امیرالمومنینؑ یہ کنواری ہوتے ہوئے حاملہ ہے۔
حضرتؑ نے فرمایا اے کوفہ کے واسیو تمہارے وہ ائمہ کہاں ہیں جو میرے مقام کا
دعوےٰ کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ کہاں ہیں جو اس خیال میں ہیں کہ ہم حق پر ہیں۔

ذرا اس عقدۂ لانیحل کو تو حل کریں۔ عمر بن حریث نے مخولیا انداز میں کہا ابوطالب
کے بیٹے آپ کے سوا اس مہم کو کون حل کر سکتا ہے۔ اے امیرالمومنینؑ آپ کی
امامت آج ہمارے لیے ثابت ہو جائے گی۔ حضرتؑ نے لڑکی کے والد سے فرمایا
اے ابوالغضب کیا تم دمشق کے رہنے والے ہو۔

ابوالغضب : ہاں اے امیرالمومنینؑ
امیرالمومنینؑ : اُسماد بستی کے رہنے والے ہو۔
ابوالغضب : اے امیرالمومنینؑ ہاں
امیرالمومنینؑ : تم میں ایسا آدمی ہے جو شام سے برف کا ٹکڑا لے آئے۔
ابوالغضب : اے امیرالمومنینؑ برف ہمارے علاقہ میں عام ہے۔
امیرالمومنین : تمہارا علاقہ یہاں سے دو سو پچاس فرسخ ہے۔
ابوالغضب : ہاں اے امیرالمومنینؑ

عمارؓ نے کہا آپ نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔ آپ کوفے کے منبر پر تشریف
فرما تھے جب ہاتھ کو واپس کیا تو (شام کے علاقہ کی) برف کا ٹکڑا آپ کے
ہاتھ میں تھا جس سے پانی کی بوندیں ٹپک رہی تھیں۔ پھر حضرتؑ نے کوفہ
کے رہنے والی دائی سے فرمایا۔ اس برف کے ٹکڑے کو لے کر اس کے فرج
کے نزدیک رکھ دو۔ عنقریب ایک جونک خارج ہوگی۔ جس کا وزن پچیس
درہم اور دو دانق ہوگا۔ عمارؓ کا بیان ہے۔ وہ دایہ برف کا ٹکڑا لے کر
مسجد کے باہر چلی گئی اور ایک تھال لے آئی۔ برف کو اس میں ڈال کر مقام
مخصوص کے قریب رکھ دیا۔ ایک بڑی جونک باہر نکل آئی۔ دایہ نے اس کا
وزن کیا۔ وہ اتنی ہی مقدار کی تھی۔ جس قدر حضرتؑ نے فرمایا تھا۔
دایہ نے حضرتؑ کی خدمت میں وہ جونک لے جا کر رکھ دی۔ آپ نے
دریافت فرمایا۔ اس کا وزن کیا ہے۔ دایہ نے عرض کی۔ ہاں امیرالمومنینؑ۔ اس
کا وزن اتنا ہی ہے جس قدر جناب نے فرمایا۔ حضرت علیؑ نے یہ آیت تلاوت

فرمائی۔

وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ۔

حضرتؑ نے ابوالغضب سے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالےٰ کی قسم تمہاری لڑکی نے زنا نہیں کیا۔ اس کو لے جاؤ۔ یہ ایک ایسی جگہ پر وارد ہوئی تھی۔ جہاں اس کے اندر ایک جونک داخل ہو گئی تھی۔ اس وقت اس کی عمر دس سال کی تھی۔ وہ جونک اس وقت تک اس لڑکی کے شکم میں پرورش پاتی رہی ہے لڑکی کا والد یہ کہتے ہوئے اُٹھا۔

اَشْهَدُ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَمَا فِي الضَّمَائِرِ

مَیں گواہی دیتا ہوں آپ رحم اور دل کی باتوں کو جانتے ہیں۔

مدرک بن حنظلہ کو دوبارہ زندہ کرنا

ابوجعفر تیم بن تمار روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت امیر کی خدمت میں کوفہ میں حاضر تھا۔ آپ کو سرداران عرب کی ایک جماعت جو آسمان پر چمکتے ہوئے ستاروں کی مانند تھے۔ احاطہ کیے ہوئے تھے۔ اسی اثنا میں ایک شخص دروازے پر سے داخل ہوا۔ جس نے خز وکن کی قبا اور زرد رنگ کا الجمی عمامہ پہنا ہوا تھا۔ دو تلواریں لگائی ہوئی تھی۔ وہ سواری سے بغیر سلام کیے ہوئے اُترا۔ اور کوئی بات نہ کی۔ لوگوں کی گردنیں اس کی طرف بلند ہوئیں۔ اس کو لوگ بڑے غور سے دیکھنے لگے۔ تمام اطراف سے لوگ جمع ہو گئے ہمارے آقا امیرالمومنینؑ نے اپنے سر کو بلند کیا۔ جب لوگوں کے حواس گم ہو گئے تو آپ نے فصیح زبان میں اس طرح ارشاد فرمایا کہ صیقل شدہ تلوار ہے جو ابھی میان سے نکالی گئی ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا۔ تم میں شجاعت میں کون مانا ہوا ہے۔ علم و فضل میں کون بڑھا ہوا ہے۔ قناعت کی چادر کس نے ملبوس کی ہے۔

خانہ کعبہ میں کون پیدا ہوا ہے۔ کیرکیٹر کس کا بلند ہے۔ سخاوت میں کون مشہور ہے جس کے بال کم ہوں وہ کون ہے۔ ثابت الاس کون ہے۔ جنگ میں بڑھنے والا بہادر کون ہے۔ ثقاس کا بلند کرنے والا کون ہے۔ بدلہ لینے والا کون ہے ابوطالبؑ کی شاخ۔ آپ کا بارعب شجاع، نشانہ پر بیٹھنے والا تیر اور منتخب شدہ فرزند کون ہے جس کے ذریعے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کی گئی ہو۔ وہ کون ہے۔ دو عمروں کا قتل کرنے والا اور دو عمروں کا گرفتار کرنے والا کون ہے جن دو عمروں کو قتل کیا۔ وہ عمرو بن عبداللہ اور عمرو بن اشعث فحز وی ہیں۔ اور جن دو عمروں کو گرفتار کیا۔ وہ ابوثور عمر بن معدی کرب اور عمر بن سعید غسانی ہیں جن کو بدر کی لڑائی کے روز گرفتار کیا تھا۔

ابوجعفر تیم تمار کا بیان ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا۔ اے سعید بن فضل بن ربیع بن مدرکہ بن صلیب بن اشعث بن ابوسمسع بن راحیل بن فزارہ بن دھیل بن عمرو دومینی یہ سن کر اس نے جواب میں کہا۔ حاضر ہوں اے آقا علیؑ حضرتؑ نے فرمایا۔ جو چاہو سوال کرو۔ میں پوشیدہ خزانہ ہوں۔ میں نیکی کے ساتھ موصوف ہوں۔ میں وہ ہوں، مشکلات نے جس کے قدم چومے۔ میرے حکم سے بادل برستے ہیں۔ میری مدح کتاب میں کی گئی ہے۔ میں بلند پہاڑ ہوں۔ اسباب میں ہوں ق وَ القرآن المجید میں ہوں۔ میں نبأ عظیم ہوں۔ میں صراط مستقیم ہوں۔ میں اپنے ہمعصروں سے علم و فضل میں لائق ہوں۔ میں نگہبان ہوں میں تیز دریا ہوں۔ میں باز رکھنے والا ہوں۔ میں نبوت اور سطوت کا ساتھی ہوں۔ میں علیم ہوں۔ میں حکیم ہوں۔ میں حفیظ ہوں۔ میں رفیع ہوں۔ میری فضیلت ہر کتاب نے بیان کی ہے۔ میرے علم کی ہر عقل مند نے گواہی دی ہے۔ میں رسولؐ اللہ کا بھائی ہوں۔ آپ کی بیٹیؑ کا شوہر ہوں۔

اعرابی نے عرض کی ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ مُردوں کو زندہ کرتے ہیں اور زندوں کو مارتے ہیں۔

کرتے ہیں، زمین کے اندر تشریف لے جا کر وہاں کی مخلوق کے فیصلے کرتے ہیں
نہ کوئی روکنے والا آپ کو روک سکتا ہے اور نہ لڑنے والا وہاں آپ سے لڑ سکتا
ہے۔ کیا یہ درست ہے۔ فرمایا اے نوجوان، جس طرح اس نے اپنی قوم کو آگاہ
کیا ہے۔ حضرت نے فرمایا، جو چاہو دریافت کرو۔ اس شخص نے عرض کی میں
ستر ہزار انسانوں کا ایلچی بن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ جو عقیمہ کے
نام سے مشہور ہیں۔ میرے ساتھ ایک مردہ روانہ کیا ہے جو عرصہ سے مر چکا
ہے۔ اس کی موت کے متعلق اختلاف ہو گیا ہے۔ میت مسجد کے دروازے
پر موجود ہے۔ اگر آپ نے اس مردہ کو زندہ کر دیا تو ہم یقین کریں گے کہ آپ صادق
اور نجیب الاصل ہیں اور ہمارے لیے یہ بات بھی واضح ہو جائے گی اِنَّكَ حُجَّةُ
اللهِ آپ حجتِ خدا ہیں۔ اگر آپ نے یہ کام نہ کیا، تو میں واپس اپنی قوم کی طرف
چلا جاؤں گا اور ہم لوگ یہی تصور کریں گے۔ کہ آپ سچی بات نہیں فرماتے اور
ایسی بات کا دعوےٰ کرتے ہیں جس پر آپ کو قدرت نہیں ہوتی۔ حضرتؑ نے
ابو جعفر یثم تمارؓ سے فرمایا، اونٹ پر سوار ہو کر کوفہ کے بازاروں اور محلوں
میں چکر لگا کر یہ منادی کر دو۔ کہ جس شخص نے یہ نظارہ دیکھنا ہو کہ رسولؐ اللہ
کے بھائی فاطمہؑ کے شوہر اور فاطمہ بنت اسد کے فرزند علیؑ کو اللہ تعالےٰ
نے کیا فضیلت عطا کی ہے اور رسول اللہ نے کیا کچھ علم علی کو ودیعت کیا ہے
کل وہ نجف میں آئے۔ جب اعلان کر کے یثم واپس تشریف لائے، تو
امیر المومنینؑ نے فرمایا۔ اس اعرابی کو لے کر صبح تک اپنے پاس مہمان رکھو۔
عنقریب اللہ تمہارے رزق میں برکت دے گا۔ ابو جعفر یثم کا بیان ہے
کہ میں نے اعرابی کو ساتھ لیا اور محمل بھی میرے ساتھ تھا جس میں میت تھی
میں اسے اپنے گھر لے گیا اور میرے گھر والوں نے اس کی خدمت کی۔
امیر المومنینؑ نے جب صبح کی نماز ادا فرمائی تو میں آپ کے ساتھ نجف کی
طرف روانہ ہوا۔ کوفہ کا ہر فرد نیک و بد نجف کی طرف روانہ ہوا اب مجھے حضرتؑ

نے فرمایا۔ اے ابو جعفر اعرابی اور میت کو لاؤ۔ اعرابی میت کے ہودج کے پہلو
میں پیدل چل رہا تھا۔ میت نجف میں لائی گئی۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا۔ اے
اہل کوفہ اللہ تعالےٰ کی نعمت بزرگ ہے۔ ہماری وہ باتیں جو عنقریب تم ملاحظہ
کرو گے، وہ لوگوں سے بیان کرتے رہنا اور ہماری وہ باتیں روایت کرتے
رہنا جو تم سنتے ہو۔ حضرتؑ نے اعرابی سے فرمایا، اونٹ بٹھا دو، مُردہ کو تم
تمہارے ساتھی اور ایک جماعت مسلمانوں کی باہر نکالے۔ یثم کا بیان ہے
کہ تابوت سے زرد رنگ کا ریشمی کپڑا لپٹا ہوا نکال کر رکھ دیا، جب اس کو
کھولا گیا، اس کے نیچے سبز رنگ کا لپٹا ہوا ریشمی کپڑا ملا، جب اس کو کھولا گیا۔
اس کے اندر موتیوں سے جڑی ہوئی چادر ملی، جس میں نوجوان لپٹا ہوا تھا۔
جس کا چہرہ خوبصورت بالوں پر منتہی ہوتا تھا۔ وہ بال حسین عورت کے بالوں
کی مانند تھے۔ حضرت امیرؑ نے فرمایا، تمہارے اس مُردے کو مرے ہوئے
کتنے روز گذر چکے ہیں، ان میں سے ایک نے عرض کی چالیس یوم ہو گئے
ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا اس کی موت کا کیا سبب ہے۔ اعرابی نے عرض کی کہ
اس میت کے ورثا چاہتے ہیں کہ آپ اس کو زندہ کر دیں تاکہ قتل ہونے
کی حقیقت واضح ہو جائے۔ یہ رات کو صحیح و سالم سویا، صبح کے وقت مُردہ
پایا گیا۔ حضرتؑ نے فرمایا، اس کے قصاص کے طلب گار کون لوگ ہیں اعرابی
نے عرض کی، اس قوم کے پچاس آدمی ایک دوسرے سے اس کے خون کے
طلب گار ہیں۔ اے محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب کے بھائی شک و شبہ
سے پردہ ہٹا دیجیے۔ حضرتؑ نے فرمایا اس کو اس کے چچا نے قتل کیا ہے۔
کیونکہ اس کی لڑکی اس کی بیوی تھی۔ اس طریقہ سے اس نے اپنی لڑکی کو
نجات دلا کر دوسرے آدمی سے اس کی شادی کر دی ہے۔ گلا گھونٹ کر
اس کو قتل کیا ہے۔ اعرابی نے عرض کی کہ ہم آپ کی بابت پر اس وقت تک
یقین نہیں کریں گے، جب تک یہ لڑکا خود بخود اپنے اعزہ کو اپنے قتل سے

آگاہ نہ کرے۔ اس طریقے سے ان کے درمیان فتنہ و فساد اور کشت و خون بند ہو جائے گا۔ حضرتؑ نے اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا بیان فرمائی اور رسول اللہ صلعم پر درود بھیجا۔ حضرتؑ نے فرمایا۔ یا اھل الکوفہ ما بقرۃ بنی اسرائیل یا جل من علیٰ اخی رسول اللہ ضرب بعضھا المیت فعاش۔

اے کوفیو! بنی اسرائیل کی گائے علیؑ رسول اللہؐ کے بھائی سے افضل نہیں ہے۔ جس کے ایک حصے سے میت مس کیا جاتا تھا۔ اور وہ مردہ زندہ ہو جاتا ہے۔

وَاِنّی اَضرِبُہٗ ببعضی لِاَنَّ بَعضِی عِندَ اللہ خَیرٌ من البقرۃ

میں اپنے جسم کا ایک حصہ اس میت سے مس کروں گا۔ میرے جسم کا حصہ اس گائے سے بہتر ہے ثمّ ھَذ برجلہٖ پھر حضرتؑ نے پاؤں کی ٹھوکر مار کر فرمایا۔ قُم باذنِ اللہِ یا مُدرِکَ بن حنظلہ

اٹھو اے مدرک بن حنظلہ بن عنان بن بحیر بن قہر بن سلامت طیب بن اشعث بن حوص بن واہلہ بن عمر بن فضل بن حباب علیؑ نے تمہیں اللہ تعالےٰ کے حکم سے زندہ کر دیا ہے۔ ابو جعفر میثم کا بیان ہے وہ نوجوان جس کی صورت سورج اور چاند سے زیادہ روشن تھی۔ یہ کہتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔

یا مُحیِ العظام وَحُجَّۃَ اللہِ فی الاَنام اے ہڈیوں کو زندہ کرنے والے اور لوگوں میں اللہ تعالےٰ کی حجت فضیلت اور انعام میں منفرد شخصیت حاضر ہوں۔ اے علیؑ جو بلند ہیں۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا اے نوجوان تمہیں کس نے قتل کیا ہے۔ نوجوان نے عرض کی حریث بن زمعہ بن شکال بن رحم نے حضرتؑ نے نوجوان سے فرمایا۔ تم اپنی قوم کی طرف جانا چاہتے ہو۔ نوجوان نے عرض کی مجھے اپنی قوم کی طرف جانے کی ضرورت نہیں ہے حضرتؑ نے فرمایا کیوں۔ نوجوان نے عرض کی۔ مجھے ڈر ہے مجھے دوبارہ قتل کر دیا جائیگا

آپ دوبارہ نہیں ہوں گے کہ مجھے دوبارہ زندہ کر لیں گے۔ نوجوان اعرابی کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا۔ تم اپنے اعزہ کے پاس چلے جاؤ۔ اعرابی نے کہا۔ تمہارے ساتھ رہوں گا۔ اور کہنے لگا اللہ تعالےٰ اس شخص پر لعنت کرے۔ جس کے سامنے حق واضح اور ظاہر ہو جائے اور وہ اس پر پردہ ڈالے۔ اعرابی اور وہ نوجوان دونوں امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر رہے۔ حتیٰ کہ دونوں جنگ صفین میں شہید کر دیئے گئے۔ کوفی اپنے گھروں میں چلے گئے امیر المومنینؑ کے واقعہ سے ان میں اختلاف پڑ گیا۔ حضرتؑ کے متعلق مختلف باتیں کرنے لگے۔

حضرتؑ کا اُونٹ سے فیصلہ کروانا

(بحذف اسناد) عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر تھا۔ ناگاہ کوفہ کی جامع مسجد میں ایک آواز سنائی دی۔ حضرتؑ نے فرمایا۔ اے عمارؓ ذوالفقار کو لاؤ جو زندگیوں کو قطع کرتی ہے۔ میں ذوالفقار کو حضرتؑ کی خدمت میں لے آیا آپ نے فرمایا۔ اے عمارؓ باہر چلے جاؤ اور اس آدمی کو عورت پر ظلم کرنے سے منع کرو۔ اگر وہ خود باز آگیا تو درست ورنہ میں خود اس کو ذوالفقار کے ذریعہ منع کروں گا۔ عمارؓ کا بیان ہے کہ میں خود باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک مرد اور ایک عورت دونوں اُونٹ کی مہار پکڑے ہوئے ہیں۔ عورت کہتی یہ اُونٹ میرا ہے مرد کہتا ہے یہ اُونٹ میرا ہے۔ میں نے اس مرد سے کہا کہ امیر المومنینؑ تمہیں اس عورت پر ظلم کرنے سے منع فرماتے ہیں۔ اس نے کہا۔ اب علیؑ ایسی باتوں میں مصروف ہیں جن مسلمانوں کو بصرہ کی لڑائی میں قتل کیا تھا۔ اس سے اپنا ہاتھ دھونا چاہتے ہیں۔ میرا اُونٹ چھین کر اس جھوٹی کو دلانا چاہتے ہیں۔ عمارؓ کا بیان ہے کہ میں نے واپس آ کر اپنے آقا کو خبر دی۔ آپ باہر اس

حالت میں تشریف لائے کہ غصّہ آپ کے چہرے پر نمایاں تھا۔ حضرتؑ نے اس شخص سے فرمایا۔ تم پر افسوس ہے۔ اس عورت کے اُونٹ کو چھوڑ دے۔ وہ عرض کرنے لگا۔ یہ اُونٹ میرا ہے۔ امیرالمومنینؑ نے فرمایا۔ اے لعین تو جھوٹا ہے۔ اس شخص نے کہا اے علیؑ اس بات کا کون گواہ ہے کہ یہ اونٹ اس عورت کا ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا۔ ایسا شخص گواہ ہے جس کو کوفہ والوں میں سے کوئی بھی نہیں جھٹلا سکتا۔ اس شخص نے کہا اگر سچے آدمی نے گواہی دے دی تو مَیں اُونٹ اس عورت کے سپرد کر دوں گا۔ حضرتؑ نے فرمایا۔ اے اُونٹ تو کس کی ملکیت ہے۔ اُونٹ نے فصیح زبان میں عرض کی۔ اے امیرالمومنینؑ، اے سیدالوصیینؑ مَیں اس عورت کی ملکیت میں تقریباً دس سال سے ہوں۔ آپ نے عورت سے فرمایا اپنے اُونٹ کو پکڑ لو۔

آگ کا شیعہ پر اثر نہ ہونا

(بحذف اسناد) عمارؓ بن یاسرؓ سے روایت ہے۔ امیرالمومنین دارالقضاء میں تشریف فرما تھے۔ ایک شخص جس کا نام صفوان بن الکمل تھا۔ کھڑا ہو کر عرض کرنے لگا۔ مَیں آپ کا شیعہ ہوں۔ مَیں گنہگار ہوں اور چاہتا ہوں کہ آپ مجھے دنیا میں گناہوں سے پاک کر دیں۔ جب میں آخرت کی طرف کوچ کر جاؤں تو مجھ پر کوئی گناہ نہ ہو۔

حضرت علیؑ : اپنا سب سے بڑا گناہ بیان کیجیے۔

صفوان : مَیں بچوں سے لواطت کرتا ہوں۔

حضرت علیؑ : تمہیں کون سی سزا منظور ہے۔ تلوار کی ضرب یا تم پر دیوار گرا دوں یا تمہیں آگ میں جلا دوں۔ یہ سزا اس شخص کی ہے جس نے تم جیسا ارتکاب کیا ہو۔

صفوان : میرے آقا مجھے آگ میں جلا دیجیے۔

حضرت علیؑ : عمار لکڑی کی ہزار گٹھ جمع کرو۔ کل اس کو مَیں آگ میں جلا دوں گا۔

حضرتؑ نے صفوان سے فرمایا۔ تم گھر جاؤ گھر والوں سے وصیت کر آؤ۔ صفوان چلا گیا۔ جو لوگوں سے لین دین تھا۔ اس کے متعلق وصیت کی۔ اپنے مال کو اپنی اولاد میں تقسیم کر دیا۔ ہر حق دار کو اس کا حق ادا کیا۔ صفوان نے رات امیرالمومنینؑ کے حجرہ کے دروازے پر بسر کی۔ حضرتؑ کا حجرہ حضرت نوح علیہ السلام کا گھر تھا۔ جو جامع کوفہ کی شرقی جانب واقع تھا۔ امیرالمومنینؑ نے جب نماز ادا فرمائی تو اللہ تعالےٰ نے آپ کے ذریعہ ہمیں ہلاک ہونے سے نجات دلائی۔ حضرت نے فرمایا۔ اے عمارؓ کوفہ میں جا کر ندا کرو کہ آکر دیکھ لیں ہم اپنے شیعہ کو کس طرح آگ میں جلاتے ہیں۔ کوفہ والوں نے کہا۔ علیؑ کے محبان یہ نہیں کہا کرتے کہ علیؑ کے شیعوں اور دوستوں کو آگ نہیں جلاتی۔ یہ شخص علیؑ کا شیعہ ہے اور اس کو آگ جلا دے گی۔ اس لیے علیؑ کی امامت باطل ہو جائے گی۔ امیرالمومنینؑ نے لوگوں کی اس بات کو سن لیا۔ عمارؓ کا بیان ہے کہ حضرتؑ نے اس شخص کو نکالا۔ ایک ہزار لکڑیوں کے گٹھ کے درمیان بٹھا دیا گیا۔ آگ جلانے کے لیے اُسے چقماق اور گندھک دے دی گئی۔ حضرتؑ نے اس شخص سے فرمایا۔ آگ لگاؤ اپنے آپ کو جلا دو۔ اگر تو علیؑ کا شیعہ ہے۔ میری معرفت رکھتا ہے تو آگ تمہیں مس نہیں کرے گی۔ اگر تم علیؑ کے جھوٹے مخالفین میں سے ہو تو آگ تمہارے گوشت کو کھا جائے گی اور تمہاری ہڈیاں توڑ دے گی۔ اس آدمی نے لکڑیوں کو آگ لگائی۔ وہ شخص کتان کے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ کپڑوں کو نہ آگ لگی اور نہ ہی دھواں نزدیک بھٹکا۔ امامؑ نے فرمایا۔ خدا کی قسم نافرمان جھوٹے ہیں۔ کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہیں۔ صاف گھاٹے میں ہیں۔ پھر فرمایا۔ میں بہشت اور دوزخ کا تقسیم کرنے والا ہوں۔ میرے حق میں اس بات کی رسول اللہؐ نے بہت سے مقامات پر

وضاحت کی ہے۔ آپ کے متعلق عامر بن ثعلبہ کے یہ اشعار ہیں۔

عَلِیٌّ حُبُّهُ جُنَّةٌ   قَسِیمُ النَّارِ وَالجَنَّة

علیؑ کی محبت ڈھال ہے آپ دوزخ اور بہشت کی تقسیم کرنیوالے ہیں

وَصِیُّ المُصطَفٰی حَقًّا   اِمَامُ الاِنسِ وَالجِنَّة

محمد مصطفےٰؐ کے سچے وصی ہیں انسانوں اور جنوں کے امام ہیں۔

وہ پتھر تلاش کرنا جس پر انبیاءؑ کے نام کندہ تھے

(بحذف اسناد) عمارؓ سے روایت ہے کہ میں امیرالمومنینؑ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ کوفہ سے باہر روانہ ہوئے۔ اس علاقہ کو طے فرمایا جس کو بجلہ کہتے ہیں۔ جو کوفہ سے دو فرسخ کی مسافت پر ہے۔ بجلہ کے پچاس یہودی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے۔ علی بن ابی طالبؑ آپ امام ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا ایسا ہی ہے۔ انہوں نے کہا ہمارے پاس ایک پتھر تھا جس پر چھ انبیاءؑ کے نام تحریر تھے ہم لوگ اس پتھر کی تلاش میں ہیں لیکن وہ ہمیں کہیں دستیاب نہیں ہوتا۔ اگر آپ امام ہیں تو ہمیں وہ پتھر تلاش کر دیں۔ حضرتؑ نے فرمایا۔ میرے ساتھ چلے آؤ۔ عمارؓ نے کہا وہ لوگ امیرالمومنینؑ کے پیچھے چلتے رہے، حتیٰ کہ خشکی کے ایسے مقام پر وارد ہوئے جہاں ریت کا ایک بہت بڑا پہاڑ موجود تھا۔ حضرتؑ نے فرمایا۔ اے ہوا اس ریت کو پتھر سے اڑا دے۔ ایک گھنٹہ کے اندر ریت اڑ گئی اور پتھر ظاہر ہو گیا۔ حضرتؑ نے فرمایا، یہ تمہارا پتھر ہے۔ ان لوگوں نے کہا، ہم نے سنا ہے کہ اس پتھر پر چھ انبیاءؑ کے نام کندہ ہیں۔ لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس پر وہ نام موجود نہیں ہیں جن کو ہم نے اپنی کتاب میں پڑھا۔ اور سنا ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا۔ نام اس پر اس طرح موجود ہیں جس طرح یہ زمین

پر موجود تھا اس کو الٹو۔ ایک ہزار آدمیوں نے اس کو الٹنے کی کوشش کی لیکن اس کو الٹ نہ سکے۔ حضرتؑ نے فرمایا۔ الگ ہو جاؤ۔ آپ نے ہاتھ بڑھا کر پتھر کو الٹ دیا۔ آپ گھوڑے پر سوار تھے۔ انہوں نے چھ انبیاءؑ کے ناموں کو موجود پایا۔ جو صاحب شریعت ہیں۔ وہ حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسےٰؑ، حضرت عیسےٰؑ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ یہودیوں کے گروہ نے کہا، ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے رسول ہیں اور آپ امیرالمومنینؑ سیدالوصیینؑ اللہ تعالےٰ کی زمین پر حجت اللہ ہیں۔

مَن عَرَفَكَ سَعَدَ وَنَجَا وَمَن خَلَفَكَ ضَلَّ غَوَی وَاِلَی الجَحِیم هَوٰی۔

جس نے آپ کو پہچانا۔ نیک بخت ہوا اور نجات پا گیا۔ جس نے آپ کی مخالفت کی وہ گمراہ ہو کر جہنم میں گرا۔ آپ کے فضائل شمار کرنے سے زیادہ ہیں۔ اور آپ کے احسانات ان گنت ہیں۔

حضرتؑ کا شیطان کے پڑپوتے کو قتل کرنا

(بحذف اسناد) حذیفہؓ بن یمان راوی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا۔ ناگاہ ہمیں ایک بہت بڑی آواز سنائی دی۔ رسول اللہؐ نے فرمایا، دیکھو تم پر کون سی مصیبت نازل ہوئی ہے۔ ہم مدینہ کے باہر گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ چالیس آدمی چالیس اونٹوں پر سوار ہیں، ہر ایک موتیوں کی چادر اوڑھے ہوئے ہے، ہر ایک کے سر پر قیمتی جواہر سے مرصع چادر پڑی ہوئی ہے۔ ان کے آگے بے ریش نوجوان چاند کے ٹکڑے کی مانند یہ آواز دیتے ہوئے۔ خبردار! خبردار! ڈرو! ڈرو! حضرت محمدؐ کی طرف جو اللہ تعالےٰ کے منتخب اور تمام کائنات کی طرف مبعوث کیے گئے ہیں۔ حذیفہؓ کا بیان ہے، ہیں رسول اللہؐ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں واپس آیا۔ اور آپ سے تمام واقعہ بیان کیا۔
آپ نے فرمایا۔ اے حذیفہؓ حجرہ میں تکلیف دور کرنے والے، عرب کو شکست دینے
والے، غیرت کے مجسمہ بڑے عالم۔ بڑے صابر جس کا نام تورات، زبور اور انجیل
میں مذکور ہے کے پاس چلے جاؤ۔ حذیفہؓ کا کہنا ہے کہ میں جلدی جلدی اپنے آقا
علی علیہ السلام کے حجرہ میں حاضر ہوا۔ میں حضرتؑ نے فرمایا۔ اے حذیفہؓ تم مجھے اس
قوم کے متعلق آگاہ کرنے آئے ہو، جن کو میں ان کی پیدائش اور خلقت کے
وقت سے جانتا ہوں، حضرت وہاں سے تشریف لائے اور میں آپ کے پیچھے
پیچھے جارہا تھا، آپ مسجد میں داخل ہوئے۔ وہ لوگ رسول اللہ صلعم کو گھیرے
ہوئے تھے، جب حضرتؑ کو دیکھا تو آپ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے۔ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ جاؤ۔ جب وہ بیٹھ گئے تو
ایک بے ریش نوجوان کھڑے ہو کر کہنے لگا۔ "تم میں وہ کون ہے جب تاریکی پھیل
جاتی ہے تو عبادت خدا میں جم کر مشغول ہو جاتا ہے، تم میں سے بتوں کی عبادت
سے منزہ کون ہے۔ اللہ تعالےٰ نے جب اس کو تمام امت کا ولی بنایا تھا تو
اس نے اللہ تعالےٰ کا شکریہ ادا کیا تھا، عورتوں کا پردہ پوش کون ہے شمشیر
اور نیزہ زنی کے وقت کون صابر ہے، بہادروں کا قاتل، مضبوط قلعوں کو منہدم
کرنے والا، تمام جنوں اور انسانوں کا سردار محمد مصطفےٰ کا بھائی جنگ صفین میں
لڑنے والوں کو چن چن کر قتل کرنے والا۔ سچے رسولؐ کی زبان آپ کا ناطق وصی
ابوطالب کا فرزند اور ظالمین کی تاک میں بیٹھنے والا کون ہے۔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے علیؑ اس نوجوان کو جواب دو۔ اور اس
کی حاجت پوری کرو۔ امیرالمومنینؑ نے فرمایا۔ اے نوجوان وہ میں ہوں میرے
قریب آجاؤ۔ میں تیری حاجت روائی کروں گا، تم اپنی ضرورت بیان کرو، میں
تمہاری ضرور مدد کروں گا، تاکہ تمام مسلمان جان لیں کہ میں ہی نجات کی کشتی ہوں
میں ہی اعصاءِ موسےٰ ہوں، کلمہ کبریٰ میں ہوں، بناء عظیم میں ہوں، جس پر

لوگ اختلاف کرتے ہیں اور صراط مستقیم میں ہوں۔ اگر کوئی اس سے انکار کرے
تو دوزخ میں گرتا ہے۔ نوجوان نے عرض کی میرے ساتھ میرا بھائی ہے جو شکار
کا بے حد شائق تھا۔ ایک روز شکار کی غرض سے باہر چلا گیا تھا۔ دس جنگلی گائیوں
کا پیچھا کیا، ان میں سے ایک کو تیر مار کر گرا لیا۔ اس وقت سے اس کا نصف حصّہ
مفلوج ہو گیا ہے۔ اس کا بولنا بند ہو گیا ہے۔ صرف اشارے سے بات کرتا ہے
اے مدینہ والو! ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہارا ساتھی (رسول اللہؐ) اس تکلیف کو
دور کر سکتے ہیں۔ میرا نام محتاج بن حلاحل بن ابو غضب بن سعد بن مقنع بن
عملاق بن ذاہل بن صعب ہے۔ ہم قوم عاد کی نسل سے ہیں۔ بتوں کی پوجا کرتے
ہیں اور جوا کھیلتے ہیں۔ (اے علیؑ) اگر تمہارے ساتھی نے میرے بھائی کو درست
کر دیا، تو ہم اس کے ہاتھ پر ایمان لائیں گے۔ ہماری تعداد نوے ہزار ہے۔
ہم جنگ جوئی، بہادری، قوت اور شدت میں مشہور ہیں، ہمارے پاس
موتیوں اور جواہرات کی کانیں ہیں۔ ہمارے پاس ریشم سونا، چاندی، گھوڑے
اور اونٹ عام ہیں، ہمارے پاس لمبے نیزے اور عمدہ سواریاں ہیں۔ ہم
لڑائی میں آگے بڑھنے والے اور خونخوار ہیں۔ ہماری کلائیاں مضبوط ہیں۔
ہماری تلواریں تیز ہیں۔ جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ میں نے آپ سے
بیان کر دیا ہے۔

امیرالمومنینؑ نے فرمایا۔ اے نوجوان! تمہارا بھائی کہاں ہے؟ نوجوان
نے عرض کیا۔ ہودج میں ہے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوگا۔ حضرتؑ نے
فرمایا جب تمہارا بھائی آئے گا تو میں اس کے دکھ کو دور کر دوں گا۔ اسی
دوران میں ایک بڑھیا محمل میں اونٹ سوار حاضر ہوئی۔ بڑھیا نے محمل کو مسجد
کے دروازے کے قریب اتار دیا۔ نوجوان نے حضرتؑ سے عرض کی۔ اے علیؑ
میرے بھائی آگئے ہیں، امیرالمومنینؑ قیام فرما ہوئے۔ محمل کے قریب جا کر دیکھا۔
کہ اس میں خوبصورت نوجوان موجود ہے۔ جب حضرتؑ نے اس کو دیکھا تو

وہ نوجوان رو پڑا۔ اور دھیمی آواز سے عرض کرنے لگا اے مدینہ والو! تم ہی ہمارا
سہارا اور فریاد رس ہو۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا۔ آج رات جنت البقیع آ جانا۔
تو وہاں علیؑ سے عجیب وغریب چیزیں ملاحظہ کرو گے۔ حذیفہ کا بیان ہے، کہ
لوگ عصر سے لے کر رات تک جنت البقیع میں جمع ہوتے رہے۔ پھر امیر المومنینؑ
بقیع میں تشریف لائے۔ فرمایا میرے ساتھ چلے آؤ۔ لوگ حضرتؑ کے ساتھ چلتے
رہے۔ اسی دوران میں دو آگ الگ الگ دکھائی دیے۔ ایک قلیل تھا دوسرا
کثیر۔ حضرت تھوڑی آگ کے اندر چلے گئے۔ حذیفہؓ کا بیان ہے کہ ہم اس آگ
سے بجلی کی کڑک کی مانند گرج سنتے رہے۔ حضرتؑ نے تھوڑی آگ کو بڑی آگ
پہ دے مارا۔ اور اس میں داخل ہو گئے۔ ہم لوگ دور سے دونوں آگوں کی
طرف دیکھتے رہے۔ حتیٰ کہ صبح نمودار ہوئی۔ حضرتؑ اس آگ سے باہر تشریف
لائے۔ حالانکہ ہم لوگ حضرتؑ کی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے۔ آپ کے
ہاتھ میں ایک سر تھا جو ہر طرف سے گیارہ انگشت تھا۔ اور اس کے ماتھے پر
صرف ایک آنکھ تھی۔ حضرتؑ اس سر کو لیے اس محل کی طرف تشریف لائے۔
جہاں نوجوان موجود تھا۔ آپ نے آتے ہی فرمایا۔ اے نوجوان اُٹھو اب تمہیں
کوئی خوف نہیں ہے۔ نوجوان اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے دونوں ہاتھ اور پاؤں
بالکل ٹھیک تھے۔ نوجوان حضرتؑ کے پاؤں پر گر پڑا۔ اور چومنے لگا۔ اس کے
ساتھ جتنے لوگ تھے۔ سب کے سب مشرف بااسلام ہوئے۔ لوگ اس قدر
حیران تھے کہ بات تک نہ کر سکتے تھے۔

آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے۔ اے لوگو! یہ سر عمرو بن اخیل
بن اقلیس بن ابلیس کا تھا۔ یہ بارہ جنوں کے ٹولے کے ساتھ نوجوان کو جس مصیبت
میں گرفتار کر گیا تھا۔ وہ واضح ہے، میں نے ان جنات سے اس اسم کے ذریعے لڑ
کر ان کو قتل کیا ہے جو اسم حضرت موسیٰؑ کے عصا پہ تحریر تھا جس اسم کے ذریعے
حضرت موسیٰؑ نے عصا مار کر سمندر کے بارہ راستے بنائے تھے۔ یہ جن تمام کے تمام

مر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور محمد کے وصی علی
علیہ السلام کی رسی مضبوط پکڑو۔

عمارؓ کو جابین کی سیر کرانا

ابوجعفر تمار راوی ہیں کہ میں امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور
مسلمانوں کے درمیان بیٹھ گیا۔ حضرتؑ جب احکامات سے فارغ ہوئے، تو
ایک نوجوان حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کہنے لگا اے ابوترابؑ! میں آپ کے
پاس ایلچی بن کر آیا ہوں۔ میری بات کان لگا کر سماعت فرمائیے۔ ذہن کو میری
طرف متوجہ فرمائیے، اپنے سامنے نظر کریں، اپنے متعلق غور کیجیے۔ کہیں آپ بڑی
مصیبت میں نہ پھنس جائیں۔ میں آپ کے پاس ایسے شخص کا خط لایا ہوں جس
کے سامنے پہاڑ سرنگوں ہیں اور بہادر جھک گئے ہیں۔ وہ ایسا انسان ہے جس
نے کتابِ خدا کو اوّل سے لے کر آخر تک حفظ کیا ہوا ہے۔ فیصلہ جات اور احکامات
کا عالم ہے۔ اس کا کلام تمہارے کلام سے زیادہ بلیغ ہے اور تم سے زیادہ خلافت
کا حقدار ہے۔ جواب کے لیے تیار ہو جائیے۔ الٹی سیدھی باتیں نہ کریں۔ باطل اور
گمراہ کن باتیں ہم لوگوں پر اثر نہیں کرتیں۔ امیر المومنین علیہ السلام کے چہرہ مبارک
پر غضب کے آثار نمودار ہوئے۔ آپ عمارؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے۔ اپنے
اونٹ پر سوار ہو کر قبائل کوفہ کے پاس جاؤ اور انہیں کہو کہ تمہیں علیؑ بلاتے ہیں
تاکہ تم حق اور باطل، حلال و حرام میں تمیز کر سکو۔ یثیم[1] کا بیان ہے کہ عمارؓ سوار
ہو کر روانہ ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ علیؑ کے کہنے پر عرب اللہ تعالیٰ

---

[1] یثیم حضرت علیؑ کے خاص صحابی ہیں۔ ابن زیاد نے آپ کو قتل کر کے کھجور
پر لٹکوا دیا تھا۔ آپ کا مزار مسجد کوفہ کے نزدیک ہے مزار کے صحن میں
کھجوریں موجود ہیں۔ ۱۲ منہ

کی اس آیت کے کے مصداق جمع ہو گئے۔

اِنْ کَانَتْ اِلَّا صَیْحَۃً وَّاحِدَۃً فَاِذَا ھُمْ جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ۔

جامع کوفہ میں بیٹھنے کی گنجائش نہ رہی۔ لوگوں نے اس طرح گھیر لیا جس طرح مکڑی اپنے موسم میں کھیت کی ٹہنیوں کو گھیر لیتی ہے۔ بڑے پرہیزگار عالم اور اپنے پہلو میں بے پایاں علم رکھنے والے یعنی حضرت علیؑ منبر پر تشریف لے گئے پھر آپ نے کھنگارا، لوگ خاموش ہو گئے۔ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے میری بات کو سنا اور اسے یاد رکھا۔ میری طرف باحیا آنکھوں سے دیکھا اے لوگو! معاویہ کا خیال ہے کہ وہ امیر المومنینؑ ہے امام اس وقت امام نہیں ہو سکتا جب تک مردوں کو زندہ نہ کرے یا آسمان سے بارش نہ برسائے یا اپنی مرضی سے ایسی باتیں صادر نہ کرے جس سے اور لوگ عاجز ہوں۔ تم میں وہ لوگ موجود ہیں جو یہ جانتے ہیں کہ میں کلمہ تامہ آیتِ باقیہ حجتِ بالغہ ہوں۔ معاویہ نے میرے پاس ایک ایسا آدمی بھیجا ہے جو جاہلیت عرب کا مجسمہ ہے جس کی گفتگو لمبی اور تیز ہے۔ حالانکہ تم جانتے ہو کہ اگر میں چاہوں تو معاویہ کی ہڈیوں کو پیس کر آٹا بنا دوں، زمین کو اٹھا کر معاویہ کو اس کے اندر دھنس دوں۔ پھر حضرتؑ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان فرمائی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا۔ اپنے دائیں ہاتھ سے فضا کی طرف اشارہ فرمایا۔ فضا میں آواز پیدا ہوئی۔ بادل نمودار ہوا جس نے تمام میدان کو سیراب کر دیا۔ ہم نے بادل سے یہ کہتے سنا۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَسَیِّدَ الْوَصِیِّیْنَ وَیَا اِمَامَ الْمُتَّقِیْنَ وَیَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ۔

اے مومنوں کے سردار۔ اوصیا کے سردار۔ پرہیزگاروں کے امام فریادیوں کے

لہ ایک لمحہ میں تمام کے تمام ہمارے پاس حاضر ہو جائیں گے۔ ۱۲ منہ

فریادرس۔ طلب کرنے والوں کے خزانہ اور رجوع کرنے والوں کے لیے کان۔ تم پر سلام ہو۔

حضرتؑ نے بادل کی طرف اشارہ کیا۔ بادل حضرتؑ کے قریب آگیا۔ میثمؓ کا بیان ہے کہ میں نے تمام لوگوں کو سکرات کے عالم میں دیکھا حضرتؑ قدم مبارک بادل پر رکھ کر سوار ہو گئے اور عمارؓ سے فرمایا میرے ساتھ سوار ہو جاؤ اور کہو۔

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ مَجْرٖیھَا وَمُرْسٰھَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔

اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے جو اس کو چلائے گا اور لنگر انداز کرے گا میرے رب کا راستہ سیدھا ہے۔

عمار بادل پر سوار ہو گئے۔ حضرتؑ اور عمارؓ دونوں ہماری آنکھوں کے سامنے غائب ہو گئے۔ ایک گھنٹہ کے بعد جامع کوفہ پر بادل سایہ کرتے ہوئے پھر واپس آگیا۔ میں نے نگاہ کی تو امیر المومنینؑ قضا کے چبوترے پر قیام فرما تھے، عمارؓ سامنے تھا۔ لوگ آپ کو گھیرا ڈالے ہوئے تھے۔ پھر حضرتؑ اٹھے اور منبر پر تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان فرمانے کے بعد اپنا مشہور خطبہ جو شقشقیہ کے نام سے مشہور ہے بیان فرمایا۔ جب خطبہ سے فارغ ہوئے تو لوگ مضطرب ہو گئے۔ آپ کے متعلق مختلف باتیں کرنے لگے۔ بعض کی اس مشاہدہ کی وجہ سے ایمان اور بصیرت زیادہ ہو گئی اور بعض کا کفر اور گمراہی اور زیادہ ہو گئی۔ عمار کا کہنا ہے کہ بادل ہمیں فضا میں لے کر اُڑا۔ پھر تھوڑی دیر میں ہم ایک بہت بڑے شہر میں پہنچ گئے جس کے ارد گرد بے شمار درخت اور پانی کے چشمے تھے۔ حضرتؑ نے بادل سے فرمایا سیدھے اُترتے جاؤ۔ بادل ہمارے ساتھ اُتر پڑا۔ اب ہم ایک بہت بڑے شہر میں موجود تھے جس میں لوگ بکثرت

جب لوگوں نے حضرتؑ کو دیکھا تو آپ کے گرد جمع ہو گئے۔ آپ سے پناہ حاصل کی۔ حضرتؑ قیام فرما ہوئے۔ ان لوگوں کو ان کی بولی میں وعظ و نصیحت فرمائی۔ فرمایا اے عمارؓ سوار ہو جاؤ۔ میری پیروی کرو۔ جیسا حضرتؑ نے حکم دیا۔ میں نے ویسا ہی کیا۔ ہم اسی وقت جامع کوفہ میں پہنچ گئے تھے۔ جس وقت میں نے حضرتؑ کو پہلے دیکھا تھا۔

عمارؓ کا بیان ہے مجھے امیر المومنینؑ نے فرمایا۔ اے عمارؓ تم اس شہر کو جانتے ہو۔ جہاں ہم لوگ گئے تھے۔ میں نے عرض کی اللہ تعالےٰ یا آپ اے امیر المومنینؑ بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا۔ ہم چین کے ساتویں جزیرے میں تھے۔ جس کا نام اخطب ہے۔ اللہ تعالےٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ آپ پر واجب تھا کہ لوگوں کو نیکی کی طرف دعوت دیں ان میں سے مومنین کو صراطِ مستقیم کی ہدایت کریں۔ اے عمارؓ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا کرو۔ اس نے تم پر بڑا کرم کیا ہے۔ اس راز کو نافہم سے مخفی رکھنا۔ تم سعادت مند رہو گے۔ اللہ تعالےٰ کے اپنی مخلوقات پر کچھ پوشیدہ انعامات ہیں جن کو اللہ تعالےٰ خود جانتا ہے یا اس کا منتخب رسولؐ۔

عجیب واقعہ

شیعہ حضرات نے مختلف طریقوں سے بیان کیا ہے کہ ایک جماعت امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی۔ اے امیر المومنینؑ اللہ تعالےٰ نے آپ کو پوری قوت دی ہے۔ آپ لوگوں کا لشکر لے کر معاویہ کی طرف جہاد کے لیے روانہ ہو جائیں۔ حضرتؑ نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے ان لوگوں کو کفار، منافقین قاسطین اور مارقین کے جہاد سے دور رکھا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی قسم اگر میں چاہوں اپنے اس چھوٹے ہاتھ سے تمہاری دور دراز زمین کو طے کرتے ہوئے ملک شام میں معاویہ کے سینے پر ضرب لگا سکتا ہوں۔ اس کی مونچھوں

کے بال نوچ سکتا ہوں۔ راوی کو تردد واقع ہوا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ یا حضرتؑ نے داڑھی کے بال فرمائے تھے۔ امیر المومنینؑ نے ہاتھ آگے بڑھایا۔ پھر واپس کیا۔ تو اس میں کافی مقدار میں بال موجود تھے۔ لوگ کھڑے ہو گئے اور حضرتؑ کی اس بات پر تعجب کرنے لگے۔ کافی عرصہ کے بعد معلوم ہوا جس روز امیر المومنینؑ نے معاویہ کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا۔ اسی روز معاویہ تخت سے گر پڑا تھا۔ اور بے ہوش ہو گیا تھا۔ جب معاویہ کو ہوش آیا تو اس نے اپنی مونچھوں اور داڑھی میں کچھ بال مفقود پائے۔ راوی کا بیان ہے کہ جب لوگوں نے حضرتؑ کی اس بات پر تعجب کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ کے امر پر تعجب نہ کرو۔ کیونکہ آصف بن برخیا وصی تھا اور اس کے پاس کتاب کا کچھ علم تھا۔ اللہ تعالےٰ نے اس قصے کو اپنی کتاب قرآن میں بیان کیا ہے۔ آصف بن برخیا نے سلیمانؑ کی آنکھ جھپکنے سے پہلے ملکہ بلقیس کے تخت کو سبا کے شہر سے بیت المقدس میں منگوا لیا تھا۔ مجھ میں آصف سے زیادہ قدرت ہے۔ میرے پاس تمام کتاب کا علم ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتَابِ وہ شخص جس کے پاس تمام کتاب کا علم ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اس سے علیؑ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی کو مراد لیا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی قسم اگر میرے لیے مسند بچھا دی جائے اور میں اس پر بیٹھ جاؤں تو تورات والوں کو قرآن سے فتویٰ دوں گا۔ وہ فتویٰ اللہ تعالےٰ کے حکم کے موافق ہو گا۔ حضرتؑ نے اس قسم کا کلام بیشتر مقامات پر ارشاد فرمایا ہے جس کو موافق اور مخالف دونوں نے بیان کیا ہے۔

صیرفی کا مسخ ہونا

جابر بن عبد اللہؓ روایت کرتے ہیں کہ میرا ایک فرزند مشکل بیماری میں مبتلا ہو گیا تھا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض

کی کہ آپ اس کے متعلق دعا فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔
علیؑ سے کہو۔ علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں۔ علیؑ کے متعلق میرے دل میں
تھوڑا سا شک گزر رہا ہے مجھے معلوم ہوا ہے کہ علیؑ قبرستان میں تشریف فرما ہیں۔
میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپ نماز
سے فارغ ہوئے تو میں نے سلام عرض کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سے جو بات ہوئی تھی۔ وہ عرض کی۔ حضرتؑ نے فرمایا۔ ہاں یہ بات درست ہے
آپ کھڑے ہوئے اور کھجور کے نزدیک گئے۔ کھجور وہاں موجود تھی۔ آپؑ نے فرمایا۔
اے کھجور میں کون ہوں۔ جابرؓ کا بیان ہے کہ جس طرح حاملہ عورتیں وضع حمل کے
وقت کراہتیں ہیں۔ اسی طرح کھجور کے کراہنے کی آواز میں نے سنی۔ کھجور کہہ رہی
تھی۔ آپ امیرالمومنینؑ ہیں۔ رب العالمین کے رسولؐ کے وصی ہیں۔ آپ آیت
کبریٰ ہیں اور آپ حجت کبریٰ ہیں۔ یہ کہہ کر کھجور خاموش ہوگئی۔

حضرتؑ میری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے۔ اے جابرؓ اب تمہارے دل سے
شک دور ہوگیا ہے اور تمہارا ذہن صاف ہوگیا ہے جو کچھ تم نے (کھجور سے)
سنا ہے۔ اس کو پوشیدہ رکھنا اور نافہم سے چھپائے رکھنا۔ اسی جابرؓ سے روایت
ہے۔ وہ عمارؓ سے روایت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے کہ
میں اپنے آقا امیرالمومنینؑ کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک آدمی حضرتؑ کی خدمت
میں حاضر ہوا۔ عرض کرنے لگا آپ ہی جائے پناہ اور آپ ہی فریاد رس ہیں
میری وہ تکلیف دور فرمایئے جس نے مجھے بیمار اور دکھ میں مبتلا کر رکھا ہے۔

حضرتؑ نے فرمایا کیا قصہ ہے۔ اس شخص نے کہا۔ ابن علی بن دوالب صیرفی نے
میری عورت چھین لی ہے، یا حضرتؑ میں آپ کا ماننے والا اور پکا شیعہ ہوں۔
آپ نے مجھے فرمایا۔ فاسق اور فاجر کو میرے پاس لاؤ۔ میں اس کو بلانے کے لیے
باہر روانہ ہوا۔ وہ بازار میں اپنے دوستوں سے بات چیت کر رہا تھا۔ اس بازار
کا نام سوق بنی الحاجز تھا۔ میں نے اس سے کہا۔ تمہیں امیرالمومنینؑ بلاتے ہیں۔

وہ یہ کہتے ہوئے اُٹھ کھڑا ہوا کہ جب تقدیر آتی ہے تو تدبیر رخصت ہو جاتی ہے۔
میں نے اسے امیرالمومنینؑ کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا۔ اس وقت امیرالمومنینؑ
کے ہاتھ میں ملوسنج کی چھڑی تھی۔ جب صیرفی حضرتؑ کے سامنے کھڑا ہوا تو یہ کہنے لگا
پوشیدہ باتیں کون جانتا ہے۔ ضمائر کا علم کس کو ہے۔ اوہام کی خبر کس کو ہے۔ یہ
سب باتیں میں جانتا ہوں (اے علیؑ) جو آپ کے سامنے ذلت کی حالت میں کھڑا
ہوا ہے۔

فرمایا او لعین بن لعین زنیم بن زنیم کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ میں آنکھ کی
خیانت اور دل کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ کی زمین پر اس
کے بندوں پر حجت خدا ہوں۔ تم مومنین کی حرمت کی ہتک کرتے ہو۔ اور میری
فوری اور خدا تعالیٰ کی دیر میں آنے والی سزا سے بچ جاؤ گے۔ فرمایا۔ اے عمارؓ
اس کے کپڑے اتار دو۔ میں نے اپنے آقا کے حکم کی تعمیل کی۔ حضرتؑ اس کی
طرف بڑھے اور فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ کو شگافتہ اور روح
کو جان بخشی مومن کا بدلہ میرے سوا کوئی نہیں لے سکتا۔ حضرتؑ نے اپنی چھڑی
کو اس کی تلی کے مقام پر لگاتے ہوئے فرمایا مسخ ہو جاؤ۔ خدا تم پر لعنت کرے۔
ثقہ اور امین عمارؓ کا کہنا ہے کہ خدا کی قسم میں نے اس کو دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے
اس کو کچھوے کی صورت میں مسخ کر دیا تھا۔ حضرتؑ نے اس سے فرمایا کہ تمہارا
ٹھکانا جنگل اور بیابان ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ چالیس دن کے بعد کہیں تمہیں
پانی کا گھونٹ میسر کرے گا، پھر حضرتؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِینَ اعْتَدَوْا مِنْکُمْ فِی البیت فَقُلْنَا لَهُمْ
کُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِینَ ۝ فَجَعَلْنَاهَا نَکَالًا لِمَا بَیْنَ یَدَیْهَا
وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِلْمُتَّقِینَ۔

تم ان لوگوں کو جانتے ہو جو تم میں سے تھے۔ جنہوں نے ہفتہ کے روز
زیادتی کی تھی۔ ہم نے ان سے کہا بندروں کی صورت میں مسخ ہو جاؤ۔ ہم نے

ان کو اس وقت اور آنے والے لوگوں کے لیے عذاب بنایا۔ پرہیزگاروں کے لیے نصیحت ہے۔

عمارؓ کا بیان ہے پھر حضرتؑ نے یہ اشعار پڑھے۔

یقول قلبی لطرفی آنت. کنت الدلیلا　　فقال طرفی لقلبی انت کنت الرسولا

فقلت کفا جمیعًا　　ترکتمانی قتیلا

میرا دل میری آنکھ سے کہتا ہے۔ کیا تم رہنما ہو۔ میری آنکھ میرے دل سے کہتی ہے کیا تم قاصد ہو۔ میں نے دونوں سے کہا ٹھہرو۔ تم دونوں نے مجھے قتل کیا ہے۔

رسولؐ اللہ سے ملاقات

فضل بن عمر روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضرتِ امیر المومنینؑ کو عمر بن خطاب کی کوئی بات معلوم ہوئی، تو حضرتؑ نے سلمانؓ فارسی کو آپ کے پاس روانہ کیا اور کہا۔ کہ اس سے جاکر کہہ دو کہ ہمیں تمہاری ایسی ویسی بات پہنچی اور میں یہ مناسب نہیں سمجھتا کہ میں تمہارے منہ پر تمہارا شکوہ بیان کروں۔ تمہیں چاہیے کہ میرے بارے میں حق بات بیان کیا کرو۔ جب تک مقرر وقت نہیں آجاتا۔ اس وقت تک میں صبر کے گھونٹ پیتا رہوں گا۔ سلمانؓ نے جاکر تمام باتیں کر دیں اور آپ سے شکوہ کیا۔ پھر سلمانؓ نے امیر المومنینؑ کے فضائل و مناقب بیان کیے۔ حضرت عمرؓ نے کہا اے سلمانؓ میں امیر المومنینؑ علیؑ کے عجائب کا معترف ہوں۔ میں آپ کی فضیلت کا منکر نہیں ہوں۔ مگر علیؑ ایسی بات کرتے ہیں۔ جس سے تکبر ٹپکتا ہے اور بغض پیدا ہوتا ہے۔ سلمانؓ نے کہا آپ مجھے اس بات سے آگاہ کریں جو آپ نے حضرت علیؑ سے دیکھی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔ اے ابو عبداللہ ایک روز میں خلوت میں ابن ابی طالب کے ساتھ خمس کے متعلق بات چیت کر رہا تھا۔ اچانک علیؑ میری بات کو ختم کر کے کھڑے ہو گئے اور مجھے فرمایا یہاں بیٹھے رہو۔ میں ابھی آتا ہوں

مجھے ایک ضرورت لاحق ہو گئی ہے۔

آپ بہت جلد واپس اس حالت میں تشریف لائے کہ آپ کے کپڑوں اور جوتوں پر بہت سا گرد و غبار پڑا ہوا تھا۔ میں نے کہا۔ اے علیؑ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فرشتوں کی ایک جماعت مشرق کے ایک شہر کی طرف جا رہی تھی۔ جس کا نام صیحون ہے میں اس لیے چلا گیا تھا۔ تاکہ رسول اللہؐ کی خدمت میں سلام عرض کر سکوں۔ یہ گرد و غبار جلدی چلنے کی وجہ سے ہے۔ میں تعجب کی صورت میں ہنستے ہنستے گر دن کے بل پڑا اور کہا ایک ایسا آدمی جو مر چکا ہے اور جس کا جسم بوسیدہ ہو گیا ہے۔ تم بھی لگتے ہو کہ میں اس سے ملاقات کر کے آرہا ہوں اور اس کو سلام کیا ہے۔ یہ بات تعجب خیز اور ناممکن ہے۔ یہ سن کر آپ نے غصہ کی حالت میں میری طرف دیکھ کر فرمایا۔ اے خطاب کے بیٹے تم میری بات کی تکذیب کرتے ہو۔ میں نے عرض کی آپ ناراض نہ ہوں آپ مجھے دوبارہ بیان کیجیے۔ لیکن یہ بات ناممکن ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اگر میں یہ واقعہ تمہاری آنکھوں سے تمہیں دکھا دوں۔ جس سے تمہارے انکار کی گنجائش تک نہ ہو گی۔ تو پھر تم اپنے کیے کی اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگو گے اور توبہ کرو گے۔ میں نے عرض کی ہاں آپ نے فرمایا۔ اپنی دونوں آنکھیں بند کر لو۔ میں نے دونوں آنکھوں کو بند کر لیا　　آپ نے تین مرتبہ ان پر اپنا ہاتھ پھیرا۔ فرمایا کھول دو۔ میں نے اپنی دونوں آنکھیں کھول دیں۔ اس کے بعد فرمایا۔ اے ابو عبداللہ خدا کی قسم میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ دیکھا۔ میں جس کا قطعاً انکار نہ کر سکا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم میں تعجب میں سرگرداں تھا۔ میں برابر آپ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جب میں آپ کی طرف دیکھ چکا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کیا تم نے رسولؐ اللہ کو دیکھا ہے۔ میں نے عرض کی۔ ہاں! آپ نے فرمایا۔ اچھا اپنی آنکھیں کھول دیں۔ تو کیا دیکھتا ہوں کچھ بھی نہ تھا۔

سلمانؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا۔ کیا اور بھی کوئی چیز علیؑ سے دیکھی ہے۔ آپ نے

کہا. ہاں دیکھی ہے خاص طور پہ تم سے پوشیدہ نہیں رکھوں گا. ایک روز علیؑ مجھے مل گئے. میرے ہاتھ کو پکڑ کر مجھے قبرستان کی طرف لے گئے. ہم لوگ راستے میں آپس میں باتیں کرتے رہے. آپ کے ہاتھ میں کمان تھی. جب ہم گورستان کو طے کر گئے. تو آپ نے کمان کو زمین پر پھینک دیا. وہ کمان حضرت موسیٰؑ کے اژدہا کی مانند ایک بہت بڑا اژدہا بن گئی. اس نے اپنے منہ کو کھول دیا. میرے نگلنے کے لیے میری طرف بڑھا. میں نے جب یہ ماجرا دیکھا تو میری روح پرواز کرنے لگی. میں اس سے بچ کر علیؑ کے پاس چلا گیا. اور عرض کرنے لگا. امان چاہتا ہوں میری کسی بھلائی کو یاد فرمایئے. جب آپ نے میری بات سنی تو بہت ہنسے. اور فرمانے لگے اب تم نرم بات کہتے ہو. ہم اہلؑ بیت کسی کی تھوڑی سی نیکی پر بھی شکر گزار ہو جاتے ہیں. حضرتؑ نے اژدہا کو پکڑ لیا. پھر وہی کمان کی کمان تھی. پھر عمرؓ نے فرمایا اے ابو عبداللہ اس بات کو پوشیدہ رکھنا کسی کو نہ بتانا. اے ابو عبداللہ اس گھرانے کے لوگ بطور میراث کے ان عجائبات کے مالک ہوتے چلے آرہے ہیں. جاہلیت کے زمانے میں عبداللہ اور ابو طالب دونوں اس قسم کی چیزیں لوگوں کو دکھایا کرتے تھے. میں علیؑ کی فضیلت، سبقت، بہادری اور کثرت علم کا منکر نہیں ہوں. آپ علیؑ کے پاس واپس چلے جاؤ. میری طرف سے معذرت اور نیاز مندی عرض کرنا.

حضرت امیرؑ کی اتباع کا حکم

محض شیعہ حضرات نے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ خلافت پر متمکن ہوئے اور لوگوں کو اپنی امامت کی طرف دعوت دی تو حضرت علیؑ نے اپنے آپ کو خلافت کا مستحق قرار دیتے ہوئے آپ سے اپنا حق خلافت جتلایا. اور وہ باتیں بیان فرمائیں جو کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیؑ کے حق میں بہت سے مقامات پر بیان فرمائیں مثلاً رسول اللہؐ نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ علیؑ میرے خلیفہ. میرے

وصی. میرے وزیر. میرے قرض کو ادا کرنے والے اور میرے وعدہ کو پورا کرنے والے ہیں. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حکم دیا تھا. کہ وہ آنحضرتؐ کی زندگی اور آپ کی وفات کے بعد دونوں حالتوں میں امیرالمومنین حضرت علیؑ کی پیروی کیا کریں.

ابو بکر کا جواب یہ تھا کہ میں نے آپ کو خلیفہ تسلیم کر لیا ہے. میں آپ سے بہتر نہیں ہوں. مجھے چھوڑ دو. ابو بکر سے کہا گیا کہ آپ خلافت کو کیوں چھوڑتے ہیں. اس کو اپنے پاس رکھو. خلافت اس جگہ وارد ہو چکی ہے. جہاں اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلعم نے اس کو رکھا تھا. قریش کے دھوکہ میں نہ آیئے. یہ دنیا کے بندے ہیں. حق کو اپنے مقام سے علیحدہ کرنا چاہتے ہیں. ان میں سے بعض تمہارے بعد خلافت کو حاصل کرنا چاہتے ہیں. آپ جواب کے تحریر کرنے میں متردد ہوئے.

امیر علیہ السلام سے خلافت سپرد کرنے کا وعدہ کیا گیا. ایک دن امیرالمومنینؑ نے آپ سے کہا. کیا تم نے رسول اللہؐ کو نہیں دیکھا کہ آپ نے تمہیں پیروی کرنے کا حکم دیا ہے کہ تم خلافت کو میرے سپرد کر دو. کیا تم نے رسول اللہؐ کی اس بات کو قبول نہیں کیا؟ ابو بکر آپ کی اس بات پہ تعجب کرتے ہوئے ہنس پڑے اور کہا ہاں ایسا ہی ہے. امیرالمومنینؑ ابو بکر کے ہاتھ کو پکڑ کر مدینہ کی مسجد قبا میں لے گئے وہاں آپ کو رسول اللہؐ دکھایا. جو ابو بکرؓ سے فرما رہے تھے. اے ابو بکرؓ وہ بات بھول گئے جو علیؑ کے متعلق کہی تھی. خلافت علیؑ کے سپرد کر دو. آپ کی اتباع کرو. مخالفت نہ کرو. جب ابو بکر نے یہ بات سنی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آنکھ سے اوجھل ہو گئے. آپ مبہوت اور متحیر رہ گئے. ندامت کے ساتھ آپ نے پکا ارادہ کر لیا کہ خلافت علیؑ کے سپرد کر دیں. مگر ثانی نے مداخلت کی اور بات بیان کی جس کو اصحاب حدیث نے تحریر کیا. یہ جگہ اس بات کے بیان کی نہیں ہے. اس کتاب کی تالیف محض علیؑ کے معجزات اور براہین پر موقوف ہے رسُلیم قیس ہلالی صاحب.

امیرالمومنینؑ کی ڈائری ملاحظہ فرمائیں جو سقیفہ کے حالات کی مفصل رپورٹ ہے جس کا اردو ترجمہ مکتبۃ الساجد ۸۵ شمس آباد کالونی ملتان نے شائع کیا ہے۔

غطرفہ جن کا قصہ

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابطح میں تشریف فرما تھے۔ آپ کے پاس آپ کے اصحاب کی ایک جماعت موجود تھی۔ آپ ہم سے باتیں فرما رہے تھے۔ ہم نے دیکھا کہ ہوا کا بگولہ بلند ہوا۔ گرد وغبار بلند ہونا شروع ہوا۔ جوں جوں بگولہ قریب آتا جا رہا تھا توں توں غبار زیادہ بلند ہو رہا تھا۔ بگولا رسولؐ اللہ کے سامنے آ کر رُک گیا۔ اس بگولہ سے ایک شخص باہر نکلا اور کہنے لگا۔ اے اللہ کے رسولؐ میں اپنی قوم کا قاصد بن کر آپ کی خدمت میں پناہ طلب کرنے حاضر ہوا ہوں۔ ہمیں پناہ عنایت کیجیے اور اپنا ایک ایلچی ہمارے ساتھ روانہ فرمایئے جو میری قوم کے پاس جا کر ہمارے درمیان حکم خدا اور کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرے۔ کیونکہ بعض حضرات نے ہم پر بغاوت کی ہے۔ آپ کے قاصد کو کل صبح تک صحیح وسالم اگر خدانخواستہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حادثہ پیش نہ آیا تو واپس کر دیں گے۔ مجھ سے بے شک سخت عہد وپیمان لے لیجیے۔

رسول اللہؐ نے فرمایا تم کون ہو۔ تمہاری قوم کا کیا نام ہے؟ اس نے عرض کی میرا نام غطرفہ بن شمراخ ہے۔ میں بنو نجاح کا ایک فرد ہوں۔ میں خود اور میری قوم اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی باتیں فرشتوں سے سن کر لوگوں میں گمراہی پھیلاتے تھے۔ جب اس بات سے روک دیئے گئے تو ہم نے اس بات کو تسلیم کر لیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسولؐ بنا کر مبعوث کیا تو ہم آپ پر ایمان لائے ہیں جو بات آپ نے بتائی ہے ہم نے اس کی تصدیق کی ہے۔ کچھ لوگوں نے ہماری مخالفت کی ہے اسی وجہ سے ہمارے اور ان کے درمیان اختلاف ہو گیا ہے اور وہ ہم

سے تعداد اور قوت میں زیادہ ہیں۔ انہوں نے ہمارے چشموں اور چراگاہوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ ہمیں نقصان پہنچاتے ہیں (اے اللہ تعالیٰ کے رسولؐ) میرے ساتھ ایک اپنا آدمی روانہ فرمایئے جو ہمارے درمیان عدل وانصاف سے فیصلہ صادر کر دے۔ رسولؐ اللہ نے غطرفہ سے فرمایا۔ تم اپنے چہرے سے نقاب اُلٹو، تاکہ ہم تمہیں تمہاری اصلی شکل میں دیکھ سکیں۔ سلمانؓ کا بیان ہے کہ اس نے اپنی اصل صورت ظاہر کی، ہم نے اس کو ایک ایسے شخص کی صورت میں دیکھا جس پر بہت سے بال تھے۔ سر لمبا تھا۔ آنکھیں چوڑی تھیں۔ اس کی دونوں آنکھیں پیشانی پر تھیں جس کے حلقے کوتاہ تھے۔ اس کے دانت پھاڑنے والے جانوروں کی طرح تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غطرفہ سے اس بات کا عہد لیا کہ جو شخص اس کے ساتھ روانہ کیا جائے اس کو کل تک واپس کر دے۔ اس سے فارغ ہونے کے بعد رسولؐ اللہ ابوبکرؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے، تم میرے بھائی غطرفہ کے ساتھ چلے جاؤ اور ان کے معاملہ کی چھان بین کر کے انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دینا۔ ابوبکر نے عرض کی یا رسولؐ اللہ یہ لوگ کہاں رہتے ہیں۔ فرمایا زمین کے نیچے رہتے ہیں۔ ابوبکر نے عرض کی میں زمین کے اندر کیسے چلا جاؤں گا میں ان کے درمیان کیسے فیصلہ کر سکتا ہوں، میں ان کی زبان کو نہیں جانتا۔ پھر رسولؐ اللہ عمرؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ تم چلے جاؤ۔ اس نے بھی وہی جواب دیا۔ جو ابوبکرؓ نے دیا تھا۔ پھر رسولؐ اللہ عثمان کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس نے بھی وہی بات کہی جو دونوں نے بیان فرمائی تھی۔ پھر رسول اللہؐ نے علیؑ کو طلب فرمایا اے علیؑ میرے بھائی غطرفہ کے ساتھ چلے جاؤ۔ اس کی قوم کے پاس جا کر چھان بین کرو اور ان کے درمیان صحیح فیصلہ کرو۔ امیرالمومنینؑ تلوار لگا کر غطرفہ کے ساتھ چل دیئے۔ سلمانؓ کا بیان ہے۔ میں ان دونوں کے پیچھے چلتا رہا۔ حضرتؑ ایک وادی کے درمیان پہنچ گئے۔ تو حضرتؑ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا اے ابوعبداللہ

اللہ تعالےٰ تیری کوشش کا شکر گزار ہے۔ اب تم واپس چلے جاؤ، سلمانؓ کا بیان ہے۔ میں رُک گیا۔ دونوں کو دیکھتا رہا۔ زمین شگافتہ ہو گئی۔ اور دونوں زمین کے اندر چلے گئے۔ زمین پہلے کی طرح جڑ گئی۔ میں واپس روانہ ہو گیا۔

لیکن میرا دل امیرالمومنینؑ کی ہلاکت کے خوف سے حسرت اور یاس میں مبتلا تھا۔ اللہ تعالےٰ اس کے متعلق بہتر جانتا ہے۔ رسول اللہؐ نے صبح کے وقت لوگوں کو نماز پڑھائی اور کوہ صفا پر آ کر تشریف فرما ہو گئے۔ آپ کے اصحاب نے بھی آ کر آپ کو گھیر لیا۔ امیرالمومنینؑ کے آنے میں تاخیر ہو گئی تھی۔ دن بلند ہو چکا تھا باتیں بہت ہونے لگیں (کہ علیؑ کہاں گئے) سورج زوال پذیر ہو گیا۔ لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ جن نے رسول اللہؐ کو دھوکا دیا ہے۔ ہمیں اللہ تعالےٰ نے ابو ترابؑ سے چھٹکارا دیا ہے اپنے ابن عم کی وجہ سے جو فخریہ باتیں ہم سے کرتے تھے۔ وہ بھی ختم ہو گئیں۔ (یہ باتیں منافقین کر رہے تھے) لوگوں نے کئی قسم کی باتیں کہنی شروع کر دی تھیں رسول اللہؐ نے ظہر کی نماز ادا فرمائی۔ رسول اللہؐ اپنی جگہ پر تشریف لا کر کوہ صفا پر قیام فرما ہوئے۔ آپ کے اصحاب باتوں میں منہمک ہو گئے۔ عصر کی نماز کا وقت آ گیا۔ اکثر لوگ امیرالمومنینؑ کی زندگی سے مایوسی کا اظہار کرنے لگے۔ رسول اللہؐ نے عصر کی نماز ادا فرمائی، پھر آ کر کوہ صفا پر تشریف فرما ہوئے۔ امیرالمومنینؑ کے متعلق لوگوں کو فکر ہوا۔ منافقین کی طعنہ بازی کھلم کھلا ہونے لگی۔ سورج ڈوبنے کے قریب ہو گیا لوگوں کو امیرالمومنینؑ کی ہلاکت کا یقین ہو گیا۔ اسی اثنا میں کوہ صفا شگافتہ ہوا اور امیرالمومنینؑ نمودار ہوئے۔ آپ کی تلوار سے خون کے قطرے ٹپک رہے تھے، اور اور عطرفہ جن بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ رسول اللہؐ نے آگے بڑھ کر علیؑ کی دونوں آنکھوں اور پیشانی کا بوسہ لیا۔ فرمایا (اے علیؑ) اس وقت تک آپکو کس نے روک لیا تھا؟

حضرت علیؑ نے عرض کی (یا رسول اللہ) جن جنات کی طرف میں گیا تھا ان کی تعداد بہت تھی۔ عطرفہ پر اس کی قوم کے ان لوگوں نے بغاوت کر دی تھی جو منافق تھے۔ میں نے انہیں تین باتوں کی دعوت دی۔ لیکن انہوں نے اس بات سے انکار

کر دیا۔ میں انہیں اللہ تعالےٰ پر ایمان لانے اور آپ کی نبوت کی دعوت دی۔ لیکن انہوں نے ماننے سے انکار کر دیا۔ میں نے انہیں جزیہ ادا کرنے کو کہا۔ اس کا بھی انہوں نے انکار کر دیا۔ بعض چراگاہیں، چشمے عطرفہ اور اس کی قوم کے تھے، ان کی واپسی کے متعلق ان سے کہا۔ ان سب باتوں کا انہوں نے انکار کر دیا۔ تب میں نے تلوار کے ذریعے ان سے جہاد شروع کر دیا۔ اسّی ہزار سے زیادہ قتل کر دیئے جب انہوں نے دیکھا کہ بھاگنے کی کوئی صورت نہیں تو امان اور صلح پر آمادہ ہو گئے۔ پھر ایمان لا کر آپس میں بھائی بھائی ہو گئے۔ اس وقت تک ان میں جتنے جھگڑے تھے وہ سب ختم ہو گئے ہیں۔ عطرفہ عرض کرنے لگا۔ ہماری طرف سے رسول اللہؐ اور امیرالمومنینؑ کو اللہ تعالےٰ بہترین بدلہ دے۔

ایک ناصبی کا کُتّے کی شکل میں تبدیل ہو جانا

عبادہ بن صہیب کا بیان ہے کہ مجھے اعمش نے بتایا۔ اعمش کا کہنا ہے کہ میں مسجد الحرام میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں ایک شخص کو دیکھا۔ جو نماز میں مشغول تھا۔ اس نے نماز میں طول دیا۔ پھر خوبصورت دعا میں مشغول ہو گیا۔ کہا "اے میرے رب میرا گناہ بہت بڑا ہے تو اس سے بڑا ہے اے بڑے یہ بڑا گناہ تو ہی بخش سکتا ہے پھر وہ شخص زمین پر گر کر استغفار کر رہا تھا اور رو رہا تھا۔ رونے میں سسکیاں بھرتا تھا۔ میں سن رہا تھا اور میں ارادہ کر رہا تھا کہ جب وہ سجدہ تمام کر کے سر کو اٹھائے تو اس سے بات چیت کر کے اس کے بڑے گناہ کے متعلق پوچھوں جب اس نے سجدے سے سر اٹھایا تو میں نے اس کی طرف دیکھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ اس کا چہرہ کُتّے کے چہرے کی طرح ہے۔ اس کے بال کُتّے کے بالوں کی طرح ہیں۔ باقی بدن انسان کے بدن کی طرح ہے۔ میں نے تب اس سے کہا۔ اے اللہ کے بندے وہ کون سا گناہ ہے جو تم نے کیا ہے جس کی وجہ سے تمہاری صورت مسخ ہو گئی ہے۔ وہ کہنے لگا اے شخص میرا گناہ بہت بڑا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ اس کو کوئی اور شخص سُنے

وہ برابر اس بات کی رٹ لگاتا رہا۔ کہا، میں ناصبی تھا۔ علی بن ابی طالبؑ سے بغض رکھتا تھا۔ اس بغض کو پوشیدہ نہیں رکھتا تھا۔ بلکہ برملا کہتا تھا۔ ایک دن میں امیرؑ المومنین کو ناسزا بات کہہ رہا تھا۔ اتنے میں ایک شخص میرے پاس سے گزرا۔ اس نے کہا۔ اے شخص تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالےٰ تمہیں آخرت سے پہلے اسی دنیا میں مسخ کر دے گا تاکہ دنیا میں تمہاری خوب شہرت ہو۔ اس رات کو میں سویا تو اللہ تعالےٰ نے میرے چہرہ کو کتے کی صورت میں تبدیل کر دیا۔ میں اپنے کیے پر پچھتایا اور اللہ تعالےٰ سے توبہ کی اور اللہ تعالےٰ سے معافی اور بخشش طلب کرتا ہوں۔ اعمش کا بیان ہے۔ میں حیران رہ گیا۔ میں یہ واقعہ لوگوں سے بیان کرتا رہا ہوں۔ اس واقعہ کو ماننے والے تھوڑے ہیں اور جھٹلانے والے بہت ہیں۔

حضرتؑ کا سبز درخت سے آگ پیدا کرنا

ابوذر غفاریؓ جس کا نام جندب بن جنادہ ہے سے روایت ہے کہ میں ایک جنگ میں رسول اللہ صلعم کے ساتھ تھا جب رات کا وقت ہوا تو سخت ٹھنڈی ہوا چلی آسمان پہ بادل چھا کر برسنے لگے۔ آدھی رات کو حضرت عمر بن خطاب تشریف لائے۔ رسول اللہ صلعم کی خدمت حاضر ہو کر عرض کرنے لگے۔ لوگ سردی میں مبتلا ہیں۔ ان کے دست پناہ اور چقماق بھیگ گئے۔ آگ جلانے کی کوئی چیز نہیں ہے سخت سردی کے باعث لوگ ہلاکت کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ رسولؐ کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے۔ اے علیؑ اٹھو، اور ان لوگوں کیلئے آگ مہیا کرو۔ حضرتؑ قیام فرما ہوئے۔ ۔ ایک سبز درخت کی ٹہنیوں کو توڑ کر اس سے آگ جلائی۔ لوگوں نے اس آگ سے اپنے اپنے مقام پہ آگ جلا کر اپنے آپ کو گرم کیا اور اللہ تعالےٰ کا شکریہ ادا کیا۔ رسول اللہؐ اور امیرالمومنینؑ کی تعریف کی۔

پتھر کا سیب بن جانا

(بحذف اسناد) محمد بن ابان بن لاحق نخعی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے آقا حسن

زکی آخیر کو فرماتے سنا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا وہ اپنے دادا علی بن موسیٰ الرضا علیہما السلام سے روایت کرتے ہیں۔ جناب امام رضا علیہ السلام کا بیان ہے کہ صعصعہ بن صوحان عبدی بیمار ہو گئے۔ اس کی عیادت کے لیے ہمارے آقا امیرالمومنینؑ اپنے صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف لائے۔ جب تمام حضرات صعصعہ کے پاس بیٹھ گئے تو صعصعہ بہت مسرور ہوا۔ فرمایا اے صعصعہ میں تمہاری عیادت کو آیا ہوں۔ اس وجہ سے اپنے بھائیوں پر فخر نہ کرنا۔ پھر حضرتؑ نے صعصعہ کے گھر میں دیکھا کہ ایک پتھر پڑا ہوا ہے۔ حضرتؑ نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا کہ یہ پتھر مجھے دیجیے۔ آپ نے پتھر کو ہاتھ میں لیا اور اپنی ہتھیلی میں گھمایا۔ گھماتے ہی وہ سبز بہی کی صورت میں بدل گیا۔ حضرت نے اپنے ایک صحابی سے کہا کہ اس کے ٹکڑے کر کے ہر ایک آدمی کو ایک ایک ٹکڑا دو۔ صعصعہ کو بھی ایک ٹکڑا دو اور مجھے بھی ایک ٹکڑا دو۔ اس نے حکم بجا لایا۔ حضرت امیرالمومنینؑ نے بہی کے ٹکڑے کو پھر ہاتھ میں گھمایا۔ وہ سیب بن گیا۔ پھر اسی شخص کو دے کر فرمایا۔ اس کے ٹکڑے کر کے ہر ایک آدمی کو اس کا ایک ایک ٹکڑا دو۔ اور مجھے بھی۔ اس شخص نے ارشاد بجا لایا اور امیرالمومنینؑ نے پھر سیب کے ٹکڑے کو اپنی ہتھیلی میں گھمایا۔ وہ پہلی صورت میں پتھر بن گیا حضرتؑ نے پتھر کو گھر کے صحن میں پھینک دیا۔ صعصعہ نے دو ٹکڑے کھائے کہتے اٹھ کر بیٹھ گیا اور عرض کرنے لگا اے امیرالمومنینؑ آپ نے مجھے شفا بخش کر میرے ایمان اور اپنے اصحاب کے ایمان کو اور زیادہ کر دیا ہے۔ صلوات اللہ علیک۔

لشکر کا صفایا

اصحاب حدیث نے عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے۔ عبداللہ بن عباس فرمایا کرتے تھے کہ علی بن ابی طالبؑ کی مانند انسان پیدا کرنے سے عورتیں بانجھ ہو گئیں ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی قسم نہ میں نے سنا اور نہ ہی میں نے کوئی رئیس علیؑ کی مانند دیکھا۔ جو علیؑ کا ہم پلہ ہو سکے۔ اللہ تعالےٰ کی قسم میں نے حضرتؑ کو جنگ صفین کے

روز دیکھا کہ آپ کے سر مبارک پر سفید عمامہ بندھا ہوا تھا اور آپ کی دونوں آنکھیں روشن چراغ کی مانند روشن تھیں یا آپ کی دونوں آنکھیں چتکبرا سانپ کی مانند سرخ تھیں آپ اپنے اصحاب کی چھوٹی سی جماعت کے پاس قیام فرما تھے۔ انہیں جنگ پر آمادگی کے لیے نصیحت فرما رہے تھے۔ میرے پاس تشریف لائے، میں ایک کونے میں بیٹھا ہوا تھا۔ معاویہ کا مشہور و معروف گھوڑوں کا لشکر نکلا جو جنگی ہتھیاروں سے لیس تھا۔ بیس ہزار زرہ پوش نوجوان بیس ہزار چوکس اور چوبند گھوڑوں پر سوار تھے۔ ان کے تمام جسم لوہے میں ڈھکے ہوئے تھے (انکی وردی کو دیکھ کر) ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک رنگ کا میدان ہے۔ صرف خود کے اندر آنکھیں دکھائی دیتی تھیں۔ جب عراقیوں نے ان کو دیکھا تو کانپ اٹھے جب امیر المومنینؑ نے عراقیوں کی یہ حالت دیکھی تو فرمانے لگے اے عراقیو! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ یہ لوگ صرف مٹی کے مادھو ہیں۔ خوف کے مارے ان کے دل سینوں میں پھڑپھڑا رہے ہیں۔ یہ ٹڈیوں کا دل ہے جس کو سخت آندھی اڑا کر تتر بتر کر دے گی۔ سرکش اور گمراہ شیطان نے ان کو لجام دے کر روک رکھا ہے اور ان کو گمراہ کیا ہے۔ یہ باغیوں کا لشکر ہے جب اہل حق کی تلواریں ان پر پڑیں گی تو یہ ایسے گریں گے جیسے پتنگے آگ میں گرتے ہیں جس طرح ٹڈیوں کے دل کو سخت آندھی منتشر کر دیتی ہے اس طرح تم ان کو منتشر پاؤ گے۔ اپنے آپ میں اللہ تعالیٰ کے خوف کے پیدا ہونے کی عادت ڈالو۔ سکون اور وقار کو اپنا اوڑھنا اور بچھونا بناؤ۔ اپنی تلواروں کو میان سے نکالنے سے پہلے کھٹ کھٹاؤ، دشمن کو قہر آلود نگاہ سے دیکھو۔ خوب نیزہ زنی کرو۔ اپنے آپ کو بار بار حملہ کرنے کا عادی بناؤ۔ بھاگنے سے بچو۔ کیونکہ یہ عیب پشتوں میں شمار کنندگان کے نزدیک باقی رہتا ہے۔ قیامت کے دن بھاگنے کی سزا دوزخ ہے۔ اپنی جان کو اپنے جسم سے الگ سمجھو۔ زندگی سے پہلو تہی کر لو۔ موت کی طرف بڑھتے رہو۔ اس جم غفیر پر حملہ کر دو۔ اس تنے ہوئے خیمہ کو ختم کر دو۔ اس کو فنا کر دو۔ کیونکہ شیطان اس کے اندر توند پھیلائے ہوئے

اور کہنیاں رکھے ہوئے سویا ہوا ہے۔ اس لشکر کو حملہ کی خاطر لے آیا ہے بھاگنے کے لیے خود عقب میں رہ گیا ہے۔ اپنی طاقت کے بل بوتے پر اس کو بھگا دو۔ تاکہ باطل حق سے ظاہر ہو جائے اور تم کامیاب اور بلند رہو۔ ثابت قدمی سے جم کر لڑتے رہو۔ اپنی داڑھوں کو آپس میں زور سے دباؤ۔ کیونکہ اس ترکیب سے تلواریں سر پر وار کرتے وقت اچٹ جاتی ہیں۔ نیز تلواروں سے ان پر وار کرو۔ سخت وار کرو میں خود ان کے لشکر پر حملہ کرتا ہوں۔

راوی کا بیان ہے کہ امیر المومنینؑ نے ان پر حملہ کر کے ان کی صفیں الٹ دی تھیں، جنگ کی چکی کو ان پر نہایت تیزی سے چلایا تھا۔ آہ و فغاں کی آوازیں بلند ہو گئی تھیں، عبداللہ بن عباس کا بیان ہے کہ میں نے سروں، جسموں اور ہاتھوں کو اڑتے دیکھا۔

امیر المومنینؑ جنگ سے واپس آئے تو آپ کی تلوار سے خون کے قطرات ٹپک رہے تھے اور آپ یہ فرما رہے تھے۔ قاتلوا ائمتہ الکفر انھم لا ایمان لھم لعلھم ینتھون کفر کے راہنماؤں کو قتل کر دو۔ کیونکہ ان میں ایمان نہیں ہے تاکہ یہ باز آ جائیں۔

روایت ہے کہ معاویہ کے لشکر کی جو گت بنی تھی۔ اس پر معاویہ نے اظہار افسوس کرنے کے بعد ان میں بچ جانے والوں کی ملامت کی۔ ان میں سے ہر ایک کی زبان پر تھا کہ میں کیا کرتا۔ مجھ پر علیؑ نے حملہ کر دیا تھا۔ اگر میں پیچھے مڑتا تھا تو میں اپنے عقب میں علیؑ کو پاتا تھا۔ معاویہ نے اس بات پر تعجب کا اظہار کیا اور کہا کہ تم ہلاکت رہو۔ علیؑ تو ایک شخص کا نام ہے۔ وہ مختلف لوگوں کے عقب میں ایک ہی وقت میں کیسے ہو سکتے ہیں (اگر چالیس مقامات پر ایک ہی وقت میں کھانا کھا سکتے ہیں تو یہ بھی سکتا ہے۔)

شہادت

امیر المومنینؑ نے جب عبدالرحمان بن ملجم مرادی کو دیکھا تو اپنے ساتھ والوں

سے کہنے لگے۔ یہ میرا قاتل ہے ان میں سے ایک شخص نے عرض کی، اے امیرالمومنینؑ آپ اس کو قتل کیوں نہیں کر دیتے۔ فرمایا: میں اپنے قاتل کو کس طرح قتل کر سکتا ہوں اور اللہ تعالےٰ کی قضا کو کیسے رد کر سکتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ نے جو ملت امیرالمومنینؑ کے لیے پسند کی ہے وہ کیسے ٹل سکتی ہے۔ اصحاب حدیث کے بیان کے مطابق آپ کو ابن ملجم نے ماہ رمضان کے عشرہ آخرہ سے پہلے سنہ ۴۱ھ میں ضرب لگائی تھی، ایک روایت میں ہے سنہ ۴۰ھ تھا۔ حضرتؑ کو ضرب لگی تو لوگ آپ کے گرد جمع ہو گئے جناب اُم کلثوم (آپ کی بیٹی) چیخ رہی تھیں۔ اور فرما رہی تھیں۔ ہائے میرے باپ۔

عمرو بن حمق کا بیان ہے کہ امیرالمومنینؑ پر کوئی خوف نہیں تھا آپ ٹھیک حالت میں تھے اور فرمایا: میں تمہیں چھوڑنے والا ہوں۔ روایت میں ہے کہ جب جناب اُم کلثوم روئیں، تو حضرتؑ نے فرمایا۔ اے میری بیٹی کیوں روتی ہو جو چیز میں دیکھ رہا ہوں۔ اگر تم دیکھتی تو ہرگز نہ روتیں (میرے انتظار میں) تمام انبیاء اور سات آسمانوں کے فرشتے قطار کی صورت میں کھڑے ہیں۔ میں ان کو دیکھ رہا ہوں۔ یہ رسول اللہؐ ہیں۔ میرے ساتھ کو پکڑے ہوئے فرما رہے ہیں اے علیؑ ہمارے ساتھ چلو۔ آپ جس حالت میں تھے۔ اس سے آگے بہت اچھے رہو گے۔ (کتاب علیؑ رسولؐ کی نگاہ میں ملاحظہ فرمائیں)

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: میرے اہل بیت کو بلاؤ۔ میں نے ان سے عہد و پیمان لینا ہے اور وصیت کرنی ہے۔ لوگ اٹھ کر چلے گئے۔ یہ تھوڑے سے آپ کے شیعہ تھے۔ حضرتؑ نے اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور رسول اللہؐ پر درود بھیجا اور فرمایا: میں تمہیں حسنؑ اور حسینؑ کے بارے میں وصیت کرتا ہوں۔ ان دونوں کی باتیں سننا اور ان دونوں کا حکم ماننا، رسول اللہؐ میرے بعد ان دونوں کی امامت کا حکم دے گئے ہیں۔ روایت ہے کہ جب حضرتؑ کے پاس لوگ جمع ہو گئے، تو آپ نے فرمایا: ہر آدمی جس چیز (موت) سے بھاگتا ہے وہ اس سے ملنے والی ہے جان موت کی طرف کھینچ کر لائی جاتی ہے۔ افسوس ہائے افسوس یہ ایک پوشیدہ علم

ہے اور مخفی بھید ہے تمہیں میری یہ وصیت ہے کہ اللہ تعالےٰ کا کوئی شریک نہ بنانا اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو ضائع نہ کرنا، ان دونوں ستونوں کو مضبوطی سے تھامے رکھنا۔ جب تک تم رب رحیم اور دین قیم کے ساتھ شرک نہیں کرو گے، تم پر قیامت تک سلامتی رہے گی۔ دیکھو کل میں تمہارا ساتھی تھا۔ آج تمہارے لیے عبرت کا باعث ہوں۔ کل تم سے جدا ہونے والا ہوں۔ پھر حضرت حسنؑ اور حسینؑ کے بارے میں وصیت فرمائی۔

اسم اعظم۔ نور الحکمت۔ مواریث الانبیاء اور انبیاء کے ہتھیار دونوں کے سپرد کیے۔ حسینؑ سے وصیت فرمائی کہ جب میں دنیا سے انتقال کر جاؤں تو دروازے کی دہلیز پر چلے جانا۔ وہاں میرے لیے حنوط کفن اور میرے غسل کا پانی موجود ہوگا اس کو لے آنا، یہ تمام سامان جبرائیل بہشت سے لے آئیں گے تم دونوں مجھے غسل دینا، حنوط لگانا اور کفن دینا، میرے جنازے کو تابوت میں رکھ کر اس کو میرے اُونٹ پر سوار کر دینا، اور تابوت تمہیں دہلیز میں ملے گا۔ روایت میں ہے کہ حضرتؑ نے حسینؑ سے فرمایا تھا کہ جب تم میری تجہیز و تکفین سے فارغ ہو جاؤ۔ تم جنازے کے اگلے حصّے کو اٹھانا۔ موخر حصّہ خود اُٹھے گا۔ جب جنازہ رُک جائے اور اُونٹ بیٹھ جائے تو وہاں مٹی کھودنا۔ وہاں تمہیں مدفون لکڑی ملے گی۔ جس کو نوح علیہ السلام نے میری خاطر دبا رکھا ہے۔ تم دونوں مجھے وہاں دفن کر دینا۔ روایت ہے کہ حضرتؑ ۲۱ ماہ رمضان جمعہ کی رات کو جو لیلۃ القدر تھی، اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ کیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۶۵ سال کی تھی، ۳۵ سال رسول اللہؐ کے ساتھ رہے رسول اللہؐ کی وفات کے بعد تیس سال زندہ رہے۔

حضرتؑ کے انتقال کے بعد حسینؑ دہلیز پر تشریف لائے۔ حضرتؑ کے فرمان کے مطابق دونوں شہزادوں نے پانی حنوط اور کفن کو موجود پایا۔ جب دونوں شہزادے تجہیز و تکفین سے فارغ ہوئے تو جنازہ کے اگلے حصّے کو اٹھایا

موخرہ حصہ خود اٹھ کر چلا آیا۔ دونوں شہزادے امیر المومنینؑ کو مسجد کوفہ میں لے
آئے جو مسجد سہلا[1] کے نام سے مشہور ہے۔ وہاں پہلے ایک اونٹنی بیٹھی ہوئی تھی۔
آپ کا جنازہ اس پر رکھ دیا گیا۔ لوگ اس اونٹنی کے پیچھے غری (موجودہ نجف) کی
طرف چلتے رہے۔ غری پہنچ کر اونٹنی رُک گئی۔ پھر بیٹھ گئی۔ اپنے ہونٹ سے زمین
کو رگڑنے لگی۔ حسنؑ نے اس جگہ کو کھودا تو وہاں تابوت کی شکل میں لکڑی پائی گئی۔
اس میں امیر المومنینؑ کو دفن کیا گیا۔ حضرتؑ نے اسی طرح وصیت فرمائی تھی آپ
نے وصیت فرمائی کہ مجھے غری کے مقام پر اس جگہ دفن کیا جائے جہاں حضرت
آدمؑ اور حضرت نوحؑ دفن ہیں۔ ایسا کیا گیا۔ حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ اور
امیر المومنین علیہ السلام ایک ہی قبر میں دفن ہیں۔ امیر المومنینؑ نے حسنینؑ سے
وصیت فرمائی تھی۔ جب مجھے قبر میں دفن کر دو اور اینٹیں لگا چکو تو تم پہلی اینٹ
کو الگ کر دینا مجھے وہاں ہرگز نہیں پاؤ گے۔

ابو عبداللہ جدلی سے روایت ہے۔ یہ ان حضرات میں سے تھا جو حضرتؑ کی وصیت
کے وقت موجود تھے۔ جدلی کا بیان ہے کہ میں نے اینٹ ہٹانے والے سے پوچھا۔ کیا
تم نے امیر المومنینؑ کو قبر میں دیکھا تھا۔ اس نے کہا خدا کی قسم بالکل نہیں۔ حضرت
امیر المومنینؑ نے فرمایا تھا۔

وما من نبیٍ ان یموت فی المغرب ویموت وصیہٗ فی المشرق
الا جمع اللہ بینہما فی ساعۃ واحدۃ۔

اگر ایک نبی مغرب میں انتقال کر جائے اور اس کا وصی مشرق میں انتقال کرے
اللہ تعالیٰ ان دونوں کو ایک گھنٹے کے اندر ایک ہی مقام پر جمع کر دیتا ہے۔ روایت
ہے کہ جس دن امیر المومنینؑ کا انتقال ہوا۔ تو بیت المقدس کے ارد گرد جو بھی پتھر تھا

[1] مسجد سہلا یا صالحہ نجف اشرف سے تین میل دور ہے جہاں چھ مصلے موجود ہیں
جہاں ہر زائر دو رکعت نماز پڑھتا ہے۔

اس سے خون برس رہا تھا۔ قریش کے نسب نامہ میں جو کتاب الوالحسن نے نقل کی ہے۔
اس میں (اسی موضوع سے متعلق کتاب علیؑ و ولی ترجمہ فرقہ الغری ملاحظہ فرمائیں لاجواب
چیز ہے) زہری کی زبانی تحریر کیا گیا ہے۔ زہری کا بیان ہے کہ میں بیت المقدس سے
آ رہا تھا اور عبدالملک بن مروان نے مجھ سے دریافت کیا اے زہری جس روز علی بن
ابی طالب قتل ہوئے۔ اس روز کون سی علامت پائی جاتی تھی۔ میں نے کہا کہ اس روز
لوگوں نے صبح کے وقت بیت المقدس کے جس پتھر کو بھی اٹھایا۔ اس کے نیچے سے
موجزن خون بہتا تھا عبدالملک نے کہا اے زہری ہم بھی اس علم سے بے بہرہ نہیں ہیں۔

حضرت فاطمہؑ

عمارؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ کا چچا عباسؓ آپکی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے
لگا اے محمدؐ آپ اپنے اہلِ بیتؑ کو ہم پر کیوں فضیلت دیتے ہیں۔ رسول اللہ نے فرمایا۔
اے چچا! آپ کو ایسی بات نہیں کرنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اور علیؑ کو نور بنا کر
پیدا کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہمارے نور سے ہمارے سبط کو پیدا کیا۔ پھر ہمارے نور
سے نور عرش۔ ہم فرشتوں کو تسبیح، تہلیل اور تحمید کی تعلیم دیتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے
فرشتوں سے کہا مجھے اپنی عزت، جلال، جود اور بلندی کی قسم میں یہ کام ضرور کروں گا۔
(انوار ائمہ پیدا کرنا) اللہ تعالیٰ نے فاطمہؑ کے نور کو پیدا کیا۔ جو قندیل کی مانند روشن
تھا جس سے آسمان منور ہو گئے۔ جب سیدہ کے نور سے اُفق روشن ہو گئے تو آپ کا
نام زہراؑ رکھا گیا۔

عباسؓ رسول اللہ کے ہاں سے بغیر جواب دیے روانہ ہو گئے۔ حضرت علی علیہ السلام
راستہ میں مل گئے۔ آپ کو سینے سے لگایا۔ آپ کی دونوں آنکھوں اور پیشانی پر بوسہ دیا۔
اور کہا اے اہلِ بیتِ مصطفےٰ اللہ تعالیٰ نے کس قدر آپ کو مکرم بنایا ہے۔ جناب سیدہ کا
نام دنیا میں فاطمہؑ، فاطر، زہراؑ، بتول، حصانؑ، حورا، سیدۃ صدیقہ اور مریم کبریٰ ہیں۔
حارثہ بن قدامہ سلمانؓ فارسی سے روایت کرتے ہیں۔ سلمانؓ کا بیان ہے کہ مجھے عمارؓ

نے کہا کہ میں تمہیں ایک عجیب چیز بتاؤں، میں نے کہا اے عمارؓ بیان کیجیے۔ عمارؓ نے کہا، میں علیؑ ابن ابی طالب کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت جناب سیدہؑ کے پاس تشریف لائے۔ جب سیدہؑ نے امیر المومنینؑ کو دیکھا تو کہا میرے قریب تشریف لایئے تا کہ میں آپ کو تمام باتیں بتاؤں جو ہو چکی ہیں اور جو ہونے والی ہیں اور جو قیامت تک نہیں ہونگی، حتیٰ کہ قیامت برپا ہو جائے گی۔

عمار کا بیان ہے کہ امیر المومنینؑ نے جب سیدہؑ سے یہ بات سنی تو اُلٹے پاؤں واپس آ گئے۔ میں بھی حضرتؑ کے ساتھ واپس آ گیا۔ امیر المومنینؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا اے ابوالحسنؑ میرے قریب ہو جاؤ۔ علیؑ رسول اللہؐ کے قریب ہو گئے اور آرام سے بیٹھ گئے۔

رسول اللہؐ نے فرمایا، علیؑ آپ بات کریں گے یا میں گفتگو کا سلسلہ شروع کروں۔ علیؑ نے عرض کی اے اللہ کے رسولؐ آپ ہی بیان فرمایئے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا (اے علیؑ) جب تم فاطمہؑ کے پاس گئے تھے تو میں تمہیں دیکھ رہا تھا اور فاطمہؑ نے آپ سے یہ باتیں کہیں تھیں اور اُلٹے پاؤں واپس آ گئے تھے۔ علیؑ نے عرض کی اے اللہ کے رسولؐ فاطمہؑ کا نور ہمارے نور سے ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا، کیا تم اس بات کو نہیں جانتے۔ حضرت علیؑ یہ سن کر اور اللہ تعالےٰ کے شکریہ کی خاطر سجدہ میں گر گئے۔ عمارؓ کا کہنا ہے کہ امیر المومنینؑ وہاں سے حضرت فاطمہؑ کے پاس تشریف لائے اور میں بھی حضرتؑ کے ساتھ ساتھ تھا، جناب فاطمہؑ نے کہا (اے علیؑ) معلوم ہوتا ہے کہ آپ میرے والد کے ہاں سے تشریف لا رہے ہیں، آپ نے انہیں وہ تمام باتیں بتائی ہیں جو میں نے آپ سے عرض کی تھیں۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا اے فاطمہؑ ایسا ہی ہے، سیدہؑ نے عرض کی اے ابوالحسنؑ اسی بات کو جانو کہ اللہ تعالےٰ نے میرے نور کو پیدا کیا۔ وہ اللہ جل جلالہٗ کی تسبیح کرتا رہا، پھر اس نور کو جنت کے درخت کے سپرد کیا، اس نور نے درخت کو روشن کر دیا تھا جب میرے والد جنت میں داخل ہوئے تو اللہ تعالےٰ نے آپ سے مکمل وحی کی کہ اس درخت کا میوہ کو توڑ لیں اور تناول فرمائیں۔

رسول اللہؐ نے ایسا کیا۔ اللہ نے مجھے میرے باپ کے صلب میں ودیعت کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے خدیجہ بنت خویلدؑ کے سپرد کیا جس نے مجھے جنا۔ میں اسی سے پیدا ہوئی۔ اے ابوالحسنؑ دنیا میں جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہو گا اور جو نہیں ہو گا سب کچھ جانتی ہوں۔ المومن ینظر بنور اللہ تعالیٰ۔ مومن اللہ تعالےٰ کے نور کے ذریعے دیکھتا ہے۔

وفات

روایت ہے کہ جناب فاطمہؑ نے انتقال فرمایا۔ تو اس وقت آپ کی عمر اٹھارہ سال دو ماہ تھی۔ رسول اللہؐ کے انتقال کے بعد کل پچھتر دن زندہ رہیں۔

ایک روایت ہے کہ چالیس دن زندہ رہیں، امیر المومنینؑ نے آپ کو غسل اور کفن دیا، امیر المومنینؑ حسنینؑ کی معیت میں آپ کا جنازہ رات کو لے کر نکلے، انہوں نے ہی آپ پر نماز جنازہ پڑھی اور کسی کو علم تک نہ تھا۔ آپ کو بقیع میں دفن کیا اور چالیس قبریں بنا دیں۔ آپ کی قبر کو لوگوں سے چھپا دیا تھا، صبح کو لوگوں نے ایک دوسرے کو گلہ دینا شروع کر دیا اور کہنے لگے کہ ہمارے نبیؐ نے بیٹی چھوڑی تھی تو ہم لوگ اس کی وفات کے موقعہ پر نہ حاضر ہوئے اور نہ ہی آپ پر نماز جنازہ پڑھی اور نہ ہی دفن کے وقت حاضر ہوئے اور نہ ہی آپ کی قبر کو پہچانتے ہیں تا کہ جا کر زیارت کر لیں۔

ایک شخص نے کہا، اس امر کو کون سرانجام دیتا ہے کہ مسلمانوں کی عورتوں کو بلا کر لائے اور وہ ان قبروں کو کھودیں تا کہ ہم فاطمہؑ کی قبر کو پا کر نماز جنازہ پڑھیں اور آپ کی قبر کی زیارت کریں۔ یہ بات جب امیر المومنینؑ کو معلوم ہو گئی، آپ نے ذوالفقار کو لگایا، ناراضگی کے باعث آپ کی دونوں آنکھیں سُرخ تھیں، آپ بقیع میں پہنچ گئے۔ لوگ بقیع میں جمع ہو چکے تھے، امیر المومنینؑ نے فرمایا، اگر تم لوگوں نے ان قبروں میں سے کسی ایک قبر کو بھی کھودا تو میں ضرور تمہیں قتل کر دوں گا۔ یہ سن کر لوگ بقیع سے چلے گئے۔

قرآن پڑھنا

روایت ہے کہ آپ تمام نسوانی آلائشوں سے منزہ تھیں۔ حضرت خدیجہؓ نے آپ کو طاہرہ اور مطہرہ جنا تھا جناب سیدہؑ نے ولادت کے وقت تسبیح تقدیس اللہ تعالیٰ کی بزرگی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کی امامت کا اقرار کیا تھا۔ (انھا کانت تقرأ القرآن اور نزول سے پہلے) قرآن مجید تلاوت فرماتی تھیں۔

شادی

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ میں نے فاطمہؑ کا عقد علیؑ سے درخت طوبیٰ کے نیچے کر دیا تھا۔ لہٰذا تم بھی فاطمہؑ کو علیؑ کے ساتھ بیاہ دو۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے فاطمہ کو علیؑ سے بیاہ دیا ہے۔

حق مہر

غلابی سلسلہ روایت ابوذرؓ تک لے جا کہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز جناب فاطمہؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کرنے لگیں، کہ مجھے قریش کی عورتیں طعنہ دیتی ہیں کہ تمہارے باپ نے تمہاری شادی علیؑ سے کر دی ہے جو ایک مفلس آدمی ہے۔ رسول اللہؐ نے مسکرا کر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم تمہارے بارے میں اشراف قریش نے خواستگاری کی۔ لیکن میں نے کسی کو جواب نہ دیا آسمانی خبر کا انتظار تھا ۱۵ رمضان کو جب میں اپنی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا جبرائیلؑ نازل ہو کر کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور اس نے کروبین اور عرش اٹھانے والے فرشتوں کو ایک درخت کے نیچے جمع کیا ہے جس کا نام طوبیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ فاطمہؑ کا ولی مقرر ہوا ہے اور میں نے خطبہ پڑھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فاطمہؑ کا عقد علیؑ سے کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے طوبیٰ سے کہا کہ نچھاور کرو۔ طوبیٰ نے تازہ موتیوں کو نچھاور کیا ہے حوریں دوڑ دوڑ کر چنتی تھیں۔ وہ قیامت تک فاطمہؑ کا نچھاور چنتی رہیں گی اور کہتی رہیں گی۔ یہ فاطمہؑ بنت محمد کا نچھاور ہے۔ خداوند عالم نے فاطمہؑ کا مہر نصف دنیا قرار دیا ہے۔ حدیث طویل ہے کہ میں نے ایک ثلث پر اکتفا کیا ہے۔

پیدائش وغیرہ

ابو عبد اللہ محمد بن زکریا غلابی اپنی کتاب میں بیان کرتے ہیں کہ مجھے جعفر بن عمارہ کندی نے بیان کیا ہے جعفر کا کہنا ہے کہ مجھے میرے والد نے بیان کیا۔ وہ جابر بن عبد اللہ انصاریؓ سے روایت کرتے ہیں۔ جابر نے کہا کہ رسول اللہؐ سے دریافت کیا گیا کہ آپ فاطمہ کو کیوں چومتے ہیں اور آپ کے بدن کی خوشبو کیوں سونگھتے ہیں ایسا اور کسی کے ساتھ نہیں کرتے؟

فرمایا حضرت جبرائیلؑ نے مجھے بہشت کا ایک سیب تحفہ کے طور پر دیا تھا۔ میں نے اس کو تناول کیا تھا جس کے ذریعے میری صلب میں پانی اتر آیا۔ وہ پانی میں نے خدیجہؓ کے سپرد کر دیا۔ اس کے شکم میں فاطمہ کا حمل قرار پایا۔ میں فاطمہؑ سے جنت کی خوشبو سونگھتا ہوں۔

عبد اللہ ابن عباس کا بیان ہے کہ میں عائشہ بنت ابوبکر کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ میں رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور رسول اللہ فاطمہؑ کو بوسہ دے رہے تھے اور آپ کی خوشبو سونگھ رہے تھے۔ میں نے عرض کی اے اللہ کے رسولؐ! آپ فاطمہؑ کو دوست رکھتے ہیں۔ فرمایا جب جبرائیلؑ مجھے چوتھے آسمان پر لے گیا تھا تو ایک جگہ مجھے میکائیلؑ نے ٹھہرا لیا تھا اور کہا اے محمدؐ میرے قریب آجاؤ اور ان لوگوں کو نماز پڑھاؤ۔ میں نے کہا: میں ان کو نماز پڑھاؤں اور آپ میرے سامنے موجود ہیں۔ میکائیلؑ نے کہا ہاں درست ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کو جو رسالت کے درجہ

پر فائز ہیں۔ مقرب فرشتوں پر فضیلت دی ہے۔ آپ تمام فرشتوں اور انبیاء پر خاص طور پر فضیلت رکھتے ہیں۔ میں قریب ہو گیا اور چوتھے آسمان کی مخلوقات کو نماز پڑھائی پھر میں نے دائیں جانب نگاہ کی تو حضرت ابراہیمؑ کو جنت کے ایک باغ میں پایا۔ جس کو فرشتوں کی ایک جماعت گھیرے تھی۔ پھر میں نے بائیں جانب نظر کی۔ تو اپنے بھائی علیؑ کو جنت کے ایک باغ میں پایا۔ آپ کو فرشتے گھیرے ہوئے تھے۔ پھر میں ساتویں آسمان کی طرف چلا گیا تو وہاں ایک منادی نے ندا دی کہ اے محمدؐ) بہترین باپ تمہارا باپ ابراہیمؑ ہے اور بہترین بھائی تیرا بھائی اور وزیر علی بن ابی طالبؑ ہیں۔ پھر میں پردوں کی طرف چلا گیا۔ وہاں جبرائیل نے مجھے بہشت میں داخل کر دیا۔ وہاں میں نے ایک نورانی درخت دیکھا جس کے نیچے دو فرشتے قیامت تک زیوروں اور پوشاکوں کو تہہ کر رہے تھے۔ میں نے کہا اے میرے دوست جبرائیلؑ یہ کیا درخت ہے۔ اس نے کہا۔ یہ درخت تمہارے بھائی اور تمہارے وصی علیؑ کے لیے ہے۔ یہ دونوں فرشتے قیامت تک زیوروں پوشاکوں کو اس طرح تہہ کرتے رہیں گے۔ پھر میں نے اپنے سامنے دیکھا تو وہاں ایک تازہ رطب میری نظر سے گزرا جو مکھن سے زیادہ نرم تھا اور ایک سیب کو دیکھا جو مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔ میں تازہ رطب اور سیب کو لے کر کھا گیا۔ ان دونوں کی وجہ سے میرے صلب میں پانی اُتر آیا۔ جب میں زمین پر آیا تو میں نے وہ پانی خدیجہ کے سپرد کر دیا۔ جس سے فاطمہؑ حوریہ انسیہ کا حمل قرار پایا۔ جب میں جنت کا مشتاق ہوتا ہوں تو فاطمہؑ کے بدن مبارک کی خوشبو سونگھ لیتا ہوں۔

عبداللہ بن عباس کا بیان ہے کہ میں رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو میں نے آنحضرتؐ سے فاطمہؑ کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے ویسے ہی بیان کیا جیسے عائشہ رضؓ نے بیان کیا تھا۔

اسماء کا بیان ہے کہ میں جناب فاطمہؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ سے بچے پیدا ہوا تو آپ کو خونِ نفاس جاری نہ ہوا۔ رسولؐ اللہ نے مجھے فرمایا۔ اے اسماء فاطمہؑ ایک حور ہے انسان کی شکل میں پاک و پاکیزہ پیدا ہوئی ہیں۔ امام محمد باقر علیہ السلام اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا (فاطمہؑ) میرے دل کا ٹکڑا ہے جس نے اس کو تکلیف دی۔ اس نے مجھے تکلیف دی جس نے مجھے تکلیف دی۔ اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی۔

ابن عمر کا بیان ہے کہ میں اور میری خالہ جناب عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میری خالہ بی بی عائشہ سے عرض کرنے لگی۔ خدا کی قسم مجھے یہ بات بتایئے کہ رسولؐ اللہ کو کون شخص زیادہ محبوب تھا؟ فرمایا۔ "فاطمہؑ" اس نے عرض کی کہ مردوں میں سے کون رسولؐ اللہ کو زیادہ محبوب تھا؟ فرمایا فاطمہؑ کا شوہر۔

حذیفہ بن یمان سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمایا ایک فرشتے نے اپنے رب سے میری زیارت کی التماس کی تھی۔ سو اس نے میری زیارت کی ہے اور اس فرشتے نے مجھے آگاہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، فاطمہ سَیِّدَۃُ النِّسَاءِ اھل الجنۃِ۔ فاطمہؑ جنت کی عورتوں کی سردار ہے۔

غلابی سلسلہ حدیث بی بی عائشہ بنت ابوبکرؓ تک لے جا کر بیان کرتے ہیں بی بی عائشہ نے جناب فاطمہؑ سے وجہ دریافت کی کہ رسول اللہؐ کے مرض کے وقت جب آپ رسول اللہؐ پر پہلی بار گری تھیں تو آپ رو پڑی تھیں۔ جب دوسری بار گری تو ہنس پڑیں۔ جناب سیدہؑ نے فرمایا جب میں پہلی بار گری تھی تو رسولؐ اللہ نے فرمایا تھا کہ میں اس دنیا سے انتقال کرنے والا ہوں۔ اس لیے میں رو پڑی۔ جب دوسری بار گری تو فرمایا کہ تم میرے اہلِ بیتؑ میں سے سب سے پہلے مجھے ملو گی اور مجھے بتایا کہ میں تمام دنیا کی عورتوں کی سردار ہوں اس لیے میں ہنسنے لگی۔

روایت ہے کہ جناب مریم نے حضرت عیسےٰؑ کو اپنی دائیں ران سے پیدا کیا تھا اور جناب سیدہؑ نے امام حسنؑ اور حسینؑ کو دائیں ران سے پیدا کیا۔ میں نے ان حکایات کو کتاب انوار میں اور دیگر معتبر کتب میں دیکھا ہے۔

شکم میں باتیں کرنا

جابر بن عبداللہ انصاری کہتا ہے کہ مجھے رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ میں جناب خدیجہؓ کے پاس گیا، آپ کے شکم میں حضرت فاطمہؑ کا حمل تھا اور خدیجہؓ اکیلی تھیں اور باتیں کر رہی تھیں۔ مجھے کہنے لگیں کہ جو بچہ میرے شکم میں ہے وہ میرے ساتھ باتیں کرتا ہے میں اس سے باتیں کرتی ہوں۔ مجھے تنہائی کے عالم میں اس سے اُنس رہتا ہے۔

جابر بن عبداللہ انصاری کا بیان ہے کہ اُمّ ایمن نے کہا کہ جب جناب فاطمہؓ حضرت علیؑ کے سپرد کی جانے لگیں تو رسول اللہؐ اپنے اہل بیتؑ اور صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ قیام فرما ہوئے۔ جب علیؑ فاطمہؑ کا ہاتھ پکڑ کر روانہ ہوئے تو جبرائیلؑ نے آسمان پر اللہ اکبر کہا، جب رسولؐ اللہ نے جبرائیل کی تکبیر کی آواز کو سنا تو آپ نے تکبیر کہی۔ آپ کے اہل بیتؑ اور صحابہ نے تکبیر کہی یہ وہ پہلی تکبیر ہے جو دلہن کی رخصت کے وقت کہی گئی۔ پھر رہر مسلم کی شادی کی) رخصتی کے وقت تکبیر کہنا سنت بن گیا ہے۔

حسنین علیہما السلام

آقا ابو محمد امام حسن علیہ السلام اللہ تعالےٰ کے حکم کے مطابق احکام خداوندی کی نشر و اشاعت کے لیے کھڑے ہو گئے۔ مومنین نے آپ کی پیروی کی، رسولؐ اللہ کی بعثت سے پندرہ سال اور چند ماہ بعد پیدا ہوئے۔

امام حسنؑ کی ولادت کے وقت جناب سیدہ کی عمر پورے گیارہ سال تھی۔ امام حسن کی ولادت اپنے باپ اور دادا کی مانند تھی آپ پاک و پاکیزہ پیدا ہوتے اور پیدائش کے وقت اللہ تعالےٰ کی تسبیح اور تہلیل کرتے تھے اور قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے وقت آپ کی عمر سات سال اور کچھ ماہ تھی۔

حشویہ طریق سے سلیمان بن اسحاق بن سلیمان بن علی بن عبداللہ بن عباس سے

روایت ہے کہ ایک دن میں نے اپنے باپ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ ایک روز میں ہارون رشید کے پاس موجود تھا حضرت علی بن ابی طالبؑ کا ذکر چھڑ گیا، ہارون رشید نے کہا، کہ لوگوں کا خیال ہے کہ میں علیؑ اور اولاد علیؑ سے بغض رکھتا ہوں، خدا کی قسم جیسا لوگ خیال کرتے ہیں ویسا نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ جانتا ہے میں علیؑ، حسنؑ اور حسینؑ سے محبت کرتا ہوں۔ میں ان حضراتؑ کی فضیلت کو پہچانتا ہوں مجھے امیرالمومنینؑ نے اس سے منصور نے اس کو اس کے باپ نے وہ اپنے دادا سے وہ عبداللہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز میں رسول اللہ کی خدمت میں حاضر تھا جناب فاطمہؑ تشریف لائیں اور رسول اللہؐ سے عرض کرنے لگیں کہ حسنؑ اور حسینؑ کہیں چلے گئے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ کہاں ہیں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا جس ذات نے ان دونوں کو پیدا کیا، وہ آپ اور مجھ سے ان پر زیادہ مہربان ہے۔ پھر رسولؐ اللہ نے اپنا ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیا اور کہا۔ اے میرے اللہ ان دونوں کی حفاظت کرنا اور انہیں صحیح و سالم رکھنا۔ اسی دوران میں جبرائیلؑ نازل ہو کر عرض کرنے لگے۔ اے محمدؐ فکر نہ کرو۔ وہ تمام کائنات کے، دنیا اور آخرت میں سردار ہیں۔ ان کا باپ ان دونوں سے افضل ہے وہ دونوں بنو بخار کے باغ میں سوتے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے ایک فرشتے کو ان کی نگرانی کے لیے مقرر کر رکھا ہے۔ رسول اللہؐ مع اصحاب بنو بخار کے باغ میں تشریف لا کر کیا دیکھتے ہیں۔ امام حسنؑ حسینؑ کے گلے میں باہیں ڈال کر سوتے ہوئے ہیں اور نگران فرشتے نے اپنا ایک پر دونوں کے نیچے ڈال رکھا ہے اور دوسرے کا سایہ کیے ہوئے ہے۔ رسول اللہؐ نے دونوں پر جھک کر بوسے دینے شروع کیے، دونوں شہزادے بیدار ہو گئے۔ امام حسنؑ کو دائیں کندھے اور امام حسینؑ کو بائیں کندھے پر اُٹھا لیا اور جبرائیلؑ ساتھ ساتھ تھے۔ رسول اللہؐ باغ سے نکل کر باہر تشریف لائے اور فرماتے جاتے تھے۔ میں تمہیں آج وہ شرف دوں گا جو اللہ تعالےٰ نے تمہیں عنایت کیا ہے۔ راستہ میں حضرت ابو بکر بن ابی قحافہ مل گئے اور عرض کرنے لگے۔ اے اللہ کے رسولؐ

ایک مجھے عنایت کر دیجیے۔ میں انہیں اُٹھاتا ہوں اور اپنا بوجھ ہلکا فرمائیے۔ رسُول اللہ نے فرمایا۔ ان کی سواری بھی اچھی، یہ دونوں سوار بھی خوب ہیں اور ان کے والد ان دونوں سے افضل ہیں۔

رسولؐ اللہ مسجد میں تشریف لائے۔ بلال کو لوگوں میں منادی کا حکم دیا۔ لوگ مسجد میں جمع ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دونوں قدموں پر کھڑے ہو گئے اور شہزادے ان کے دونوں شانوں پر سوار تھے۔ فرمایا۔ "اے لوگو! جو باپ نانا نانی کے لحاظ سے تمام لوگوں سے جو لوگ افضل ہیں۔ ان کے متعلق تمہیں آگاہ کروں۔ انہوں نے کہا: "اے اللہ کے رسُول ضرور۔" فرمایا، وہ حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔ جن کے نانا محمد سید المرسلینؐ ہیں۔ جن کی نانی خدیجہ بنت خویلد جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہیں۔ اے لوگو! جو باپ اور ماں کی وجہ سے تمام لوگوں سے افضل ہیں۔ ان کے متعلق تمہیں آگاہ کروں۔" عرض کی: "ہاں اے اللہ کے رسول" فرمایا: "وہ حسنؑ حسینؑ ہیں۔ جن کا والد علیؑ بن ابی طالب اور والدہ سیدہ نساء العالمین ہیں۔

ایک دوسری روایت میں یہی حدیث ابن عباس سے روایت کی گئی ہے۔ کہ رسول اللہؐ نے امام حسنؑ کو اٹھایا تھا اور جبرائیلؑ نے امام حسینؑ کو اور لوگ دیکھ رہے تھے کہ آنحضرتؐ آپ کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ جشویہ طریق سے عاصم بن بدلہ زرین حبیش سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسولؐ اللہ نماز پڑھتے تھے اور سجدہ میں جاتے تھے تو حسنؑ اور حسینؑ آکر آپ پر سوار ہو جاتے تھے۔ جب تک دونوں نہیں اترتے تھے رسولؐ اللہ سجدہ کو لمبا کرتے تھے۔ جب رسولؐ اللہ نماز سے فارغ ہو جاتے تھے تو دونوں کو سینے سے لگاتے اور فرماتے جو مجھے دوست رکھتا ہے اسے چاہیے کہ ان دونوں کو دوست رکھتے۔

روایت ہے کہ امام حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالب مکہ کی طرف پیدل روانہ ہوئے آپ کے ایک غلام نے کہا کہ آپ سوار ہو جاتے تو تکلیف سے راحت میں رہتے حضرت نے فرمایا جب ہم اس منزل پر وارد ہوں گے۔ تمہیں ایک سیاہ رنگ کا آدمی ملے گا۔ اس کے پاس تیل ہو گا۔ اس سے وہ تیل خریدنا۔ چلتے چلتے سب لوگ اس منزل تک پہنچ گئے۔ وہاں اس سیاہ آدمی کو موجود پایا۔ حضرتؑ نے غلام سے فرمایا: "جاؤ اور اس سے تیل خریدو۔" نوکر نے حکم کی تعمیل کی۔ سیاہ فام نے کہا۔ یہ تیل کس کی خاطر خرید رہے ہو۔ نوکر نے عرض کی۔ اپنے آقا امام حسنؑ بن علیؑ کی خاطر وہ سیاہ فام نوکر کے ساتھ چل کر حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا۔ "اے میرے آقا۔ آپ پر میرا سلام ہو۔" مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ تیل جناب کی خاطر خریدا جا رہا ہے۔ میں اس کی قیمت ہرگز نہیں لوں گا۔ میں آپ کا غلام ہوں بلکہ آپ میرے لیے دعا فرما دیں کہ اللہ تعالےٰ مجھے فرزند عطا کرے جو اہل بیتؑ کا محب ہو۔ میری عورت حاملہ ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا۔ اپنے گھر جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں نیک فرزند عطا کیا ہے جو ہمارا شیعہ اور محب ہو گا۔ سیاہ فام گھر آیا۔ اس کی عورت نے لڑکا جنا ہوا تھا۔ وہ لڑکا سید حمیری شاعر اہل بیتؑ ہے۔

روایت ہے کہ امیرالمومنینؑ کی وفات کے بعد حبابہ والوبیہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر دونوں شہزادوں کو دعا دینے لگی اور دونوں کی تعریف کرنے لگی اور کہا کہ مجھے آپ کی امامت میں قطعاً کوئی شک نہیں ہے۔ لیکن ہر امام کے پاس حجت، برہان اور معجزہ ضرور ہوتا ہے۔ حبابہ کے پاس پتھر تھا۔ اس کو اپنے دونوں ہاتھوں میں رکھا۔ حسنینؑ کا نقش اسی پر ثبت ہو گیا۔ حبابہ نے اللہ تعالےٰ کی تسبیح بیان کی اور شکر خدا میں سربسجود ہوئی۔

ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت ہے کہ امام حسن بن علیؑ علیہما السلام ایک سفر کے لیے روانہ ہوئے۔ ساتھ ایک شخص تھا جو زبیر کی اولاد سے اور زبیر کی امامت کا قائل تھا۔ یہ لوگ ایک سوکھی کھجور کے نیچے اتر گئے۔ جو پانی کی نایابی کی وجہ سے خشک ہو گئی تھی۔ امام حسنؑ کے لیے کھجور کا فرش بچھا دیا گیا تھا۔ زبیری نے بھی اپنا بچھونا حضرتؑ کے سامنے لگا لیا۔ زبیری نے کھجور کی طرف اپنے سر کو بلند کر کے کہا۔ اگر اس کھجور پر تازہ کھجوریں ہوتیں تو ہم کھاتے۔ امام حسنؑ نے فرمایا،

کیا تمہیں تازہ کھجوروں کی خواہش ہے۔ اس نے عرض کی، ہاں۔ حضرتؑ نے اپنا
ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے چند کلمات کے ساتھ دعا فرمائی، کھجور سرسبز ہوگئی
اور اس میں تازہ پھل آ گئے۔ زبیری یہ دیکھ کر کہنے لگا، خدا کی قسم یہ جادو ہے حضرتؑ
نے فرمایا، یہ جادو نہیں ہے بلکہ اولاد انبیاء کی دعا کا نتیجہ ہے جو قبول ہوئی ہے۔
ایک آدمی کھجور پر چڑھ گیا۔ اس سے تازہ کھجوریں حاصل کیں جو سب کو کافی ہوگئیں۔

ابو جعفر علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
فرمایا۔ اس وسیع علم والے علیؑ کا دامن پکڑ لو۔ جو اس کو دوست رکھتا ہے، اللہ
تعالٰے اُسے ہدایت دیتا ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالٰے اس کو دوست
رکھتا ہے جو علیؑ کو دوست رکھتا ہے۔ اللہ تعالٰے اس سے بغض رکھتا ہے جو علیؑ
سے روگردانی کرتا ہے۔ اللہ تعالٰے اسے ذلیل وخوار کرتا ہے اس سے میرے
دو سبط پیدا ہوں گے جن کے نام حسنؑ وحسینؑ ہوں گے۔ وہ دونوں میرے فرزند ہیں
حسینؑ سے باقی ائمہ علیہم السلام پیدا ہوں گے جنہیں اللہ تعالٰے میرے فہم اور علم
کی تعلیم دے گا۔ انہیں دوست رکھو، ان کی پیروی کرو، ان کے سوا کسی کو دوست
نہ رکھیں، ورنہ اللہ تعالٰے کا غضب تم پر نازل ہو جائے گا۔ جس پر اللہ تعالٰے کا غضب
نازل ہوا، وہ ہلاک ہوگیا۔ وَمَا الحیوٰۃ الدنیا اِلّا متاع الغرور۔ دنیا کی زندگی
محض دھوکا ہے۔

غلابی اپنی کتاب میں سلسلہ روایت صفیہ بنت عبد المطلب تک لے جا کر روایت
کرتے ہیں کہ صفیہ نے کہا کہ جب امام حسینؑ جناب فاطمہؑ سے پیدا ہوئے تو میں جناب
فاطمہؑ کے پاس موجود تھا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا "میرے فرزند کو میرے پاس لے آؤ"
میں نے عرض کی، میں نے ابھی تک انہیں پاک وصاف نہیں کیا۔ رسول اللہ نے فرمایا۔
تم انہیں پاک وصاف کرتی ہو جن کو اللہ تعالٰے نے پاک وصاف اور مطہر کیا ہے۔
روایت میں ہے کہ رسول اللہؐ امام حسینؑ کی طرف بڑھے اور آپ کو اُٹھا لیا۔ امام
حسینؑ اس وقت تسبیح، تہلیل اور اللہ تعالٰے کی بزرگی بیان فرما رہے تھے۔

ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔
خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ اس اُمت کا مہدیؑ جس کے پیچھے عیسٰےؑ
نماز ادا کریں گے۔ وہ ہم میں سے پیدا ہوگا۔ پھر رسول اللہؐ نے حسینؑ کے شانہ پر
ہاتھ مار کر فرمایا اس سے پیدا ہوگا۔ اس سے پیدا ہوگا۔

ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا جس نے فاطمہؑ اور اس کی اولاد
سے بغض رکھا، اس کے دونوں قدموں کی جگہ تک اس کے لیے حرام ہے دنیا میں
اُسے رہنے کا کوئی حق نہیں۔

امام جعفر علیہ السلام اپنے آباء طاہرینؑ سے روایت کرتے ہیں کہ اہل کوفہ حضرت
امیرؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر بارش نہ ہونے کی شکایت کرنے لگے اور آپ سے
التجا کی کہ ہمارے لیے بارش کی دعا فرمائیے۔ آپ نے امام حسینؑ سے فرمایا، اُٹھو! ان
کے لیے بارش کی اللہ تعالٰے سے دعا کرو۔ امام حسینؑ قیام فرما ہوئے اور اللہ تعالٰے
کی حمد وثنا اور رسول اللہؐ پر درود بھیجا اور دعا کرنے لگے۔ اے میرے اللہ جو نیکی
عطا کرنے والے ہو اور برکات نازل کرنے والے ہو۔ ہم پر آسمان سے لگاتار بارش
برسا۔ ہمیں جل تھل کرنے والے بہت تیز ریل پیل کرنے والے بادل سے سیراب
کرنا کہ تیرے بندوں کی کمزوری دور ہو جائے۔ تیرے خشک علاقے پھر سرسبز ہو
جائیں آمین رب العالمین آمین۔

ابھی حضرتؑ دعا سے فارغ ہوئے تھے کہ اللہ تعالٰے نے ویسا بادل بھیجا۔ جس
کی آپ نے دعا فرمائی تھی۔ کوفہ کے ایک علاقہ سے دیہاتی نے آکر یہ خبر دی کہ تمام
وادیاں اور علاقے پانی سے ٹھاٹھیں مار رہے ہیں۔

روایت ہے کہ جب امام حسینؑ نے عراق جانے کا قصد کیا تو عبد اللہ بن عباس
نے آکر آپ کو اللہ تعالٰے کی قسم دے کر کہا، آپ وہاں نہ جائیں۔ ورنہ آپ کربلا
میں قتل کر دیے جائیں گے۔ حضرتؑ نے فرمایا۔ اے ابن عباس میں عاشورہ کے
روز فلاں وقت قتل کر دیا جاؤں گا۔ اللہ تعالٰے کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔

عطا بن سائب اپنے بھائی سے روایت کرتے ہیں کہ میں یوم الحسینؑ (یعنی دسویں محرم کو) موجود تھا۔ ایک راوی جس کا نام عبداللہ بن جویرہ جو بنی تمیم کے قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا حضرتؑ کی خدمت میں آکر کہنے لگا۔ "اے حسینؑ!" آپ نے فرمایا۔ کیا کہنا چاہتے ہو۔ اس نے کہا۔ دوزخ کی بشارت ہو۔ آپ نے فرمایا۔ "ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔" رب غفور کے ہاں جاؤں گا۔ میری ابتداء اور انتہا نیکی پر ہے۔ تم کون ہو؟ اس نے کہا۔ میں ابن جویرہ ہوں۔ امام حسین علیہ السلام نے اپنا دست مبارک آسمان کی طرف اس قدر بلند کیا کہ ہم نے آپ کے بغل کی سفیدی کو ملاحظہ کیا۔ فرمایا۔ اے اللہ! اس کو دوزخ میں ڈال۔ یہ سن کر ابن جویرہ غضب ناک ہو گیا اور حضرتؑ پر حملہ کر دیا۔ اس کا گھوڑا نہر میں بدکا۔ جس سے ابن جویرہ کا پاؤں رکاب میں پھنس گیا۔ اور اس کا سر زمین پر جا گرا۔ گھوڑا اس کے سر کو درختوں اور پتھروں پر مارتا ہوا تیز دوڑ رہا تھا۔ جس کی وجہ سے اس کا قدم۔ پنڈلی اور ران کٹ گئے۔ باقی جسم کا حصہ رکاب میں لٹکا رہا۔ اس حالت میں جہنم واصل ہوا۔ خدا اس پر لعنت کرے۔

امام حسنؑ کی دنیا سے جدائی کا سبب یہ ہے کہ معاویہ نے جعدہ بنت اشعث جو امام حسنؑ کی زوجہ تھی۔ اس کو ہزار دینار شعب اور کوفہ کے علاقے کی کئی جاگیریں عطا کر دی تھیں۔ معاویہ نے جعدہ کے پاس زہر بھیج دیا۔ جعدہ نے زہر کو حضرت کے کھانے میں ملا دیا تھا۔ جب کھانا آپ کے پیش کیا تو آپ نے اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ راجعون کہا اور فرمایا کہ تمام تعریفیں اس ذات کے لائق ہیں جو مجھے حضرت محمد سید المرسلینؐ میرے باپ، سید الوصیینؑ، میری ماں سیدۃؑ نساء العالمین، میرے چچا جعفر طیارؓ اور حضرت حمزہؓ سید الشہداء سے جنت میں ملاقات کرا رہی ہے۔ آپ کے بھائی امام حسینؑ آپ کے پاس تشریف لا کر کہنے لگے طبیعت کا کیا حال ہے؟ فرمایا۔ "دنیا کا آخری اور آخرت کا پہلا دن ہے۔ (اے حسینؑ) تمہاری اور دیگر بھائیوں کی جدائی میرے لیے شاق ہے پھر آپ نے امام حسینؑ سے وصیت فرمائی۔ اسم اعظم اور انبیاء علیہم السلام کی وہ چیزیں جو آپ حضرات کو بطور میراث ملی تھیں یعنی جن کو امیر المومنین علیؑ نے آپ کے سپرد کیا

تھا۔ امام حسینؑ کے سپرد کیں۔ لیکن فرمایا۔ بھائی جب میرا انتقال ہو جائے تو مجھے غسل حنوط اور کفن دینے کے بعد میرے نانا کے روضہ میں لے جا کر ایک جانب مجھے دفن کر دینا۔ اگر تمہیں لوگ ایسے نہ کرنے دیں تو تمہیں اپنے نانا رسولؐ اللہ اور باپ امیر المومنینؑ اور فاطمۃ الزہرؑ کی قسم کسی سے جھگڑا نہ کرنا۔ میرے جنازہ کو فوراً بقیع میں لے جا کر مجھے میری ماں کے پہلو میں دفن کر دینا۔ امام حسینؑ جب آپ کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوئے تو آپ کے جنازہ کو لے جا کر رسول اللہؐ کے ساتھ دفن کرنے کے لیے روانہ ہوئے۔ مروان بن حکم طرید رسول اللہؐ کے ایک خچر پر سوار ہو کر بی بی عائشہ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا اے ام المومنین حسینؑ اپنے بھائی حسنؑ رسول اللہؐ کے ساتھ دفن کرنا چاہتے ہیں۔ خدا کی قسم اگر حسنؑ کی رسول اللہ کے ساتھ دفن کیا گیا تو قیامت تک تمہارے باپ اور اسکے دوست عمر کا فخر جاتا رہے گا۔ ام المومنینؓ نے فرمایا۔ اے مروان میں کیا کر سکتی ہوں؟ مروان نے کہا۔ جاؤ اور ان کو دفن کرنے سے منع کرو۔ (اے مروان) میں کس طرح جاؤں؟ میرے خچر پر سوار ہو کر چلی جاؤ۔ مروان خچر سے اتر پڑا۔ ام المومنین اس پر سوار ہو گئیں۔ لوگوں کو خاص طور پر بنو امیہ کو حسینؑ کے خلاف ابھارتی تھیں۔ تاکہ حسینؑ امام حسنؑ کو رسولؐ اللہ کے ساتھ دفن نہ کر سکیں۔ جب ام المومنین رسولؐ اللہ کی قبر کے قریب تشریف لے گئیں، تو اس وقت امام حسنؑ کا جنازہ بھی رسولؐ اللہ کی قبر کے نزدیک پہنچ چکا تھا۔ ام المومنین خچر سے اتر پڑیں اور کہنے لگیں۔ خدا کی قسم حسنؑ یہاں ہرگز دفن نہیں ہوں گے جب تک یہ موجود ہیں۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے اپنے سر کے بالوں کی طرف اشارہ کیا۔ بنو ہاشم لڑائی پر آمادہ ہو گئے۔ امام حسینؑ نے فرمایا۔ اللہ! اللہ! میرے بھائی کی وصیت کو نہ توڑو۔ جنازہ بقیع کی طرف لے چلو۔ میرے بھائی نے مجھے قسم دی تھی کہ اگر ان کا جنازہ آپ کے نانا کے ساتھ دفن کرنے سے منع کر دیا جائے تو میں کسی سے جھگڑا نہ کروں۔ میں انہیں ان کی ماں کے ساتھ بقیع میں دفن کروں۔

ابن عباسؓ نے کہا (اے حمیرا) آپ ہمارے خلاف صرف ایک دن نہیں نکلیں ایک دن اونٹ پر سوار ہو کر اور دوسری دفعہ خچر پر سوار ہو کر کہا۔ یہ تمہارے لیے کافی

نہ تھا کہ صرف یوم الجمل رہتا۔ اب یوم البغل بھی ساتھ شامل ہو گیا ہے۔ وہ دن بھی ہمارے خلاف تھا۔ آج کا دن بھی ہمارے خلاف ہے۔ حجاب رسولؐ اللہ سے نکل کر اللہ کے نور کو بجھانا چاہتی ہو۔ اِنّا للہ وَ اِنّا الیہِ راجعون۔ اُم المومنین نے عبداللہ بن عباس سے کہا، مجھے چھوڑیئے۔ روایت ہے کہ امام حسنؑ نے اس دنیا سے ۴۹ سال اور چند ماہ کی عمر میں انتقال فرمایا۔ آپ رسول اللہؐ کے ساتھ سات سال چھ ماہ رہے اور باقی تمام عمر امیر المومنین علیؑ کے ساتھ گزاری۔

روایت ہے کہ آپ اپنی ماں سیدۃ نساء العالمینؑ کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن ہیں۔

امام حسین علیہ السلام

امام حسنؑ کی وفات کے بعد امام حسینؑ امامتؑ کے امور سرانجام دینے لگے۔ اللہ عزوجل کے احکامات کی تبلیغ میں مصروف ہو گئے۔ امیر المومنینؑ سے روایت ہے کہ جبرائیلؑ رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ کا پیغام لاتے تھے کہ فاطمہؑ ایک فرزند جنے گی۔ اللہ کا حکم ہے کہ اس کا نام حسینؑ رکھنا۔ ایک باغی گروہ جمع ہو کر اس کو قتل کر دے گا۔ رسولؐ اللہ نے اس بات سے امیر المومنینؑ اور فاطمہؑ دونوں کو آگاہ کر دیا تھا۔ جناب سیدہؑ نے کہا۔ مجھے ایسے فرزند کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسولؐ سے وحی فرمائی کہ فاطمہؑ سے کہہ دو کہ حسینؑ کے قتل کے عوض میں اللہ تعالیٰ اس کے لیے اور اس کے بعد اس کی اولاد میں قیامت تک امامت اور مواریث الانبیاء ودیعت کرے گا۔ امیر المومنینؑ اور فاطمہؑ نے کہا۔ ہم اللہ تعالیٰ کے حکم پر راضی ہیں جو کچھ اس نے ہمارے لیے منتخب فرمایا ہے۔

روایت ہے کہ امام حسینؑ صرف چھ ماہ ماں کے شکم مبارک میں رہے۔ امام حسینؑ کی ولادت، رسولؐ اللہ کی ولادت، امیر المومنینؑ اور امام حسنؑ کی ولادت کی طرح تھی۔ جب امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے تو جبرائیل ایک ہزار ملائکہ کی جماعت کے

ساتھ نازل ہو کر رسولؐ اللہ کو تہنیت ادا کرنے جا رہے تھے۔ ان کا راستہ میں ایک فرشتہ کے پاس سے گزر ہوا جس کا نام فطرس تھا۔ وہ سمندر کے ایک جزیرے میں پڑا تھا۔ اس نے اللہ کے حکم کی تعمیل میں ڈھیل کی تھی۔ سزا کے طور پر اس کے پر توڑ دیے گئے تھے۔ اس کو اس کے منصب سے الگ کر کے اس جزیرہ کی طرف بھیج دیا گیا تھا اس جزیرہ میں پانچ سو سال رہا اور وہ جبرائیلؑ کا دوست تھا۔ جب جبرائیلؑ کا وہاں سے گزر ہوا تو فطرس نے کہا (اے جبرائیلؑ) کہاں جا رہے ہو۔ کہا اس رات کو رسول اللہؐ کا فرزند پیدا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ مبارک بادی کے لیے بھیجا ہے۔

فطرس نے کہا مجھے کیوں نہیں ساتھ لے جاتے تاکہ وہ رسولؐ اللہ میرے لیے اللہ سے دعا فرمائیں اور میری خطا معاف ہو جائے۔ جبرائیل نے اسے خود اُٹھا لیا۔ جب اس نے اور دیگر فرشتوں نے رسولؐ اللہ کو مبارک باد کہی تو رسولؐ اللہ نے فطرس کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ اے جبرائیلؑ فرشتوں کے درمیان ٹوٹے ہوئے پروں والا کون ہے۔ جبرائیلؑ نے تمام واقعہ عرض کر دیا۔ رسولؐ اللہ فطرس کی طرف متوجہ ہوئے، دعا کے بعد اس سے کہا، جاؤ اپنے پر اس بچے کے جسم کے ساتھ مس کرو۔ فطرس نے اپنے پر حسینؑ کے جسم سے مس کیے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو پہلی منزلت عطا کر دی۔ جب اُٹھ کر جانے لگا تو رسولؐ اللہ نے فرمایا اے فطرس کہاں جا رہے ہو۔ عرض کی جہاں میرا مقام تھا۔ وہاں جا رہا ہوں۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے میری شفاعت کو منظور فرما لیا ہے اب تم کربلا کی زمین پر جا کر قیام کرو۔ قیامت تک ہر آنے والے زائر حسینؑ کی آمد کے متعلق مجھے آگاہ کرتے رہنا۔

اَخبرنی بکُلّ مَن یاتی الحسین زائرا الیٰ یومِ القیامۃ

آسمان والے اس فرشتے کو عتیق الحسینؑ، حسینؑ کا آزاد کردہ کہا کرتے ہیں۔ امام حسینؑ نے جب عراق جانے کا ارادہ فرمایا تو اُم المومنین اُم سلمہؓ نے آپ سے کہلا بھیجا کہ میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتی ہوں تم عراق نہ جاؤ۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرا بیٹا حسینؑ کربلا میں قتل ہو گا۔ مجھے ایک شیشی میں مٹی عطا کی تھی۔ امامؑ نے فرمایا۔ خدا کی قسم میں ضرور جاؤں گا۔ میں یقیناً قتل کیا جاؤں گا۔ اللہ تعالےٰ کی تقدیر سے مفر نہیں ہے۔ میں وہ دن اور وقت جانتا ہوں جہاں میں شہید کیا جاؤں گا۔ جیسے آپ جانتی ہیں۔ میں وہ جگہ بھی پہچانتا ہوں جہاں میری لاش دفن کی جائے گی اے اُم سلمہؓ میں عراق ضرور جاؤں گا اے اُم سلمہؓ میں چاہتا ہوں کہ تمہیں اپنی اور اپنے ساتھیوں کی جگہ اور ٹھکانہ دکھا دوں۔ اُم سلمہؓ نے عرض کی، ہاں چاہتی ہوں۔ حضرتؑ نے اسم اعظم تلاوت فرمایا۔ زمین پست ہو گئی۔ اُم سلمہؓ کو اپنا ٹھکانہ اور جگہ دکھائی۔ حضرتؑ نے ہاتھ بڑھا کر مٹی لے کر اُم سلمہؓ کے حوالے کی۔ اُم سلمہؓ نے پہلی مٹی میں اس مٹی کو مخلوط کر دیا۔ فرمایا۔ میں ہفتہ کے روز عاشورہ کو قتل کیا جاؤں گا۔

روایت ہے کہ آپ کی شہادت جمعہ کے روز واقع ہوئی تھی۔ یہ صحت کے بہت قریب ہے۔ یہ بات اصحاب حدیث کی روایت کے مطابق ہے جب امام حسینؑ عراق کی طرف جا رہے تھے تو محمد بن حنفیہ آپ کے ساتھ ساتھ جا رہے تھے۔ کہنے لگے۔ اللہ اللہ اے ابو عبداللہ حرم رسول اللہؐ کو بھی ساتھ لے جا رہے ہو۔ امامؑ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان کے یہاں رہنے سے منع کرتا ہے وہ ان کو قیدی دیکھنا چاہتا ہے۔ حضرتؑ کا انتقال روز جمعہ دس محرم ۶۱ھ میں ہوا۔ آپ کی کل عمر ۵۷ سال تھی۔ سات سال رسولؐ اللہ کے ساتھ رہے اور تیس سال امیر المومنینؑ کی خدمت میں گزارے۔ باقی عمر کچھ اپنے بھائی کے ساتھ اور کچھ اکیلے بسر کی۔

اصحاب حدیث نے روایت کی ہے کہ آپ نے اپنے بیٹے علیؑ بن حسینؑ زین العابدین کو وصیت فرمائی اسم اعظم اور مواریث الانبیاء آپ کے سپرد کیے، امام حسینؑ نے اپنے بعد امام زین العابدینؑ کی امامت کی نص فرمائی۔

ایک عالم اہل بیت نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہؐ کی خدمت میں چار ہزار فرشتے بدر کی جنگ کے روز حاضر ہوئے تھے۔ وہی فرشتے اللہ تعالےٰ نے امام حسینؑ کی خدمت

میں کربلا بھیجے اور آپ کو اختیار دیا کہ دشمنوں پر فتح پائیں۔ یا رسول اللہؐ کی ملاقات کریں امامؑ نے رسول اللہؐ کی ملاقات کو پسند فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے ان چار ہزار فرشتوں کو حکم دیا کہ پریشان بال اور غبار آلودہ حالت میں آپ کے فرزند صاحب الزمان علیہ السلام کے قیام تک آپ کی قبر پر ٹھہرے رہیں۔

امام زین العابدین علیہ السلام

جب امامت حضرت سجاد ذی ثفنات زین العابدینؑ جن کی کنیت ابو محمد ہے کی طرف منتقل ہوئی تو آپ نے امر اللہ کی تبلیغ میں بے حد مشکلات برداشت کیں، چند مومنین کے سوا جنہوں نے آپ کی پیروی کی، باقی لوگوں سے آپ کی امامت پوشیدہ رہی۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام شہر[1] بانو عجم کے آخری بادشاہ یزدجرد کی بیٹی تھیں، آپ کی ولادت اپنے آبائے طاہرینؑ کی مانند تھی، امیر المومنینؑ حضرت علیؑ نے امام حسینؑ سے فرمایا کرتے تھے کہ شہر بانو مجھے اچھی معلوم ہوتی ہے۔ یہ اللہ کی پسندیدہ ہے۔ تمہارے لیے ایک فرزند پیدا کرے گی جو آپ کے بعد تمام روئے زمین سے افضل ہو گا، امام زین العابدینؑ

---

[1] بی بی شہر بانو مادر زین العابدینؑ کی وفات کے متعلق اختلاف ہے۔ علما محققین کا خیال ہے کہ آپ کی ولادت کے وقت زچہ خانہ میں ہی بی بی شہر بانو کا انتقال ہو گیا تھا کربلا میں بی بی شہر بانو کا موجود ہونا معتبر کتب میں موجود نہیں ہے۔ طہران اور شاہ عبدالعظیم دونوں شہر آپس میں ملے ہوئے ہیں، شاہ عبدالعظیم سے کوئی تین میل کے فاصلہ پر پہاڑ کی چوٹی پر سبز رنگ کے روضہ میں بی بی شہر بانو حرم حسین کو مدفون بتایا جاتا ہے (واللہ یعلم بصواب) اس جگہ کو عام لوگ رود طوس کہتے ہیں میں نے جون ۱۹۶۱ء میں ان مقامات کی زیارت کی ہے بیحد دشوار گزار راستہ ہے، پہاڑی پر نئی سڑک بنائی جا رہی ہے۔ بسیار تکلیف کے بعد جب زائر آپ کے روضہ کے پاس پہنچ جاتا ہے تو بے اختیار ہو کر چیخیں

باقی اگلے صفحہ پر

ایک دن اور رات میں ہزار رکعت نماز ادا کرتے تھے۔ اصحاب حدیث نے رشید ہجریؒ
اور یحییٰ بن اُم طویل سے روایت کی ہے کہ جب امام حسینؑ کے انتقال کے بعد محمد بن
حنفیہ نے امامت کا دعوے کیا اور کہنے لگا کہ میں امامت کا زیادہ حق دار ہوں کیونکہ
میں امیرالمومنینؑ کا فرزند ہوں۔ محمد بن حنفیہ کی اس آواز پر آپ کے پاس بے شمار
مخلوق جمع ہوگئی۔ امام زین العابدینؑ محمد بن حنفیہ کے پاس آئے اور آپ کو پند و نصائح
فرمانے لگے (امامت کے متعلق) امام حسینؑ کے جس فرزند کے متعلق رسولؐ اللہ نے اشارہ
فرمایا تھا۔ وہ بھی آپ کو یاد دلایا۔ آپ نے محمد حنفیہ سے فرمایا کہ (امامت کے متعلق) میرے
باپ نے مجھے وصیت کی ہے محمد بن حنفیہ نے اس بات کو تسلیم نہ کیا حتیٰ کہ علی زین العابدینؑ
حنفیہ کا ہاتھ پکڑ کر حجر اسود کے پاس لے گئے۔ فرمایا، ہم حجر اسود کو اپنا حکم بناتے ہیں۔
اللہ تعالےٰ نے حجر اسود کو گویا کیا۔ اس نے علی بن حسینؑ کی گواہی دی۔ محمد بن حنفیہ اپنے
دعویٰ سے باز آگئے۔

امام زین العابدینؑ کے متعلق فرزدق کے یہ اشعار ہیں۔ فرزدق شعر بھی پڑھتا تھا۔
اور اپنے ہاتھ سے امام کی طرح اشارہ بھی کرتا تھا (اشعار یہ ہیں جن کا صرف اُردو ترجمہ
پیش کیا جارہا ہے)

۱۔ یہ وہ ہیں جن کو مکہ کی سنگلاخ زمین جانتی ہے، خانہ کعبہ بھی جانتا ہے۔ حل اور حرم
بھی جانتے ہیں۔

۲۔ یہ اللہ تعالےٰ کے تمام بندوں سے افضل کا بیٹا ہے۔ یہ پاک و پاکیزہ، منتخب اور
پاک علم والے ہیں۔

۳۔ جن کے دادا تمام انبیاء سے افضل ہیں جس کی اُمت تمام اُمتوں سے افضل ہے۔

۴۔ اگر تم جاہل ہو تو یہ فاطمہ کا بیٹا ہے جس کے دادا پر اللہ تعالےٰ کے نبیوں کی نبوت

حاشیہ صفحہ ۸۶ سے آگے: مارتا ہے۔ مناقب شہر آشوب میں تحریر ہے کہ شہربانو ... امام حسینؑ کی شہادت کے بعد
اپنے گھوڑے کو دریائے فرات میں ڈال کر وفات پاگئیں۔ ۱۲ محمد شریف عفی عنہ

ختم ہوگئی ہے۔

۵۔ تم پر ہلاکت ہو یہ فاطمہؑ زہرا کا فرزند ہے، رسول اللہؐ کے وصی علیؑ کا فرزند
ہے جو تم سب سے افضل ہے۔

۶۔ منکر کی یہ بات نقصان دہ نہیں کہ یہ کون ہے عرب اور عجم دونوں اس کو
جانتے ہیں۔

۷۔ اللہ تعالےٰ نے تقدم کی وجہ سے ان کو شرف اور فضیلت دی ہے یہ بات
قلم نے لوح محفوظ پر لکھ دی ہے۔

۸۔ حیا کی وجہ سے آنکھیں نیچی رکھتے ہیں۔ بات مسکرا کر کرتے ہیں۔

۹۔ تاریکی میں روشنی کے مینار ہیں۔ جس طرح سورج کی روشنی سے ظلمت دور
ہوتی ہے۔

۱۰۔ آپ کی سرشت رسول اللہؐ کی سرشت سے مشتق ہے۔ آپ کے عناصر اور
عادات و خصائل پاک پاکیزہ ہیں۔

۱۱۔ اے لوگو! ان (اہل بیتؑ) کی محبت دین ہے ان سے بغض رکھنا کفر ہے۔
ان کا قرب ملجا اور ٹھکانا ہے۔

۱۲۔ نماز میں ہر روز اللہ تعالےٰ کے ذکر کے بعد ان کا ذکر مقدم ہے۔

۱۳۔ اگر دنیا کے پرہیزگار شمار کیے جائیں تو یہ ان کے امام ہیں۔ اگر یہ پوچھا جائے
کہ تمام زمین پر افضل کون ہیں تو جواب میں کہا جائے گا یہ اہل بیتؑ ہیں۔

۱۴۔ جو شخص اللہ تعالےٰ کی معرفت رکھتا ہے وہ سب سے پہلے ان کی معرفت
رکھتا ہے اس گھر والوں سے لوگوں نے دین سیکھا ہے۔

ابو خالد کنکر کابلی روایت کرتے ہیں کہ میں یحییٰ بن اُم طویل سے ملا جو امام
زین العابدینؑ کی دایہ کا بیٹا تھا وہ میرا ہاتھ پکڑ کر حضرتؑ کی خدمت میں لے گیا۔
میں نے آپ کو ایسے گھر میں تشریف فرما دیکھا جس کا فرش سوسنی رنگ کا تھا۔ جس
کی دیواریں چونہ کی بنی ہوئی تھیں۔ آپ رنگین کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ میں آپ

کے پاس زیادہ نہ بیٹھا۔ جب میں اُٹھنے لگا تو فرمایا۔ کل میرے پاس آنا۔ میں نے یحییٰ سے کہا۔ تم مجھے ایسے شخص کے پاس لے گئے۔ جس نے رنگ دار کپڑے پہن رکھے ہیں۔ میں نے پکا ارادہ کر لیا۔ کہ پھر آپ کے پاس نہ جاؤں گا۔ میں نے غور کیا کہ اگر میں دوبارہ چلا جاؤں گا۔ تو کوئی ہرج نہیں دوسرے دن میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ گھر کے اندر کوئی آدمی موجود نہ تھا۔ میں واپس لوٹنا ہی چاہتا تھا کہ دروازے کے اندر سے مجھے ایک آدمی نے بلایا۔ میں نے خیال کیا شاید کسی اور کو بلایا جا رہا ہے۔ حتیٰ کہ زور سے آواز آئی "اے کنکہ اندر آجاؤ" یہ میرا نام میری ماں نے رکھا تھا۔ جس کو میرے سوا کوئی نہیں جانتا تھا۔ میں حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ایسے گھر میں قیام فرما تھے۔ جس میں فرش لگا ہوا تھا آپ چٹان پر قیام فرما رہے تھے۔ کھردری قمیص پہن رکھی تھی۔ آپ کے پاس یحییٰ ابھی بیٹھا تھا۔ فرمایا۔ اے خالد میں نے نئی نئی شادی کی ہے جو کل لباس دیکھا تھا۔ وہ بیوی کی مرضی سے تھا۔ میں نے اس کی مخالفت نہیں کی تھی۔ آپ اُٹھے میرے اور یحییٰ ابن اُم طویل کے ہاتھ کو پکڑ کر ایک تالاب پر لے آئے ہمیں فرمایا۔ "ٹھہرو" ہم دونوں ٹھہر گئے۔ آپ پانی پر چلنے لگے۔ آپ کا ٹخنہ پانی پر صاف دکھائی دیتا تھا۔ میں نے کہا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر آپ کلمہ کبریٰ حجت عظمیٰ ہیں۔ صلوات اللہ علیک پھر امامؑ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ قیامت کے دن اللہ تعالےٰ تین انسانوں کی طرف نہیں دیکھے گا۔ اور انہیں پاک نہیں کرے گا۔ ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو اپنے بیٹے محمد باقر کو طلب فرما کر اپنے شیعوں اور خواص کی موجودگی میں آپ سے ظاہری وصیت فرمائی۔ آپ امامت کی نص فرمائی۔ اس کے بعد اسم اعظم اور مواریث الانبیاء آپ کے سپرد کر دیئے (امام نے اپنے بیٹے محمدؑ باقر کو وصیت کرتے ہوئے) ایک بات یہ بھی فرمائی تھی کہ آپ کی اونٹنی سے نیک سلوک کیا جائے اور اس پر کوئی سوار نہ ہو۔ اور باڑھ کے اندر رہے۔ امام علیہ السلام نے اس اونٹنی پر سوار ہو کر بیس حج کیے تھے۔ اور اس کو ایک دفعہ بھی

لکڑی نہیں لگائی تھی۔

روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرتؑ نماز میں مشغول تھے۔ آپ کے فرزند امام محمد باقرؑ جو ابھی بچے تھے، کنواں میں گر پڑے۔ کنواں گھر میں تھا جو بہت گہرا تھا۔ ماں نے چیخنا چلانا شروع کیا مضطرب ہو کر اپنے آپ کو کنواں کے ارد گرد گراتی تھی۔ اور کہتی جاتی تھی۔ فرزند رسولؐ تمہارا بیٹا محمد ڈوب گیا۔ اس کی آواز کو گھر کا ہر فرد سن رہا تھا۔ امامؑ نے نماز نہ توڑی۔ اپنے فرزند محمدؑ کی کنواں میں اضطرابی کیفیت کو سنتے رہے۔ جب امامؑ نے نماز کو نہ توڑا۔ تو بیوی نے جھنجلا کر کہا کہ آپ کا دل کس قدر سخت ہے۔ حضرتؑ نماز میں مصروف رہے حتیٰ کہ نماز ختم ہو گئی آپ کنواں کے پاس تشریف لائے۔ امامؑ نے کنواں کی گہرائی کی طرف ہاتھ لمبا کیا کنواں کی تہہ تک ایک لمبی رسی ہی پہنچ سکتی تھی۔ امامؑ نے محمدؑ کو اپنے ہاتھوں سے نکال لیا۔ جو ہنس رہے تھے اور آپ کے کپڑے تک نہیں بھیگے تھے۔ محمدؑ کی ماں اپنے فرزند کو صحیح و سالم دیکھ کر ہنس پڑیں۔ امامؑ کے حق میں جو (ناجائز) بات کہی تھی۔ اس کی وجہ سے رو پڑیں۔ امامؑ نے فرمایا تم سے کوئی باز پرس نہیں ہو گی۔ اگر تمہیں معلوم ہوتا کہ میں خدائے جبار کے حضور میں ہوں۔ اگر میں اس کی بارگاہ سے منہ موڑ لیتا۔ تو وہ میری طرف سے منہ موڑے گا تو تم سے یہ کلمات صادر نہ ہوتے آپ نے ۹۵ھ میں انتقال فرمایا۔ اس وقت آپ کی عمر ۵۹ سال تھی۔

ایک روایت ہے کہ آپ کی عمر ۵۷ سال تھی امام حسنؑ بن علیؑ کی قبر میں بقیع میں دفن ہوئے۔ روایت ہے کہ آپ کی اونٹنی بقیع کی طرف چلی گئی۔ اپنا سینہ زمین پر مارتی تھی۔ لگاتار دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ امام محمدؑ باقرؑ نے ایک شخص کو بھیجا تاکہ وہ اونٹنی کو واپس لے آئے، لیکن وہ پھر بقیع کی طرف چلی گئی۔ اور وہیں رہی۔ تھوڑے عرصہ کے بعد مر گئی۔ امام محمدؑ باقر علیہ السلام نے امام زین العابدینؑ کی قبر کے پاس اس کی قبر کو کھود کر اسے وہیں دفن کر دیا۔

امام محمد باقر علیہ السلام

امام زین العابدینؑ کے انتقال کے بعد امام محمد باقر علیہ السلام مسند آرائے امامت ہوتے۔ احکام خداوندی کی تبلیغ میں مشغول ہو گئے، مومنین نے آپ کی پیروی کی۔ امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ میری ماں اُم عبداللہ بنت امام حسنؑ ایک روز دیوار کے پاس تشریف فرما تھیں۔ ناگاہ دیوار پھٹ کر گرنے کو تھی۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، نہیں نہیں (محمدؐ) مصطفےٰ کی قسم تمہیں اللہ تعالےٰ گرنے کی اجازت نہیں دیتا، حتیٰ کہ میں اُٹھ کر چلی جاؤں۔ دیوار اتنی دیر تک معلق رہی، حتیٰ کہ آپ دور چلی گئیں، پھر دیوار گر گئی۔ میرے والد امام زین العابدینؑ نے اس سلسلہ میں سو دینار بطور صدقہ تقسیم فرمائے۔ امام محمد باقرؑ امام حسینؑ کی شہادت سے پہلے دو سال اور چند ماہ ۵۸ھ میں پیدا ہو چکے تھے، آپ کی ولادت اپنے آبائے طاہرین کی ولادت کی طرح تھی۔ آپ کربلا میں امام حسینؑ کے ساتھ موجود تھے۔

محمد بن مسلم روایت کرتے ہیں کہ مکہ کی راہ میں امام محمد باقرؑ کے ساتھ تھا ناگاہ آپ نے ایک بھیڑ کو دیکھا جو گلے سے الگ ہو گئی تھی، اپنے بچے کی طرف چیختی ہوئی جا رہی تھی۔ بچہ بھیڑ سے الگ ہو گیا تھا، بچہ دوڑ رہا تھا۔ امامؑ نے فرمایا، تم جانتے ہو کہ یہ بھیڑ کیا کہتی ہے، میں نے عرض کی۔ اے میرے آقا نہیں، آپ نے فرمایا۔ تقول لها اسرى الى القطيع فانّ اخاك عامًا تخلّف منّى وعن القطيع فى هذا المكان فاختلسهُ الذّئب فاكلهُ ۔ فرمایا، بھیڑ اپنے بچہ سے کہہ رہی ہے کہ جلدی ریوڑ میں آ کر شامل ہو جاؤ۔ پچھلے سال اسی جگہ تمہارا بھائی مجھ سے اور ریوڑ سے الگ ہو گیا تھا، بھیڑیا اس کو پکڑ کر کھا گیا تھا۔ محمد بن مسلم کا بیان ہے کہ میں چرواہے کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ بھیڑ اپنے بچہ کو بلاتی ہے شاید پچھلے سال بھیڑیا اس کے بچے کو اس جگہ کھا گیا تھا۔ چرواہے نے کہا، جیسا آپ کا خیال ہے ویسا ہی ہے۔

ابو سعید سے روایت ہے کہ میں نے امام محمد باقرؑ کی خدمت میں عرض کی، کیا آپ رسولؐ اللہ کے وارث ہیں؟ فرمایا ہاں رسولؐ اللہ انبیاءؑ کے وارث تھے ہم رسولؐ اللہ اور انبیاءؑ کے وارث ہیں۔ میں نے عرض کی، کیا آپ لوگ مردوں کو زندہ کرنے مادر زاد اندھوں اور مبروصیوں کو درست کرنے کی قدرت رکھتے ہیں؟ فرمایا۔ ہاں اللہ تعالےٰ کے حکم سے ایسا کر سکتا ہوں۔ فرمایا، میرے نزدیک ہو جاؤ۔" میں نزدیک ہو گیا، حضرتؑ نے میری آنکھ پر اپنا ہاتھ پھیرا۔ میں نے زمین و آسمان اور گھر میں پڑی ہوئی تمام چیزوں کو دیکھا۔ فرمایا، تم اس حالت میں رہنا پسند کرتے ہو۔ اگر اس حالت میں رہو گے تو تم میں اور لوگوں میں کوئی فرق نہ ہو گا جو تمہارے لیے ہو گا۔ وہ ان کے لیے ہو گا، جو ان کے خلاف ہو گا۔ وہ تمہارے خلاف ہو گا۔ اگر تم پہلی حالت پر چلے جاؤ گے تو تمہارے لیے خالص جنت ہو گی، میں نے عرض کی: "میں جنت کو پسند کرتا ہوں، حضرتؑ نے میری آنکھ پر اپنا دست مبارک پھیر دیا، میں ویسے کا ویسا ہو گیا، امامؑ نے فرمایا۔ ہم جنب اللہ عزوجل ہیں ہم صفوۃ اللہ، ہم خیرۃ اللہ ہیں، امنا اللہ ہیں، انبیاءؑ کے ترکے ہمارے سپرد کیے گئے، ہم حجتہ اللہ ہیں، ہم حبل اللہ المتین ہیں، ہم صراط اللہ المستقیم ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ ان هٰذا صراطى مستقيمًا فاتبعوهُ ولا تتبعوا السبل۔ میرا راستہ سیدھا ہے۔ اس پر چلو اور راستے اختیار نہ کرو (اللہ کا راستہ وہ ہے جو ائمہ معصومین علیہم السلام کا ہے۔) ہم مومنین پر اللہ تعالےٰ کی رحمت ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہمارے سبب سے کھولتا ہے اور ہمارے سبب سے ختم کرتا ہے، جس نے ہمارا دامن پکڑا، نجات پا گیا جس نے ہمیں چھوڑ دیا، گمراہ ہوا، ہم روشن پیشانی والوں کے رہنما ہیں، جس نے ہمیں پہچانا، ہمارے حق کو جانا، ہمارے حکم پر عمل کیا، وہ ہم سے ہے اور اس کی بازگشت ہماری طرف ہے۔

ابو بصیرؓ نے مرفوعاً روایت کی کہ میں امام محمد باقرؑ کے ساتھ خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا، میں نے حاجیوں کی آواز کو کثرت سے سنا، آپ سے عرض کرنے لگا، اے

میرے آقا ما اکثر الحجیج حاجی ہی حاجی ہیں و اکثر الضجیج اور کس قدر چیخ و پکار ہے۔ امام محمد باقرؑ نے فرمایا: "اے ابو بصیرؓ" ما اقل الحجیج حاجی بہت کم ہیں۔ و اکثر الضجیج اکثر چیخ و پکار کرنے والے ہیں۔ میرے قول کی اپنی آنکھوں سے تصدیق کرنا چاہتے ہو۔ میں نے عرض کی اے میرے آقا۔ یہ کس طرح ممکن ہے فرمایا، میرے قریب آجاؤ۔ میں حضرتؑ کے نزدیک ہوگیا۔ آپ نے میری آنکھوں پہ ہاتھ پھیر کر دعا فرمائی۔ میری بینائی عود کر آئی۔ فرمایا اے ابو بصیرؓ حاجیوں کی طرف دیکھو۔ میں نے دیکھا۔ ان میں سے اکثر بندروں اور خنازیر کی شکل میں تھے۔ مومن ان میں ایسے تھے جیسے تاریکی میں روشن ستارہ۔ میں نے عرض کی، میرے آقا آپ نے سچ فرمایا۔ بہت تھوڑے حاجی ہیں اور اکثر چیخ و پکار کرنے والے ہیں۔ آپ نے دعا فرمائی میں پھر نابینا ہوگیا۔ میں نے عرض کی۔ میرے آقا۔ اگر آپ میری آنکھوں کی روشنی رہنے دیتے تو میں اس دولت سے بہرہ ور ہوتا رہتا۔ فرمایا۔ یہ خیال نہ کرو۔ اللہ تعالےٰ نے تم پر ظلم نہیں کیا اور نہ ہم نے تم پر زیادتی کی ہے۔ ہمیں لوگوں کے فتنے کا ڈر ہے لوگ جہالت کی وجہ سے اللہ تعالےٰ کو چھوڑ کر ہمیں رب کہنے لگ جاتے ہیں۔ حالانکہ ہم خدا تعالےٰ کے فرمانبردار ہیں۔

فضل بن لیسار سے روایت ہے کہ میں نے امام محمد باقرؑ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ ہم میں جو امام ہوتا ہے وہ ماں کے شکم میں بات چیت سنتا ہے۔ جب زمین پہ تشریف لاتے ہیں تو اس کے لیے نور کا ایک ستون بلند کر دیا جاتا ہے جس کے ذریعے اللہ تعالےٰ کے بندوں کے اعمال دیکھتا رہتا ہے۔

حبابہ سے روایت ہے کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی آپ نے فرمایا: "اے حبابہ دیر سے کیوں آئی ہو۔ میں نے عرض کی: "بڑھاپے، سفید بالوں اور افکار کی وجہ سے۔ حضرتؑ نے فرمایا: "میرے نزدیک ہو جاؤ"۔ میں حضرتؑ کے قریب ہو گئی۔ آپ نے میرے سر کی مانگ پر ہاتھ رکھ کر دعا فرمائی۔ جس کو میں سمجھ نہ سکی۔ میرے بال دوبارہ سیاہ ہو گئے تھے۔ نوجوان ہو گئی تھی۔ اس بات سے خوش تھی۔ امامؑ اس

کی مسرت کو دیکھ کر مسرور ہوئے۔ حبابہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرتؑ کی خدمت میں عرض اس ذات کی قسم جس نے آپ حضرات کا میثاق انبیاء سے لیا تھا۔ جناب (اقدس) میں آپ لوگ کیا چیز تھے؟ فرمایا۔ اے حبابہ نور تھے۔ اس سے پہلے کہ اللہ تعالےٰ نے آدم کو پیدا کیا۔ ہم نے اللہ تعالےٰ کی تسبیح کی۔ ہماری تسبیح سن کر ملائکہ نے تسبیح کی۔ اس سے پہلے وہ تسبیح نہیں کیا کرتے تھے۔ جب اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم کو پیدا کیا۔ تو اس نور کو آدم میں داخل کر دیا (کمالات ائمہ میں ہماری کتاب بصائر الدرجات عربی اردو ملاحظہ فرمائیں)

تاگے والی حدیث

(بحذف اسناد) جابرؓ سے روایت ہے کہ جب بنو امیہ خلافت پر متمکن ہوئے تو انہوں نے اپنے زمانہ میں ناحق خون بہت بہایا (معاذ اللہ) ہزار ماہ تک منبروں پر امیر المومنینؑ پر سب کرتے رہے، شیعوں کو ہلاک اور قتل کر دیتے تھے۔ ان کی بیخ و بُن کو اکھاڑ کر رکھ دیتے تھے۔ علماء سُو نے دنیا کی لالچ میں آکر بنو امیہ کو اس بات پر لگا دیا تھا۔ شیعوں کو مجبور کیا جاتا تھا کہ وہ امیر المومنینؑ کو (معاذ اللہ) لعنت کریں۔ جو ایسا نہیں کرتا تھا۔ اس کو قتل کر دیا جاتا تھا کہ ہ یہ بات شیعوں کے لیے حد سے زیادہ ہو گئی۔ تو انہوں نے امام زین العابدینؑ کی خدمت میں اس بات کی شکایت کی اور کہنے لگے۔ فرزند رسولؐ ہمیں شہروں سے جلاوطن کیا جاتا ہے اور قتل کر کے ہمیں فنا کر رہے ہیں۔ امیر المومنینؑ پر اعلانیہ طور پر شہروں، مسجد رسولؐ اللہ اور آپ کے منبر پہ لعنت کی جاتی ہے۔ انہیں اس بات سے نہ کوئی روکنے والا ہے اور نہ ناراض ہونے والا۔ اگر ہم میں سے کوئی آدمی کچھ کہتا ہے تو فوراً کہہ دیتے کہ یہ شرابی ہے۔ اسے پکڑ کر اپنے بادشاہ کے پاس لے جاتے ہیں یا خط لکھتے ہیں کہ اس نے ابو تراب کو بھلائی کے ساتھ یاد کیا ہے۔ (سزا کے طور پر) اسے مارا جاتا ہے۔ قید کیا جاتا ہے۔ پھر اسے قتل کر دیا جاتا ہے۔

جب امام زین العابدینؑ نے اس بات کو سنا تو آپ نے آسمان کی طرف نظر کر کے فرمایا، سبحانک اعظم شانک۔ اے اللہ پاک ہے تو تیری شان بہت بلند ہے

تم نے اپنے بندوں کو ڈھیل دے رکھی ہے حتیٰ کہ وہ خیال کرنے لگے ہیں کہ تم نے ان کو کھلی چھٹی دے رکھی ہے۔ یہ سب کچھ تمہاری آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے۔ تیرے فیصلے کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ کوئی مستحکم تجویز تیرے فیصلہ کو رد نہیں کر سکتی۔ جو کچھ میں چاہتا ہوں۔ آپ اسے ہم سے بہتر جانتے ہیں۔ حضرتؑ نے اپنے بیٹے محمد باقر علیہ السلام کو بلایا۔ فرمایا: "اے محمدؑ" عرض کی حاضر۔ فرمایا۔ کل صبح کے وقت مسجد رسولؐ میں چلے جانا۔ اس تاگے کو لے لو۔ یہ تاگا وہ ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جبرائیلؑ لائے تھے (مسجد میں جاکر) اس کو معمولی سی حرکت دے دینا۔ زیادہ حرکت نہ دینا۔ ورنہ سب کے سب ہلاک ہو جائیں گے۔ جابرؓ کا بیان ہے کہ میں امامؑ کی اس بات سے متعجب تھا۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کیا عرض کروں۔ صبح کے وقت میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رات بہت مشکل سے کٹی۔ اس لالچ میں مبتلا تھا کہ دیکھوں تاگے والا قصہ کیا ہوتا ہے میں دروازے پر پہنچا ہی تھا کہ امام محمد باقرؑ باہر تشریف لائے۔ میں نے سلام عرض کی۔ آپ نے سلام کا جواب دیا۔ فرمایا۔ اے جابرؓ کیا ہوا۔ اس وقت ہمارے پاس کیوں آئے ہو۔ میں نے عرض کی۔ امامؑ کی کل والی بات کی خاطر (آپ نے فرمایا تھا) اس تاگے کو جس کو رسولؐ اللہ کے پاس جبرائیلؑ لائے تھے لے کر اپنے داد کی مسجد میں چلے جاؤ۔ اسے تھوڑی سی حرکت دینا۔ زیادہ حرکت نہ دینا۔ ورنہ تمام لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اگر وقت معلوم، میعاد مقرر اور تقدیر معین نہ ہوتی۔ آنکھ جھپکنے کی دیر میں یہ مخلوق عذاب الٰہی میں دھنس جاتی۔ بلکہ ایک لمحہ میں۔ لیکن ہم اللہ کے مکرم بندے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی بات پر سبقت نہیں کرتے۔ اس کے حکم کی تکمیل کرتے ہیں۔ فرمایا۔ اے جابرؓ۔ عرض کی۔ "اے میرے آقا اور سردار۔" ان کے ساتھ ایسا نہ کرو۔ فرمایا۔ کل تم موجود نہیں تھے۔ شیعوں نے میرے باپ سے شکایت کی تھی۔ ملاعین کیا کہتے ہیں۔ عرض کی ہاں میرے آقا اور سردار موجود تھا۔ فرمایا۔ میرے والد نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں انہیں ڈرا دوں تاکہ باز آ جائیں۔

اور میں چاہتا ہوں کہ ان کی کچھ تعداد کو ہلاک کر دوں۔ اللہ تعالےٰ کے شہر پاک ہو جائیں اور بندے ان کے شر سے محفوظ ہو جائیں۔ جابر کا بیان ہے۔ میں نے عرض کی۔ اے میرے آقا اور سردار! آپ انہیں ڈرائیں گے۔ وہ شمار سے باہر ہیں۔ امام محمدؑ باقرؑ نے فرمایا: میرے ساتھ مسجد رسولؐ اللہ کی طرف چلو۔ تاکہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی اس قدرت کی جھلک دکھلا دوں جس سے ہمیں مخصوص کیا ہے۔ ہمارے سوا یہ بات اور کوئی انسان نہیں کر سکتا۔ جابرؓ کا بیان ہے میں آپ کے ساتھ مسجد رسولؐ کی طرف چلا گیا۔ حضرتؑ نے دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ پھر اپنے رخسار مقدس کو زمین پر رکھ کر چند کلمات پڑھے۔ پھر سر مبارک کو اٹھایا۔ اپنی آستین سے نہایت باریک تاگا نکالا۔ جس سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔ وہ تاگا دیکھنے میں سوئی کے سوراخ سے بھی زیادہ باریک تھا۔ فرمایا۔ اے جابرؓ اس کا ایک سرا پکڑ کر آہستہ آہستہ چلتے جاؤ۔ کہیں اسے حرکت نہ دینا۔ میں تاگے کا ایک سرا لے کر آہستہ آہستہ چلتا گیا۔ فرمایا۔ اے جابرؓ ٹھہر جاؤ۔ میں ٹھہر گیا۔ حضرتؑ نے تاگے کو خفیف سی حرکت دی۔ میں نے خیال کیا کہ باریک ہونے کی وجہ سے ایسا کیا ہے۔ پھر فرمایا۔ مجھے تاگے کا سرا دے دو۔ میں نے حضرتؑ کو تاگے کا سرا دے دیا۔ میں نے عرض کی اے میرے سردار اس سے کیا کیا ہے فرمایا۔ افسوس ہے ذرا مسجد کے باہر جاکر دیکھو۔ لوگوں کی کیا حالت ہے۔ جابرؓ کا کہنا ہے کہ میں مسجد کے باہر جاکر کیا دیکھتا ہوں کہ لوگوں کی آہ و فغاں اور چاروں طرف سے چیخوں کی آواز آ رہی تھی۔ مدینہ میں شدید زلزلہ آ چکا تھا۔ پے در پے ہلاکت کے جھٹکے آ رہے تھے۔ مدینہ کے اکثر مکان تباہ ہو گئے تھے۔ تیس ہزار مرد و زن ہلاک ہو گئے تھے۔ بچوں کی تعداد علاوہ تھی۔ لوگ گریہ وزاری اور فریادیں کر رہے تھے۔ ہر ایک کی زبان پر یہ کلمہ تھا۔ اِنّا للہ و انّا الیہِ راجعون فلاں کا گھر تباہ ہو گیا۔ فلاں کے افراد خاندان برباد ہو گئے۔ میں نے دیکھا لوگ ڈرے ہوئے مسجد رسولؐ کی طرف آ رہے ہیں۔ کہہ رہے ہیں۔ یہ ہلاکت بہت بڑی ہے۔ بعض کا بیان تھا۔ یہ زلزلہ ہے کچھ کہہ رہے تھے ہم کس طرح نہ دھنسے۔ ہم نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک

کر دیا تھا۔ ہم نے فسق و فجور کے علاوہ آلِ رسولؐ پر ظلم کرنا شروع کر دیا تھا۔ خدا کی قسم اگر ہم نے اپنی اصلاح نہ کی تو ہم پر اس سے بھی زیادہ سخت زلزلے آئیں گے۔ جابرؓ نے کہا: میں بہت حیران اور سرگرداں لوگوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ بے سرو سامانی کے عالم میں رو رہے تھے۔ میں بھی ان کے گریہ بکا سے متاثر ہو کر رو پڑا۔ وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ آفت کہاں سے نازل ہوئی۔ میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں مسجد میں حاضر ہوا۔ لوگوں نے آپ کو مسجد رسولؐ میں گھیر لیا تھا اور کہہ رہے تھے: اے فرزند رسولؐ آپ نہیں دیکھتے ہم پر کیا گزر رہی ہے۔ ہمارے حق میں دعا فرمایئے۔ آپ نے کہا: نماز پڑھو۔ دعا مانگو اور صدقہ دو۔ پھر حضرتؑ نے میرا ہاتھ پکڑا اور چل دیئے اور فرمایا: لوگوں کی کیا حالت ہے۔ میں نے عرض کی: اے فرزندِ رسولؐ یہ بات نہ پوچھیے۔ مکانات تباہ و برباد ہو گئے ہیں۔ لوگ ہلاک ہو چکے ہیں۔ میں نے انہیں ایسی بُری حالت میں دیکھا ہے۔ مجھے ان پر رحم آگیا ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا: خدا ان پر رحم نہ کرے۔ (اے جابرؓ) ابھی تیرے دل میں کچھ باقی ہے (ضعفِ ایمان) اگر یہ بات نہ ہوتی تو تمہیں تمہارے دشمنوں اور ہمارے دوستوں کے دشمنوں پر رحم نہ آتا۔ ظالم قوم کے لیے دوری ہی دوری ہے خدا کی قسم میرے والد کی مخالفت نہ ہوتی تو میں تاگے کو ضرور اور زیادہ ہلاتا اور تمام کو ہلاک کر دیتا۔ پھر یہ لوگ ہمیں اور ہمارے دوستوں کو ہمارے دشمنوں سے کمتر نہ کرتے۔ میں ان کا اوپر کا حصہ نیچے کر دیتا۔ جن سے ان کا کوئی گھر بچتا نہ دیوار۔ لیکن میرے آقا نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں تاگے کو خفیف حرکت دوں۔ پھر آپ ایک منار پر چڑھ گئے۔ میں آپ کو دیکھ رہا تھا اور لوگ نہیں دیکھ سکتے تھے۔ امامؑ نے تاگے کو منارے کے گرد گھمایا۔

مدینہ میں خفیف سا اور زلزلہ آیا۔ مکانات منہدم ہو گئے۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے اس آیت کو تلاوت فرمایا ذالک جزینٰھم ببغیھم وھل نجازی الّا الکفور۔ ہم نے ان کو ان کی بغاوت کی سزا دی۔ ہم کافروں کے سوا کسی کو سزا نہیں دیتے۔ یہ آیت بھی تلاوت فرمائی۔ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا ہمارا حکم آیا تو ہم نے ان کا اوپر والا حصہ نیچے اور نیچے والا حصہ اوپر کر دیا۔ ان پر اس جگہ سے عذاب آیا جہاں سے ان کا گمان نہیں تھا۔ اور

یہ آیت تلاوت فرمائی فخر علیھم السقف من فوقھم واتٰھم العذاب من حیث لایشعرون۔ ان پر چھت گر پڑی۔ ان پر اس جگہ سے عذاب آیا جہاں ان کا گمان نہیں تھا۔ دوسرے زلزلے میں کنواری لڑکیاں گریہ وزاری کرتی ہوئیں گھروں سے باہر نکل پڑیں۔ ان کی طرف کوئی نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھتا تھا۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے جب لڑکیوں کو اس حالت میں دیکھا تو آپ کو ان پر رحم آگیا آپ نے تاگے کو اپنی آستین میں رکھ دیا۔ زلزلہ تھم گیا۔ حضرتؑ منارہ سے نیچے اُتر آئے۔ لوگوں نے حضرتؑ کو نہیں دیکھا تھا۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑا۔ ہم چل دیے۔ ہم ایک لوہار کے پاس سے گزرے۔ لوگ لوہار کی دکان پر جمع تھے اور وہ ان سے کہہ رہا تھا کہ ہم نے تباہی کے وقت بھنبھناہٹ کی آواز نہیں سنی تھی؟ ایک نے کہا: بھنبھناہٹ کی آواز بہت تھی۔ کچھ لوگوں نے کہا: خدا کی قسم باتیں بہت تھیں۔ جو ہماری سمجھ سے بالاتر تھیں۔ جابرؓ کا بیان ہے۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے ان کی طرف دیکھا۔ ہنس پڑے۔ آپ نے فرمایا: اے جابرؓ یہ باتیں ہمارے خلاف گمراہی اور بغاوت کے بعد کہہ رہے ہیں۔ میں نے عرض کی۔ اے فرزند رسولؐ یہ حیران کن تاگا کیا چیز ہے۔ فرمایا بقیہ ہے جس کو آلِ محمدؐ اور آلِ ہارونؑ چھوڑ گئے تھے۔ جس کو فرشتے اٹھاتے تھے اور جبرائیل جس کو کھڑا کرتے تھے۔ تم پر افسوس ہے۔ اے جابرؓ ہمیں اللہ تعالےٰ سے بہت بڑی منزلت حاصل ہے۔ اگر ہم لوگ نہ ہوتے تو اللہ تعالےٰ آسمان، زمین، بہشت اور دوزخ کو پیدا نہ کرتا۔ نہ سورج ہوتا، نہ چاند، نہ جنات، نہ انسان۔ اے جابرؓ۔ تم پر افسوس ہے اللہ تعالےٰ کی قسم۔ اللہ تعالےٰ نے ہماری وجہ سے تمہیں پیدا کیا ہے اور ہماری وجہ سے تمہیں زندگی عطا کی ہے اور ہماری وجہ سے تمہیں ہدایت کی ہے اللہ تعالےٰ کی قسم ہم تمہاری اللہ تعالےٰ کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ ہمارے حکم اور نہی کو سمجھو۔ جس بات کا تمہیں حکم دیتے ہیں۔ اس میں شک و شبہ نہ کیا کرو۔ ہم اللہ تعالےٰ کے فضل سے بہت بلند مقام پر فیض یاب ہیں۔ جو کچھ ہمیں دیا جاتا ہے۔ ہم اس [illegible]

وہ تمام چیزیں جو تمہیں دی جاتی ہیں۔ ہماری وجہ سے ہیں۔ لیکن تم اس بات کو نہیں سمجھتے ہو۔ اللہ تعالےٰ کی اس نعمت کا شکریہ ادا کرو۔ اس پر جہالت نہ کرو۔ اس کو ہماری طرف منسوب کرو اور کہو کہ ہمارے ائمہ جو کچھ کہتے ہیں، اچھی طرح جانتے ہیں جابرؓ کا بیان ہے۔ مدینہ میں جو حاکم بنو اُمیہ کی طرف سے تھا، آپ سے ملا، وہ اور اس کے ساتھی حضرتؑ کی خدمت میں گر پڑے۔ حاکم مدینہ بولا۔ اے لوگو! فرزند رسولؐ علی بن حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔ اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں گڑگڑا کر توبہ کرو اور معافی مانگو۔ تاکہ اللہ تعالےٰ تم پر عذاب کو دور کر دے۔ جابرؓ کا بیان ہے۔ جب حاکم نے امام محمد باقرؑ کو دیکھا، آپ کی طرف دوڑ کر آیا اور کہنے لگا۔ اے فرزند رسولؐ آپ نہیں دیکھتے۔ اُمت محمدؐ پر کیسی مصیبت نازل ہو چکی ہے، ہلاک ہو گئے ہیں۔ تباہ ہو گئے ہیں۔ پھر آپ سے عرض کی کہ آپ کے والد ماجد کہاں ہیں تاکہ ان کی خدمت میں التماس کریں کہ ہمارے ساتھ مسجد رسولؐ میں تشریف لے چلیں۔ ان کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالےٰ سے دعا مانگیں کہ اُمت محمدیہؐ سے یہ بلا دور کر دے۔ حضرت محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا۔ انشاء اللہ تعالےٰ ایسا ہو جائے گا لیکن اپنے نفسوں کی اصلاح کرو۔ جن برائیوں پر قائم ہو ان سے توبہ اور ندامت ظاہر کرو لا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون۔ جابرؓ نے کہا ہم تمام کے تمام زین العابدینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نماز میں مشغول تھے۔ ہم نے انتظار کیا حتیٰ کہ آپ نماز سے فارغ ہو گئے۔ ہماری طرف متوجہ ہوئے۔ چپکے سے فرمایا اے جابر قریب تھا کہ تم تمام لوگوں کو ہلاک کر دیتے۔ میں نے عرض کی۔ اے میرے آقا جب تانگے کو ہلایا گیا تھا تو میں اس حقیقت کو نہیں جانتا تھا۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا۔ اگر تانگے کے ہلانے سے جو اثرات مرتب ہوتے ہیں، ان کی حقیقت کا تمہیں پتہ ہوتا۔ تو دنیا میں ایک شخص بھی آگ پھونکنے والا باقی نہ رہتا۔ حضرتؑ نے دریافت فرمایا اور لوگوں کی کیا حالت ہے؟ ہم نے تمام واقعہ عرض کر دیا۔ فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے جن باتوں کو ہماری طرف منسوب کرنا حرام قرار دیا ہے۔ انہوں نے ان کو حلال قرار دیا

تھا۔ ہماری حرمت کی ہتک کی۔ میں نے عرض کی۔ اے فرزند رسولؐ۔ ان کا حاکم دروازے پر موجود ہے ہم سے کہا ہے کہ ہم آپ کی خدمت میں التجا کریں کہ آپ مسجد رسولؐ میں تشریف لے جائیں تاکہ لوگ آپ کی خدمت میں جمع ہو کر اللہ تعالےٰ سے دعا کریں اور اس کی بارگاہ میں گریہ وزاری کریں، یہ لوگ اللہ تعالےٰ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں۔ یہ سن کر حضرتؑ ہنس پڑے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اولم تاتیکم رسلکم بالبینٰت قالو بلےٰ قالوا فادعوا وما دعاء الکفرین الا فی ضلال[1] میں نے عرض کی۔ اے میرے سردار و آقا تعجب تو اس بات پر ہے کہ انہیں اس کا علم نہیں، یہ مصیبت کیوں آئی۔ فرمایا "خوب۔" پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ فالیوم ننساھم کما نسوا لقاء یومھم ھذا وکانوا بآیاتنا یجحدون[2] آپ نے فرمایا۔ اے جابرؓ اللہ کی قسم یہ ہمارے آیات (معجزات) ہیں۔ خدا کی قسم یہ ان میں ایک ہے یہ تو ان کے لیے اس طرح ہے جیسے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے۔ بل نقذف بالحق علی الباطل فیدمغہ فاذا ھو زاھق ولکم الویل مما تصفون[3] امامؑ نے فرمایا۔ اے جابر اس قوم کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جس نے ہماری سنت کو مردہ کر دیا۔ ہمارے امر کو ضائع کر دیا۔ ہمارے دشمنوں کو دوست رکھا۔ ہماری بے حرمتی کی۔ ہمارے حق کے بارے میں ظلم سے کام لیا۔ ہمارے میراث کو غصب کر لیا۔ ہم پر ظلم

---

[1] کیا تمہارے پاس ہمارے رسول معجزات لے کر نہیں آئے کہا ہاں انہوں نے کہا۔ دعا مانگو کافروں کی دعا گھاٹے میں ہی رہتی ہے۔

[2] جس طرح انہوں نے ہماری اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا اس طرح آج ہم نے ان کو بھلا دیا، وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے۔

[3] بلکہ ہم حق بات کو باطل پر پھینک مارتے ہیں، سو وہ اس کا بھیجا نکال دیتا ہے۔ سو وہ دفعتہً جاتا رہتا ہے اور تمہارے لیے اس بات پر بڑی خرابی ہو گی جو تم گھڑتے رہتے ہو۔ ۱۲ مولانا اشرف علی تھانوی۔

کہنے والوں کی اعانت کی۔ ان کی سنت کو زندہ کیا۔ دین میں فساد پھیلانے اور نور حق کو بجھانے کی خاطر فاسقوں اور کافروں کے نقش قدم پر گامزن ہوئے۔

جابرؓ نے کہا: میں نے عرض کی۔ شکر ہے اس ذات کا جس نے آپ حضرات کی معرفت عطا کر کے مجھ پر احسان کیا۔ آپ حضرات کی فضیلت کی معرفت عنایت کی۔ آپ کی اطاعت کی طرف راہنمائی کی۔ آپ کے دوستوں سے محبت اور آپ کے دشمنوں سے عداوت کی توفیق دی۔ امامؑ نے فرمایا: اے جابر جانتے ہو۔ معرفت کیا چیز ہے۔ جابرؓ خاموش ہو گئے۔ حضرتؑ نے جابر سے پوری حدیث بیان کی۔ میں نے صرف اس قدر بیان کیا ہے جس سے معجزہ کا تعلق ہے۔ ہر کتاب اشیاء کے حقائق بیان کرنے کی متحمل نہیں ہوتی۔

جنوں سے کام لینا

کتاب بصائر الدرجات میں سید صیرفی سے مرفوعاً روایت ہے کہ مجھے امام محمد باقر علیہ السلام نے مدینہ کے چند امور کے متعلق وصیت فرمائی۔ جب میں روحا کی پہاڑیوں کے درمیان اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر جا رہا تھا تو ناگاہ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے کپڑے میں کوئی چیز لپیٹ رکھی ہے۔ میں اس کے قریب ہو گیا اور میں نے خیال کیا کہ یہ شخص پیاسا ہے میں نے اس کی طرف پانی کا پیالہ بڑھایا۔ تو اس نے کہا: مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے اس نے مجھے ایک خط دیا۔ جب میں نے مہر کی تحریر کو دیکھا تو وہ مہر امام محمد باقر علیہ السلام کی تھی۔ میں نے کہا۔ اس خط کے مالک کے ہاں کب گئے تھے۔ اس نے کہا۔ ابھی۔ پھر میں نے اس شخص کی طرف دیکھا۔ تو وہ غائب تھا جب امام محمد باقر علیہ السلام مدینہ میں تشریف لائے تو میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی، کہ ایک شخص نے مجھے (آپ کا) خط دیا ہے۔ امامؑ نے فرمایا۔ ہاں درست ہے۔ کچھ خدام روحانیین اور مومن جنات ہیں، جب ہمیں کسی کام کا جلدی کرنا مطلوب ہوتا ہے تو ہم ان کو روانہ کر دیتے ہیں۔

کتاب بصائر الدرجات میں ابوحمزہ ثمالی سے مرفوعاً روایت ہے کہ میں نے امام

محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی۔ تو مجھے کہا گیا کہ کچھ لوگ آپ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے سوچا کہ تھوڑی دیر رُک جاؤں، حتیٰ کہ یہ لوگ چلے جائیں۔ وہ باہر نکل گئے۔ میں ان میں سے کسی کو نہیں جانتا تھا۔ سارے اجنبی تھے۔ میں امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ اے ابوحمزہ یہ ہمارے شیعہ جنات کا وفد تھا۔ یہ دین کے پیچیدہ پیچیدہ مسائل دریافت کرنے آئے تھے کیا تمہیں معلوم نہیں کہ امامؑ اللہ تعالیٰ کے جنات اور انسانوں پر حجت ہیں۔ امام محمد باقر علیہ السلام کی وفات کے وقت عمر ۵۷ سال تھی ۱۱۵ھ میں انتقال فرمایا۔ اپنے باپ علی بن حسینؑ صلوات اللہ علیہم اجمعین کے پہلو میں بقیع میں دفن ہوئے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام

۸۳ھ میں اپنے دادا علیؑ بن حسینؑ کی زندگی میں پیدا ہوئے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی ام فروہ بنت قاسم بنت ابی بکر بن ابی قحافہ تھا۔ آپ کا باپ قاسم امام زین العابدین علیہ السلام کا ثقہ صحابی تھا۔ ام فروہؓ صالحہ اور فرمانبردار عورت تھی۔ اور اپنے زمانہ کی عورتوں سے زیادہ پرہیزگار تھیں۔ امامؑ نے فرمایا اے ام فروہؓ میں اپنے گنہگار شیعوں کے لیے ایک دن اور رات میں اللہ تعالیٰ سے سو مرتبہ دعا مانگتا ہوں۔ (اعداء کے مصائب پر) ہم اس لیے صبر کرتے ہیں، کہ ہم آئندہ آنے والی حقیقت کو (بالیقین) جانتے ہیں۔ وہ اس چیز کی خاطر صبر کرتے ہیں جس کو (یقین کے ساتھ) نہیں جانتے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کی ولادتؑ آپکے والد کی ولادت کی مانند تھی آپنے ۱۱۵ھ سے فرائض امامت انجام دینے شروع فرمائے۔

زمین سے سونا نکالنا

فضل بن عمر سے روایت ہے کہ ہم ابوعبداللہ جعفر بن محمد باقر علیہما السلام کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ نے فرمایا (اللہ تعالیٰ نے) ہمیں کنجیوں سمیت زمین کے خزانے

عطا کیے ہیں۔ اگر میں چاہوں تو اپنے قدم کی ایک ٹھوکر سے زمین کو کہہ سکتا ہوں کہ جو کچھ تم میں سونا ہے اسے باہر نکالو۔ امامؑ نے اپنا ایک پاؤں زمین پر مارا۔ دراڑ پڑ گئی۔ آپ نے سوراخ کی طرف ہاتھ بڑھا کر سونے کی ٹوکری جو بالشت برابر تھی باہر نکال لی۔ ہم نے ٹوکری کو لے لیا۔ آپ نے فرمایا، دیکھو تمہیں شک نہ رہے۔ زمین کے اندر دیکھو ہم نے دیکھا تو ہمیں بے شمار ٹوکریاں نظر آئیں۔ جو تہہ بتہہ رکھی ہوئی تھیں۔ ہم سے ایک آدمی نے کہا اے فرزند رسولؐ ایک ایک ٹوکری اپنے شیعوں کو عنایت فرمایئے جو محتاج ہیں۔ فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے ہمارے شیعوں کے لیے دنیا اور آخرت دونوں جمع کیے ہیں۔ ان کو جنت نعیم میں داخل فرمائے گا۔ ہمارے دشمنوں کو جہنم کی آگ میں ڈالے گا۔ آپ نے دوبارہ زمین پر قدم مبارک مارا۔ زمین ویسی کی ویسی ہو گئی۔

سُوکھی کھجور سے پھل حاصل کرنا

داؤد بن کثیر رقی کا کہنا ہے کہ میں ابو عبداللہ صادق علیہ السلام کے ساتھ حج ادا کرنے کی خاطر روانہ ہوا۔ جب ظہر کا وقت اوّل ہوا تو آپ نے فرمایا۔" اے داؤد ہم اس وقت چٹیل سرزمین پر موجود ہیں۔ نماز کا وقت قریب آگیا ہے۔ میرے ساتھ راستے سے دوسری طرف ہو جاؤ۔ ہم ایک گیاہ دار زمین پر پہنچ گئے ہیں جس پر پانی نہیں ہے۔ حضرتؑ نے اپنا قدم زمین پر مارا۔ وہاں پانی کا چشمہ نمودار ہو گیا۔ جو برف کی مانند ٹھنڈا اور صاف تھا۔ امامؑ نے وضو فرمایا اور ہم نے بھی وضو کیا۔ جب ہم نے چلنے کا ارادہ کیا تو ہماری نظریں ایک سوکھی کھجور کے درخت پر پڑیں۔ حضرتؑ نے فرمایا اے داؤد تم تازہ کھجوریں تناول کرنا پسند کرتے ہو؟ میں نے عرض کی۔ ہاں۔ اے آقا۔ آپ نے کھجور پر ہاتھ مارا۔ اور اسے سخت ہلایا۔ کھجور سرسبز اور پھل دار ہو گئی آپ نے دوبارہ کھجور کو ہلایا۔ اس نے گوشوں سمیت اپنے آپ کو جھکا دیا۔ ہمیں اس سے مختلف قسم کی کھجوریں کھلائیں۔ پھر آپ نے کھجور پر ہاتھ پھیر کر فرمایا، اللہ تعالیٰ کے

حکم سے پھر سوکھی ہو جا۔ کھجور پھر اپنی پہلی حالت میں تبدیل ہو گئی۔

نیت کا علم

کتاب بصائر الدرجات میں ابو کھمش سے مرفوعاً روایت ہے کہ میں مدینہ گیا ہوا تھا اور میرا قیام ایسے گھر میں تھا۔ جہاں نوکرانی تھی جو مجھے اچھی لگتی تھی۔ ایک رات میں نے دروازہ کھولنے کی آواز دی۔ نوکرانی نے دروازہ کھولا۔ میں نے پس دروازہ ہاتھ بڑھا کر اس کے پستان کی طرف بڑھایا۔ صبح کے وقت میں امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا۔" اے کھمش رات والی حرکت سے توبہ کرو۔ (مختصر بصائر الدرجات شائع ہو گئی ہے)

رازی کی تھیلی

مفضل بن عمر سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے میرے ساتھ دو اصحاب کی معیت میں خراسان کا مال مدینہ کی طرف روانہ کیا۔ ان دونوں اشخاص نے راستہ میں مال کم کرنا شروع کر دیا۔ ان دونوں کا حضرتؑ کے ایک شیعہ کے پاس سے گزر ہوا۔ اس نے ان کو ایک تھیلی سپرد کی۔ جس میں ہزار درہم تھے اور اس نے تاکید کی کہ اسے امام جعفر صادقؑ کے سپرد کر دیں۔ یہ دونوں برابر خراسان کے مال سے اور تھیلی سے مال کم کرتے رہے۔ جب مدینہ کے قریب پہنچے تو ایک ساتھی نے کہا آؤ مال کا جائزہ لے لیں۔ جب خراسان کے مال کو دیکھا تو وہ موجود تھا۔ لیکن رازی کی تھیلی مفقود تھی۔ کہا اللہ مددگار ہے اس وقت ابو عبداللہ صادق علیہ السلام سے کیا کہو گے۔ دوسرے نے کہا۔ آپ مہربان ہیں۔ ہمیں خائن تصور نہ فرمائیں گے۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کی زمین پر حجت اللہ ہیں جو کچھ ہو چکا ہے۔ آپ سب کچھ جانتے ہیں جب دونوں مدینہ میں داخل ہوئے تو مال کو حضرتؑ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضرتؑ نے فرمایا" رازی کی

مچھلی کہاں ہے؟" آپ سے دونوں نے پورا قصہ بیان کیا۔ امامؑ نے فرمایا۔ اگر تم مچھلی کو دیکھو گے تو پہچان لو گے۔ کہا۔ ہاں آپ نے فرمایا: اے لونڈی مچھلی لے آؤ۔ لونڈی نے مچھلی لا کر حضرتؑ کی خدمت میں پیش کر دی۔ آپ نے ان دونوں کے حوالے کی۔ فرمایا مچھلی کو پہچانتے ہو؟ عرض کی "اللہ تعالےٰ ہمیں آپ پہ فدا کرے بعینہٖ وہی ہے۔ امامؑ نے فرمایا۔ نصف رات کو مجھے رقم کی ضرورت پیش آئی تھی، میں نے اپنے ایک جن کو جو شیعہ تھا۔ بھیجا تھا۔ وہ تمہارے مال سے اس مچھلی کو لے آیا ہے۔

کُل کتاب کا علم

عبداللہ بن کثیر سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت کو تلاوت فرمایا۔ قال الذی عندہ علم من الکتاب انا ایتك بہ قبل ان یرتد الیك طرفك آصف بن برخیا نے سلیمانؑ سے کہا میں تیری آنکھ جھپکنے سے پہلے بلقیس کا تخت لا کر تمہارے سامنے پیش کروں گا۔ اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں پیوست کر کے اپنے سینہ مبارک پر رکھ دیا۔ پھر فرمایا۔ خدا کی قسم ہمارے پاس کُل کتاب کا علم ہے۔ فرمایا تم جانتے ہو۔ آصف بن برخیا کے پاس کتنا علم تھا۔ میں نے عرض کی اے فرزند رسولؐ آپ ہی آگاہ فرمایئے فرمایا۔ بھرے ہوئے سمندر سے بارش کا ایک قطرہ۔ میں نے عرض کی۔ اتنا علم رکھتا تھا۔ فرمایا۔ کتاب کا اس قدر علم رکھنے کے باوجود سلیمان علیہ السلام کے پاس آنکھ جھپکنے کی دیر سے پہلے بلقیس کا تخت لا کر رکھ دیا تھا۔ پھر حضرتؑ نے فرمایا کہ تم نے اللہ تعالےٰ کی کتاب کی یہ آیت نہیں پڑھی؟ قل کفیٰ باللہ شہیدًا بینی وبینکم ومن عندہ علم الکتاب (اے محمدؐ) کہہ دو۔ تمہارے اور ہمارے درمیان اللہ تعالےٰ گواہ ہے اور وہ شخص جس کے پاس کُل کتاب کا علم ہے عندہ علم الکتاب سے علی علیہ السلام مراد ہیں۔ حضرتؑ نے اپنے

سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ خدا کی قسم کُل کتاب کا علم ہمارے پاس ہے۔

عجیب چیز سے آگاہ کرنا

روایت ہے کہ جب امام علیہ السلام خلیفہ منصور کے ہاں سے روانہ ہوئے تو آپ نے حیرہ میں قیام فرمایا۔ ابھی آپ حیرہ ہی میں تھے کہ آپ کی خدمت میں ربیع حاضر ہو کر کہنے لگا کہ آپ کو امیرالمومنین بلاتے ہیں۔ آپ سوار ہو کر خلیفہ منصور کی طرف روانہ ہوئے۔ صحرا میں ایک عجیب وغریب مخلوق پائی گئی جس کو کوئی شخص نہیں جانتا تھا کہ یہ کیا چیز ہے جس شخص نے اس چیز کو پایا تھا۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے اس کو بارش کے ساتھ گرتے ہوئے دیکھا ہے۔ امامؑ جب منصور کے پاس تشریف لائے تو منصور نے کہا۔ اے ابو عبداللہؑ مجھے آگاہ کیجیے کہ ہوا میں کیا چیز ہوتی ہے؟ فرمایا سمندر ہوتا ہے۔ اس نے کہا۔ تو کیا کچھ چیزیں وہاں رہائش پذیر بھی ہوتی ہیں۔ فرمایا" ہاں" کہا۔ ان کی شکل وشباہت کیا ہے۔ فرمایا۔ ان کے جسم مچھلیوں کی طرح۔ سر پرندوں کی طرح اور پر پرندوں کے پروں کی طرح ہوتے ہیں۔ یہ مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ منصور نے تھال طلب کیا تو اس میں وہ چیز پڑی ہوئی تھی۔ حضرتؑ کے بیان کے مطابق تھی۔ سر مو فرق نہیں تھا۔ منصور نے آپ کو جانے کی اجازت دے دی۔ آپ تشریف لے گئے۔ پھر منصور نے ربیع سے کہا کہ یہ شخص جو میرے حلقہ میں تشریف فرما تھا۔ اپنے زمانہ میں تمام لوگوں سے زیادہ عالم ہیں۔ اعلم بالناس فی زمانھم۔

تمام باتوں کا علم

عبدالاعلیٰ بن اعین اور علیدہ بن بشیر کا بیان ہے کہ ہم ابو عبداللہ صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ نے فرمایا۔ واللہ انی لاعلم مافی السماء ومافی الارض ومافی الجنۃ ومافی النار وما

کان وما یکون الیٰ یوم یقوم الساعۃ ہ اللہ تعالےٰ کی قسم میں جو کچھ آسمان، زمین، جنت دوزخ جو کچھ ہو چکا ہے اور قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے سب کو جانتا ہوں۔ پھر سر مبارک جھکا لیا۔ پھر فرمایا۔ ان باتوں کو اللہ تعالےٰ کی کتاب کے ذریعہ جانتا ہوں جس کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے فیہ تبیان بکل شیئی۔ قرآن میں ہر چیز کا بیان ہے۔

ایسا ہرگز نہیں کروں گا

محمد بن اسقنطری کہتے ہیں کہ میں منصور دوانقی کا خاص آدمی تھا۔ میں ابو عبداللہ امام صادق علیہ السلام کی امامت کا قائل تھا۔ ایک دن میں ابوجعفر دوانقی کے پاس گیا۔ وہ غصے سے ہاتھ مسل رہا تھا اور لمبے لمبے ٹھنڈے سانس بھر رہا تھا۔ میں نے عرض کی۔ اے امیر المومنین کیا فکر دامن گیر ہے۔ کہا۔ اے محمد میں نے اولاد فاطمہؑ بنت رسولؐ اللہ سے ہزار یا زیادہ آدمی قتل کر دیے ہیں اور ان میں سے اس سردار کو چھوڑ دیا ہے۔ میں نے عرض کی اے امیر المومنین وہ کون ہے کہا وہ جعفرؑ بن محمدؑ ہے۔ میں نے عرض کی جعفرؑ بن محمدؑ ایسا شخص ہے جس کو عبادت نے لاغر بنا رکھا ہے۔ اللہ تعالےٰ کے سوا باقی دنیا کی چیز سے اسے سروکار نہیں خواہ بادشاہوں کی سلطنت کیوں نہ ہو۔ کہا۔ اے محمد مجھے معلوم ہے کہ تم اس کی امامت کے قائل ہو، خدا کی قسم وہ تمام مخلوق کے امام ہیں، لیکن تنگ دست بادشاہ ہیں، میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ شام تک اُس کا کام تمام کروں گا۔ محمد کا کہنا ہے کہ شدت غم کی وجہ سے مجھے تمام گھر تاریک معلوم ہوتا تھا منصور نے مختلف دسترخوان طلب کیے تھے۔ کھانا کھایا، تین رطل شراب نوش کی، دربان کو حکم دیا کہ تمام اہل مجلس کو نکال دیا جائے، صرف میں اور منصور باقی رہ جائیں۔ پھر آپ نے تلوار گیر کو طلب کیا۔ کہا اے تلوار والے تم پر افسوس ہے۔ اس نے کہا اے امیر المومنین حاضر ہوں۔ اس سے کہا۔ میں جعفرؑ بن محمدؑ کو طلب کرتا

ہوں۔ اور میں اس سے گفتگو میں مصروف ہو جاؤں گا۔ جب میں اپنے سر سے پگڑی اتاروں تو تم اس کی گردن اڑا دینا۔ اس نے کہا۔ ہاں۔ اے امیر المومنین محمد نے کہا کہ زمین اپنی وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہو گئی تھی، میں خفیہ طور پر تلوار والے سے ملا۔ اسے کہا۔ تم پر افسوس ہے تم جعفرؑ بن محمدؑ کو کیوں قتل کرتے ہو اور تم سے بدلہ لینے والا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو۔ تلوار والے نے کہا۔ خدا کی قسم میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا، میں نے کہا تم کیا کرو گے۔ اس نے کہا۔ جب ابوعبداللہ علیہ السلام تشریف لائیں گے اور ابوجعفر دوانقی کی گردن اڑا دوں گا۔ میں نے کہا۔ تم درست کہتے ہو۔ منصور نے ابوعبداللہ جعفر صادق علیہ السلام کو طلب کیا۔ آپ مصری گدھے پر سوار تھے۔ میں آپ سے پہلے پردہ میں ملا۔ آپ کی زبان پر یہ کلمات تھے۔ اے موسیٰ کو فرعون کے مقابل میں اور محمدؐ کی احزاب کے مقابلے میں مدد کرنے والے۔ پھر حضرت نے کچھ کلام فرمایا۔ اپنے ہونٹ مبارک بند کر لیے۔ میں سمجھ نہ سکا کہ حضرتؑ نے کیا فرمایا۔ میں نے محسوس کیا، کہ محل مجھے لے کر سمندروں کی موجوں پر کشتی کی طرح ہچکولے کھا رہا تھا۔ میں نے منصور کو دیکھا کہ حضرتؑ کے سامنے ننگے پاؤں اور کھلے سر ادھر ادھر دوڑ رہا تھا۔ اس کے دانت کھٹکھٹا رہے تھے اور شانے کانپ رہے تھے اس کا رنگ کبھی سیاہ پڑ جاتا تھا۔ کبھی زرد، حتیٰ کہ اس نے امامؑ کے بازوؤں کو پکڑ کر تخت شاہی پر بٹھایا۔ جس طرح غلام اپنے آقا کے آگے گھٹنوں کے بل گر پڑتا ہے ایسے ہی منصور آپ کے سامنے گھٹنوں کے بل گر پڑا۔ پھر امامؑ سے کہنے لگا۔ اے فرزند رسولؐ آپ اس وقت کیوں تشریف لائے ہیں؟

امامؑ نے فرمایا تم نے بلایا تھا میں آ گیا ہوں۔ منصور نے کہا۔ جو کچھ چاہتے ہیں طلب فرمایئے۔ فرمایا۔ میری حاجت یہ ہے کہ جب تک میں خود نہ آؤں۔ تم مجھے کبھی نہ بلانا۔ جب میں تم سے خود سوال نہ کروں۔ میری ضرورت دریافت نہ کرنا منصور نے کہا۔ آپ کی بات منظور ہے۔ امام علیہ السلام وہاں سے تشریف لے

گئے۔ منصور بڑے بڑے لحاف فنک (ایک قسم کی کھال) سمور پوستین کو طلب کرکے
ان کو لپیٹ کر سو گیا، کپکپی کے مارے کانپ رہا تھا، آدھی رات تک ہوش نہ رہی
جب بیدار ہوا، تو میں اس کے سر کی جانب بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے کہا، اے محمد بیٹھے ہو۔
میں نے عرض کی، اے امیر المومنین ہاں بیٹھا ہوں، کہا، ٹھہرو میں فوت شدہ نماز کو
پڑھ لوں، پھر تم سے بات کروں گا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو میری طرف
متوجہ ہو کر کہا اے محمدؐ جب میں نے ابو عبداللہ جعفر علیہ السلام کو طلب کیا تھا،
آپ کے متعلق جس بڑے ارادے کی فکر میں تھا (اس کی پاداش میں) میں نے ایک
اژدہا کو دیکھا جس نے اپنی تمام دم شہر میں پھیلا رکھی تھی اور اپنا نچلا ہونٹ میرے
اس محل کے نیچے اور اوپر والا ہونٹ محل کے اوپر والے حصے پر رکھا تھا صاف
ستھری فصیح عربی زبان میں کہہ رہا تھا۔ اے ابو عبداللہ، اللہ نے مجھے بھیج کر حکم
دیا ہے کہ آپ کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آجائے تو میں اس محل کو مع ساکنان
نگل کر رکھ دوں۔"

اس بات سے میری عقل جاتی رہی اور میرے شانے کانپنے لگے۔ محمد نے
کہا، میں نے عرض کی اے امیر المومنین کیا یہ جادو ہے، کہا، "چپ رہو۔ تم پر
افسوس ہے۔"

اما تعلم ان جعفر بن محمد علیہما السلام وارث
النبیین والوصیین وعندہ الاسم الاعظم والاسم المخزون
الذی لو قرأ علی اللیل لانار وعلی النھار لاظلم وعلی البحار
لسکنت۔

تم نہیں جانتے کہ جعفر بن محمد علیہما السلام انبیاء اور اوصیاء کے وارث ہیں
آپ کے پاس اسم اعظم اور اسم مخزون ہے، اگر اس کو رات پھر پڑھ دیں تو
دن ہو جائے اگر دن پر پڑھ دیا جائے تو رات ہو جائے۔ اگر سمندر پر پڑھ دیا
جائے تو ساکن ہو جائے۔ میں نے عرض کی، اے امیر المومنین آپ کو اس کی

حالت پہ رہنے دو۔ اس کے بعد آپ سے کبھی تعرض نہ کرنا۔ منصور نے کہا، خدا
کی قسم میں آئندہ آپ سے کبھی تعرض نہ کروں گا۔ محمد نے کہا خدا کی قسم منصور نے
پھر کبھی حضرتؑ کے ساتھ کوئی بات نہ کی۔

فرشتوں کا آنا

مسمع بصری سے روایت ہے کہ میں دن اور رات میں ایک لقمہ سے زیادہ
کھانا نہیں کھا سکتا تھا۔ حضرتؑ کی خدمت میں جب کبھی حاضر ہوتا، آپ ایسے شخص
کے لیے کھانا طلب فرماتے جو بظاہر آپ کے پاس موجود نہیں ہوتا تھا۔ اگر میں اس
کھانے سے کبھی کھا لیتا تھا تو بدہضمی کی شکایت ہو جاتی تھی۔ میں نے اس بات کی
ابو عبداللہ علیہ السلام سے شکایت کی کہ جب میں کھانا کھاتا ہوں تو ہضم نہیں ہوتا
حضرتؑ نے فرمایا، تم ان لوگوں کے ہاں کھانا کھاتے ہو جن کے ہاں ملائکہ مہمان
ہوتے ہیں۔ میں نے عرض کی وہ تو آپ حضرات ہی دیکھ سکتے ہیں، امام نے ایک
بچے کے سر پہ ہاتھ پھیرا اور فرمایا۔ فرشتے ان پر ہم سے زیادہ مہربان ہیں، آپ نے
قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا
تتنزل علیھم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ
التی کنتم توعدون۔ جو لوگ کہتے ہیں، ہمارا رب اللہ ہے، پھر اس بات
پر قائم رہتے ہیں ان پر فرشتے اترتے ہیں اور کہتے ہیں تم خوف اور غم نہ کھاؤ۔
تمہیں جنت کی بشارت ہو، جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے، امام علیہ السلام نے فرمایا
ربما وسدنا لھم الوسائد فی منازلنا بعض اوقات ہم فرشتوں کے لیے
گھر میں دستر خوان بچھاتے ہیں۔

دل چسپ سیر

داؤد بن کثیر رقی سے روایت ہے کہ ہم حضرتؑ کے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے

آپس میں فضائل انبیاء علیہم السلام کا ذکر کر رہے تھے، امام نے ہمارے جواب میں ارشاد فرمایا۔ جتنے انبیاء علیہ السلام پیدا ہوئے ہیں۔ محمدؐ ان سب سے افضل ہیں امام علیہ السلام نے اپنے دست مبارک سے انگشتری اتار کر زمین پر رکھ دی۔ اور کچھ پڑھا، زمین پھٹ گئی، اللہ تعالےٰ کی قدرت سے اس میں شگاف پڑ گیا۔ اسی دوران میں ہم نے اپنے آپ کو ایک شوریدہ سر سمندر میں پایا۔ سمندر کے درمیان سبز رنگ کی کشتی جو سبز زبرجد سے تیار کی گئی تھی، کھڑی تھی، کشتی کے درمیان سفید موتیوں کا ایک قبہ بنا ہوا تھا۔ قبہ کے آس پاس کے سبز رنگ کے اور گھر بنے ہوئے تھے جس پہ یہ عبارت تحریر تھی، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علیٰ امیر المومنین لبشر القائم: فانه یقاتل الاعدا و لیغیث المومنین ینصرہ عزوجل فی عدد نجوم السماء اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، محمد رسول اللہؐ اللہ کے رسول ہیں اور علی امیر المومنین ہیں۔ قائم (آل محمدؐ) کو بشارت ہو کہ وہ دشمنوں سے جہاد کرے گا۔ مومنین کی فریاد کو سنے گا۔ اللہ تعالےٰ فرشتوں کے ذریعے اس کی مدد کرے گا۔ جو آسمان کے ستاروں کی تعداد کے برابر ہوں گے۔ امام علیہ السلام نے پھر کچھ اور کلام پڑھا جس سے سمندر کے پانی میں جوش آ گیا۔ وہ کشتی کو ساتھ لے کر اوپر اُبھرنے لگا، امام علیہ السلام نے حکم دیا کہ کشتی میں سوار ہو جاؤ۔ ہم قبہ کے اندر چلے گئے۔ جہاں چار کرسیاں مختلف موتیوں سے مرصع رکھی ہوئی تھیں، حضرتؑ ایک کرسی پہ تشریف فرما ہوئے۔ دوسری پر مجھے بیٹھ جانے کا حکم دیا، حضرت موسےٰ و حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ایک ایک کرسی پر تشریف ہونے کو کہا۔ امام علیہ السلام نے کشتی سے فرمایا، "اللہ تعالےٰ کی قدرت سے چلو"۔ کشتی شور برپا کرنے والے سمندر میں چلی جس کے آس پاس موتیوں اور یاقوت کے پہاڑ کھڑے تھے، حضرتؑ نے سمندر کے پانی میں ہاتھ ڈال کر وہاں سے موتی اور یاقوت نکالے، فرمایا، اے داؤد اگر تم دنیا کے مزے لینا چاہتے ہو، تو ان میں سے اپنی ضرورت کے مطابق لے لو۔ میں نے عرض کی، اے میرے آقا مجھے دنیا کی ضرورت نہیں،

آپ نے ان کو سمندر میں پھینک دیا۔ آپ نے (دوبارہ) سمندر میں ہاتھ ڈال کر وہاں سے مشک اور عنبر نکالا۔ خود ان کی خوشبو کو سونگھا۔ مجھے حضرت موسےٰ علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو سونگھایا۔ ان کو سمندر میں پھینک دیا۔ کشتی سمندر میں چلتی رہی، حتیٰ کہ ہم ایک بڑے جزیرے میں پہنچ گئے جو اسی سمندر میں واقع تھا۔ اچانک ہم نے دیکھا کہ وہاں سفید موتیوں کے قبے ہوئے ہیں جن کا فرش سونے کی تاروں کا کڑھا ہوا ریشم اور دیبا ہے۔ ان قبوں پر ارغوانی رنگ کے پردے پڑے ہوئے ہیں جن کو فرشتوں نے چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے۔ جب فرشتوں نے امام علیہ السلام کو دیکھا تو آپ کی اطاعت کا دم بھرتے ہوئے آپ کی ولایت کا اقرار کرتے ہوئے حضرتؑ کی خدمت میں دوڑ پڑے۔ میں نے عرض کی: مولا یہ قبے کیا ہیں؟ فرمایا۔ یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اولاد سے جو ائمہ ہیں۔ ان کے ہیں۔ جب کسی امامؑ کا انتقال ہوتا ہے تو وقت معلوم تک جس کا ذکر اللہ تعالےٰ نے کیا ہے۔ اس جگہ چلا آتا ہے حضرتؑ نے فرمایا قوموا حتیٰ نسلم علیٰ امیر المومنین۔ اٹھو امیر المومنینؑ پر سلام کریں۔ ہم اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ امام علیہ السلام بھی قیام فرما ہوئے۔ ہم ایک قبے کے دروازے پر آئے جو سامان آرائش سے مزین تھا۔ یہ سب سے عمدہ اور بڑا تھا۔ ہم نے امیر المومنینؑ پر سلام عرض کیا۔ وَھُوَ قاعِدٌ فیھا حضرتؑ اس میں تشریف فرما تھے۔ ہم امامؑ کے ساتھ دوسرے قبے کے پاس آئے۔ ہم نے حسن بن علی علیہ السلام کو سلام کیا۔ پھر امامؑ کے ساتھ ایسے قبے کے پاس آئے جو حسن علیہ السلام کے قبے کے بالمقابل بنا ہوا تھا۔ اس میں ہم نے حسین علیہ السلام کو سلام کیا۔ پھر ہم نے علی بن حسینؑ کو سلام کیا۔ پھر محمد بن علیؑ کو سلام کیا۔ ہر ایک اپنے مزین اور مرصع قبے میں تشریف فرما تھے۔ ہم امام علیہ السلام کی معیت میں اسی جزیرے میں ایک عمارت کے قریب پہنچے جس میں ایک عظیم الشان قبہ سفید موتیوں سے بنا ہوا تھا، زنگارنگ فرشوں اور پردوں سے مزین تھا اس میں سونے کا تخت رکھا ہوا تھا، جو انواع و اقسام کے موتیوں سے مرصع کیا گیا تھا۔

میں نے عرض کی اے مولا یہ قبہ کس کا ہے۔ فرمایا۔ یہ اہل بیت کے قائم صاحب الزمان علیہ السلام کا ہے۔ حضرتؑ نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا۔ اور کوئی چیز پڑھی۔ اچانک ہم مدینہ کی سرزمین پہ ابوعبداللہ جعفر صادق علیہ السلام کے گھر میں موجود تھے۔ امام علیہ السلام نے اپنے دستِ مبارک سے انگشتری کو اتار کر اپنے سامنے زمین پر مہر لگا دی۔ پھر ہم نے زمین پر نہ کوئی درز دیکھی نہ شگاف۔

جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے اپنے بیٹے ابوابراہیم موسےٰ بن جعفر علیہما السلام کو بلا کر ہتھیار اور مواریث الانبیاء آپ کے سپرد کیے۔ امام موسےٰ کاظم علیہ السلام کی امامت کے متعلق اپنے شیعوں اور دوستوں کی ایک جماعت کی موجودگی میں نص فرمائی۔ آپ کی عمر ۶۵ سال تھی۔ ۱۴۸ھ میں انتقال فرمایا آپ کی ولادت ۸۳ھ میں ہوئی۔ اپنے دادا علی بن حسین علیہما السلام کے ساتھ بارہ سال والد کے ساتھ بیس سال منفرد بالامامت ۳۴ سال بقیع میں اپنے باپ اور دادا کے پہلو میں دفن ہیں۔ روایت ہے کہ آپ اپنے باپ اور دادا کے پہلو میں دفن ہیں۔ روایت ہے کہ آپ اپنے باپ محمد بن حسن بن علیؑ ابن ابی طالب علیہما السلام کی قبر میں دفن ہیں۔

امام موسےٰ کاظم علیہ السلام

حضرت اللہ تعالےٰ کے حکم سے امورِ امامت انجام دینے لگے۔ مومنین نے آپ کا اتباع کیا۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام حمیدہ رضوان اللہ علیہا ہے۔ ابوبصیر نے روایت ہے کہ میں نے جس سال امام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ حج ادا کیا تھا۔ اسی سال ہی ابوابراہیم[1] امام موسیٰ کاظم علیہ السلام پیدا ہوئے تھے جب ہم مشہور

[1] امام موسےٰ کاظم علیہ السلام کے یہ صاحبزادے حرم امام حسین علیہ السلام میں دفن ہیں۔ آپ کی قبر کے گرد خوبصورت ضریح بنی ہوئی ہے۔ ابراہیم حجاب

باقی آگلا صفحہ پر

جگہ ابوا پر اُترے۔ ہمارے سامنے کھانا رکھ دیا گیا، ہم کھانے لگے تو اسی اثنا میں جناب حمیدہ کا قاصد حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ حمیدہ عرض کرتی ہے "اے میرے آقا میں اپنے شکم میں کچھ محسوس کرتی ہوں۔ آپ نے مجھے حکم دے دیا تھا کہ میں اس مولود کے بارے میں کوئی نئی چیز نہ ہونے دوں" امام علیہ السلام قیام فرما ہوئے۔ تھوڑی دیر کے بعد واپس تشریف لائے۔ ہم حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی (اے آقا) اللہ تعالےٰ تمہیں خوشخبری نصیب کرے۔ ہم آپ پر قربان ہو جائیں۔ حمیدہؓ کا کیا ہوا۔ فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے اسے محفوظ رکھا ہے۔ اس نے مجھے ایسا فرزند عطا ہوا ہے جو اللہ تعالےٰ کا اپنے زمانے میں سب سے نیک بندہ ہے حمیدہ نے مجھے ایک ایسی بات سے آگاہ کیا ہے جسے وہ خیال کرتی ہے کہ مجھے اس کا کوئی علم نہیں۔ حالانکہ میں اس بات کو حمیدہ سے بہتر جانتا ہوں۔ ہم نے عرض کی۔ مولا کیا خبر دی تھی۔ فرمایا اس نے بیان کیا ہے کہ جب سے یہ بچہ پیدا ہوا ہے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھ دیتا ہے اور سر مبارک کو آسمان کی طرف بلند کر کے اللہ تعالےٰ کی تسبیح اور تحلیل بیان کرتا ہے اور

کے نام سے مشہور ہیں۔ امام حسین علیہ السلام کی قبر کی زیارت کی خاطر حاضر ہوئے۔ لیکن حضرتؑ کی قبر سے ابھی دور ہی تھے۔ جوشِ محبت میں مولا حسینؑ کو سلام عرض کیا۔ مولا حسینؑ نے قبر سے سلام کا جواب دیا۔ اشقیاء نے جب یہ حالت دیکھی تو آپ کو وہیں ذبح کر دیا۔ اسی جگہ پر آپ کی قبر واقع ہے چونکہ امامؑ نے سوال کا جواب دیا تھا۔ اس شرف کے باعث ابراہیم حجاب کے نام سے مشہور ہیں۔ اگر حرم کی غربی جانب داخلہ ہو۔ دروازے کے اندر داخل ہوتے ہی آپ کی خوبصورت ضریح کی سب سے پہلے زیارت ہوتی ہے۔ ہر زائر پھورٹ ... کا طواف کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ درود پڑھتا ہے۔ میں نے اسے بتایا ہے کہ یہی حالت رسول اللہ امیر المومنینؑ اور امامؑ کی ہے۔ جب امامؑ دنیا میں آتا ہے تو اپنے ہاتھ زمین پر رکھ دیتا ہے اور سر کو آسمان کی طرف بلند کر کے اللہ تعالےٰ کی تسبیح اور تحلیل بیان کرتا ہے اور رسولؐ اللہ پر درود بھیجتا ہے اور یہ کلمات پڑھتا ہے۔

اشھد اللہ لا الہ الاھو والملائکۃ واولوا العلم قائما بالقسط لا الہ الاھو العزیز الحکیم۔ میں گواہی دیتا ہوں خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ فرشتے اور صاحبانِ علم انصاف کرتے ہیں معبود وہ ہے جو غالب اور حکمت والا ہے۔ جب یہ کہتا ہے تو اللہ تعالےٰ اسے علم اوّل اور علم آخر عطا کرتا ہے۔ لیلتہ القدر کی روحؑ[1] کی زیارت کا مستحق ہوتا ہے۔ وہ روح جبرائیلؑ اور میکائیلؑ سے بڑی مخلوق ہے۔ آپ کی ولادت ۱۲۸ھ میں ہوئی۔ آپ کی ولادت اور تربیت اپنے اباءؑ طاہرین کی طرح تھی۔

دشمنانِ اہل بیت

داؤد رقی روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابو عبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی، آپ مجھے امیر المومنینؑ اور اہل بیت نبوت کے دشمنوں کے متعلق حدیث بیان فرمایئے۔ فرمایا حدیث سننا پسند کرو گے یا آنکھوں سے دیکھنا چاہتے ہو۔ میں نے عرض کی آنکھوں سے دیکھنا پسند کرتا ہوں۔ آپ نے ابو ابراہیم موسیٰ کاظمؑ سے فرمایا، چھڑی لے آؤ۔ آپ نے جا کر اپنے والد کو چھڑی لا دی۔ فرمایا۔ اے موسےٰؑ اس کو زمین پہ مارو۔ اور انہیں امیر المومنینؑ کے اور ہمارے دشمن دکھاؤ۔ آپ نے زمین پر چھڑی ماری۔ زمین پھٹ گئی اور سیاہ سمندر نکل آیا۔ پھر آپ نے سیاہ سمندر پہ چھڑی ماری۔ اس میں سیاہ پتھر نکل آیا۔ پتھر سے دروازہ کھولا۔

---

[1] روح سے مراد وہ روح ہے جو شب قدر نازل ہوتی ہے۔

اس میں اس قدر لوگ تھے۔ جن کا کثرت کی وجہ سے شمار نہیں ہو سکتا تھا۔ جن کے چہرے سیاہ، آنکھیں نیلی تھیں۔ ہر ایک پتھر کی ایک جانب بندھا ہوا تھا۔ سب کے سب کہہ رہے تھے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدد کو پہنچو۔ زبانیہ (فرشتے) ان کے چہروں پہ مارتے تھے اور کہتے تھے۔ تم جھوٹ بکتے ہو۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے نہیں ہیں اور نہ تم ان کے ہو۔ میں نے عرض کی، میں آپ پر قربان جاؤں۔ یہ کون لوگ ہیں۔ فرمایا۔ جبت، طاغوت، رجس والعین، مع العین ہیں۔ امامؑ نے ہر ایک کو اوّل سے لے کر آخر تک گنا۔ حتیٰ کہ آپ نے اصحاب سقیفہ، اصحاب فتنہ، بنو ارزاق، بنو اوزاغ اور بنو اُمیہ کو گنا۔ جدد اللہ علیھم العذاب بکرۃ واصیلا۔ (تفصیل کے لیے کتاب سُلیمؓ بن قیس ہلالی ملاحظہ فرمائیں)

امام علیہ السلام نے پتھر سے فرمایا۔ ان پہ وقت معلوم تک پھر مل جاؤ۔ منصور نے امامؑ سے اپنی وفات تک کوئی تعرض نہ کیا۔ منصور ۱۵۸ھ میں مر گیا۔ منصور نے اپنے بیٹے مہدی کی لوگوں سے بیعت لی۔ جب مہدی بادشاہ بن گیا تو اس نے اپنے اصحاب کی جماعت روانہ کی۔ ابو ابراہیم موسیٰؑ کو مہدی کے پاس لانے[1]۔ میں نے حضرت سے اور آپ کے شیعوں سے ملاقات کی۔ جب میں نے آپ کو رخصت کیا، تو رو پڑا۔ فرمایا ابو خالد روتے کیوں ہو۔ میں نے عرض کی۔ میرے آقا۔ آپ جا رہے ہیں۔ لیکن میں نہیں سمجھتا۔ آپ سے کیا سلوک کیا جائے گا۔

آپ نے فرمایا۔ اس مرتبہ فکر کی کوئی بات نہیں ہے۔ مجھ ان کا قطعاً خوف نہیں ہے۔ (مدینہ کے) پہلے میل پہ میری ملاقات کا انتظار کرنا۔ حضرتؑ مہدی کے پاس (بغداد) روانہ ہو گئے۔ مہدی سے ملاقات فرمائی۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو مہدی کے شر سے محفوظ فرمایا۔ حضرتؑ سے کوئی تعرض نہ کیا۔ حضرتؑ کے ضروریات دریافت کیے۔ آپ نے جو مناسب سمجھے بیان کیے۔ وہ پورے کر دیے گئے۔ امامؑ نے اجازت طلب کی۔ آپ کو اجازت مل گئی۔ آپ مدینے کی طرف روانہ ہوئے۔ ابو خالد کا بیان ہے۔ میں مقررہ دن حضرتؑ کے انتظار میں راستہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ میں انتظار کرنے

بیٹھ گیا۔ سورج زرد پڑنے لگا۔ مجھے خوف لاحق ہو گیا۔ حضرتؑ لیٹ ہو گئے تھے، میں واپس جانے کا ارادہ کر رہا تھا کہ ناگاہ سیاہی آتی ہوئی دکھائی دی۔ میں نے دیکھا تو امام موسےٰ کاظم علیہ السلام تھے۔ فرمایا: "اے ابو خالد" عرض کی "حاضر" اے میرے آقا۔ اے فرزندِ رسولؐ شکر ہے اس ذات کا جس نے آپ کو صحیح و سالم واپس کیا آپ کو نجات دی۔" فرمایا۔ اے ابو خالد میں دوبارہ ان کے پاس جاؤں گا۔ پھر مجھے ان سے نجات نہیں ملے گی اور نہ ہی مدینہ واپس آؤں گا۔

بھائی کا حال پوچھنا

علی بن ابو حمزہ ثمالی[۱] روایت کرتے ہیں کہ امام موسےٰ بن جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں ایک رائی کا آدمی حاضر ہوا جس کا نام جندب تھا اس نے امامؑ کو سلام کیا اور بیٹھ گیا، حضرتؑ متوجہ ہو کر اس کا حال دریافت فرمانے لگے۔ فرمایا۔ تمہارے فلاں بھائی کا کیا حال ہے؟ عرض کی اللہ تعالےٰ مجھے آپ پر قربان کرے وہ خیریت سے ہے اور جناب کو سلام عرض کرتا ہے۔ فرمایا اے جندب اللہ تعالےٰ تیرے اجر کو تیرے بھائی کے سبب سے بلند کرے۔ میں نے عرض کی اے آقا پندرہ روز ہوئے ہیں۔ اس کی خیریت کا خط میرے پاس آیا تھا، حضرتؑ نے فرمایا "اے جندب تمہارا بھائی خط پہنچنے کے دو روز بعد مر گیا ہے اس نے اپنا مال اپنی عورت کے سپرد کیا ہے کہ جب تم اسکے پاس جاؤ۔ تو وہ مال تمہارے حوالے کر دے۔ لیکن اس نے مال کو گھر کی زمین میں دفن کر دیا ہے جہاں تمہارے بھائی کی لاش سپرد خاک کی گئی ہے، جب تم اس کے پاس جانا اس سے نرم گفتگو کرنا اور اسے اس بات کی لالچ دینا کہ تم اس سے شادی کرو گے۔ اس صورت میں وہ مال تمہارے سپرد کر دے گی۔

---

[۱] میرا خیال ہے ابو حمزہ بطائنی ہیں اگرچہ علامہ رحمہ اللہ نے کشیؒ سے علی بن حمزہ ثمالی نقل کیا ہے۔ (شبیر محمد) !؟

علی بن حمزہ کا بیان ہے کہ میں دو سال کے بعد میں جندب سے ملا، وہ حج ادا کر کے واپس آئے تھے، میں نے آپ سے وہ بات دریافت کی جس کے متعلق امام موسےٰ بن جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ جندب نے کہا۔ امام نے سچ فرمایا تھا۔ ایسا ہی واقعہ تھا۔

دو سال بعد مر جاؤ گے

اسحاق بن عمار سے روایت ہے کہ میں نے امام موسےٰ کاظم علیہ السلام کو ایک شخص کی موت کے متعلق فرماتے سنا۔ میں نے خیال کیا کہ حضرتؑ صرف اتنا جانتے ہیں کہ ایک شیعہ کب مرے گا۔ (آدمی مر چکا ہے، اس کا آپ کو علم نہیں ہے) آپ نے میری طرف ناراضگی کی حالت میں متوجہ ہو کر فرمایا۔ اے اسحاق، رشید ہجری ایک ضعیف الاعتقاد آدمی تھا۔ باوجود اس کے وہ علم البلایا اور علم المنایا واقع ہونے حادثات اور مرنے والوں کے متعلق جانتا تھا۔ (کہ وہ کب فوت ہوں گے) امامؑ اس سے بہتر جانتا ہے۔ اے اسحاق تم جو چاہو کرو۔ تم عمر فنا کر چکے ہو۔ تم دو سال کے بعد مر جاؤ گے۔ تیرے بھائی اور گھر والے تھوڑی مدت کے بعد متفرق ہو جائیں گے۔ ایک دوسرے کے حق میں خیانت کریں گے۔ دشمن ان کا مذاق اڑائیں گے۔ اسحاق دو سال کے بعد مر گیا۔ اسحاق کے گھر والوں اور اس کی اولاد کی ویسی حالت ہو گئی۔ جیسا امام علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ سب کے سب مفلس ہو گئے۔

امام کون ہو سکتا ہے؟

علی بن حمزہ ثمالی بیان کرتے ہیں کہ میں ابو الحسن موسےٰ بن جعفر علیہما السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کی کنیت ابو الحسن اور ابو القاسم تھی۔ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ امامؑ کس چیز سے پہچانا جاتا ہے۔ فرمایا۔ اس کا باپ

(حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اس کے متعلق نص فرمائے۔ لوگوں کے مجمع میں اس کی امامت کا اعلان کرے تاکہ لوگوں پر حجت قائم ہو جائے۔ جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیؑ

۱؎ امام موسےٰ کاظم علیہ السلام کے کئی فرزند تھے۔ اس لیے آپ کی کنیت ایک نہیں ہے جناب قاسم بھی آپ کے فرزند ہیں جن کا مزار مقدس سرزمین عراق میں زیارت گاہ عام وخاص ہے حلہ سے آٹھ میل کے فاصلے پر آپ ایک خوبصورت مزار میں استراحت فرما ہیں۔ آپ بہت بڑی فضلت کے مالک ہیں۔ امام موسےٰؑ کاظم فرماتے ہیں اگر امامت میرے اختیار میں ہوتی تو میں قاسم کو امام بناتا میں دس جولائی ۱۹۶۱ء کو آپ کے مزار پر حاضر ہوا۔ زائرین کا بے پناہ ہجوم تھا مزار بیحد خوبصورت بنا ہوا ہے۔ مزار کا گنبد سونے سے کلس کیا ہوا ہے۔ روضہ سے باہر کا احاطہ کافی وسیع ہے۔ زائرین کی رہائش وغیرہ کے انتظامات موجود ہیں۔ آپ کے شہر کے خربوزے میٹھے اور لذیذ ہیں۔ ہم نے خوب کھائے خاص طور پر میری بچی رضیہ فاطمہؑ اور اس کی ماں کو خوب پسند آئے۔ حاجت مندوں کی دعائیں آپ کے مزار پر مستجاب ہوتی ہیں۔ روایت ہے کہ آپ نے ایک ناواقف خاندان میں شادی کی تھی اور ان لوگوں کو زمانے کے تقاضوں کو مدِنظر رکھتے ہوئے اپنے حسب ونسب سے آگاہ نہیں کیا تھا۔ ان لوگوں نے آپ کے تقدس اور ورع سے متاثر ہو کر اپنی لڑکی بیاہ دی تھی۔ اس بیوی سے حضرت قاسم کی ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی۔ آپ کے انتقال کا وقت قریب آگیا۔ خوشدامن نے اصرار کیا کہ اپنے خاندان سے آگاہ کرو۔ تاکہ تمہاری لڑکی ان کے حوالے کی جائے۔ آپ نے فرمایا۔ تم مدینہ رسولؐ کبھی جاؤ تو محلہ بنو ھاشم پوچھ لینا اور میری لڑکی کو بنو ہاشم کے محلہ میں چھوڑ دینا۔ یہ اپنا گھر خود تلاش کرلے گی حضرت قاسم کی ساس بچی کو لے کر مدینہ پہنچی۔ بنو ہاشم کے محلہ میں اپنی نواسی کو چھوڑ دیا۔ جب بچی ایک گھر میں داخل ہوئی تو حضرت قاسم کی والدہ دیکھ کر

کو (خم غدیر کے مقام پر لوگوں کے مجمع میں) بلند کر کے امام مقرر فرمایا تھا۔ اسی طرح ائمہ علیہم السلام کی حالت رہی ہے۔ پہلے نے دوسرے کے متعلق نص فرمائی تھی۔ لوگوں کے مجمع میں اس کو بلند کر کے لوگوں کے لیے اس بات کو حجت قرار دیا تھا۔ اگر تم امام سے سوال کرو۔ تو وہ جواب دے۔ اگر تم سوال کرنے سے خاموش رہو تو وہ خود جواب دینا شروع کردے۔ ویخبر الناس بما تکون غد (کل آنے والی بات کے متعلق لوگوں کو آگاہ کرے)۔ ویتکلم الناس بکل لسان (لوگوں سے ہر زبان میں بات چیت کرسکتا ہو) ویعرف منطق الطیر (پرندوں کی بولیاں جانتا ہو) امامؑ نے فرمایا) تمہارے جانے سے پہلے ابھی تمہیں ایک اور علامت امام کی بتاتا ہوں۔ میں ابھی اٹھا نہیں تھا۔ ایک شخص خراسان کا ہمارے پاس وارد ہوا۔ اور حضرتؑ سے عربی زبان میں گفتگو کر رہا تھا۔ امام علیہ السلام نے اُسے فارسی زبان میں جواب دیا۔ خراسانی نے عرض کی۔ میں نے اپنی زبان میں آپ سے اس لیے گفتگو نہیں کی کہ میرا خیال تھا کہ آپ فارسی نہیں سمجھتے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا۔ سبحان اللہ اگر میں فارسی نہ جانتا تو تمہیں (فارسی میں) جواب کس طرح دیتا۔ (اگر میں فارسی نہ جانتا) میں تم پر افضل کس طرح ہوتا۔ حضرتؑ نے فرمایا۔ اے ابو محمد ان الامام لا تخفی علیہ کلام احد من الناس ولا منطق الطیر والبھائم فیمن لم یکن فیہ ھٰذہ الخصال فلیس با مام۔ امام پر انسانوں پرندوں اور جانوروں کی بات مخفی نہیں رہتی۔ جس شخص میں یہ صفات نہ پائے جائیں۔ وہ امام نہیں ہے۔

فوراً بول اٹھی۔ وہ دیکھو میری پوتی میرے فرزند قاسم کی بیٹی آرہی ہے حضرت قاسم کی ساس کو تب پتہ چلا کہ جناب قاسم خاندان نبوی کے چشم وچراغ تھے۔ زمانہ کی نیرنگیاں تھیں، سادات اپنا حسب نسب چھپانے پر مجبور تھے۔ ۱۲ منہ

لباس واپس کرنا

کتاب بصائر الدرجات میں محمد بن عبداللہ عطا مرفوعاً علی بن یقطین ہارون رشید کے وزیر سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک روز ہارون رشید کے سامنے موجود تھا۔ روم کے بادشاہ نے کچھ تحائف ہارون رشید کے پاس بھیجے تھے۔ ان میں سے ایک سیاہ ریشم کی خلعت تھی جو سونے کے ساتھ کڑھی ہوئی تھی۔ میں نے آج تک ایسی کوئی خوبصورت خلعت نہیں دیکھی تھی۔ میں خلعت کو دیکھ رہا تھا۔ ہارون رشید نے میری طرف دیکھا اور کہا۔ اے علی یہ خلعت تمہیں اچھی لگتی ہے۔

علی بن یقطین ۔ اے امیرالمومنین ہاں۔

ہاروں رشید ۔ اسے لے جاؤ۔

میں اس خلعت کو لے کر اپنے گھر آیا۔ اس کو ایک رومال میں باندھ دیا۔ اسے مدینہ میں اپنے آقا امام موسےٰ بن جعفر علیہ السلام کی خدمت میں بھیج دیا۔ سات ماہ کے بعد جب میں ہارون رشید کے ساتھ کھانا کھا کر واپس لوٹا جب میں گھر پہنچا تو نوکر نے جو میرا لباس لے کر رکھ دیا کرتا تھا۔ مجھے ایک خط اور رومال لاکر دیا۔ جب میں نے خط کو کھولا۔ تو وہ خط میرے آقا امام موسےٰ کاظم علیہ السلام کا تھا اور اس میں تحریر تھا۔ اے علیؑ اب تمہیں اس لباس کی ضرورت ہے۔ اس لیے میں نے اسے تمہارے پاس بھیج دیا ہے۔ میں نے لباس کے ایک کونے سے رومال کو کھولا۔ (اس اثنا میں) ہارون رشید کے نوکر نے آکر مجھے کہا کہ امیرالمومنین بلاتے ہیں۔ میں نے کہا۔ کیا ہوگیا ہے۔ اس نے کہا مجھے کوئی علم نہیں ہے۔ میں روانہ ہو کر ہارون رشید کے پاس حاضر ہوا۔ میں متفکر تھا۔ ہارون رشید کے پاس عمر بن بزیع بیٹھا ہوا تھا۔

ہارون رشید: اے علی جو لباس میں نے تمہیں بخشا تھا کہاں ہے؟

علی بن یقطین: امیرالمومنین آپ نے مجھے بہت سی خلعتیں عطا کی ہیں۔ کون

سی خلعت کے متعلق فرماتے ہیں۔

ہارون رشید: سونے کی تاروں سے کڑھی ہوئی خلعت

علی بن یقطین: میں اسے کیا کروں گا۔ اکثر اوقات جب امیرالمومنین کے ہاں سے جاتا ہوں۔ تو اس کو پہن کر دو رکعت نماز پڑھتا ہوں۔ جب امیرالمومنین کا نوکر مجھے بلانے گیا ہے تو وہ خلعت میرے سامنے موجود تھی (عمر بن بزیع علی بن یقطین سے) کسی کو بھیج کر منگوالو۔" علی بن یقطین کا بیان ہے کہ میں نے نوکر کو بھیج کر خلعت منگوالی۔ ہارون رشید نے خلعت کو دیکھا تو کہا۔ اے عمر ہم علی کے متعلق تمہاری کوئی بات قبول نہیں کریں گے۔ ہارون نے اس خلعت کے علاوہ پچاس ہزار درہم عطا کیے۔ جن کو میں اپنے گھر لے آیا۔

فہمائش

محمد بن علی صوفی بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم جمال نے ابوالحسن علی بن یقطین وزیر سے ملنے کی اجازت طلب کی۔ علی بن یقطین نے ملاقات کرنے سے انکار کردیا۔ اسی سال علی بن یقطین نے حج ادا کیا۔ جب مدینہ میں گیا تو امام موسےٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی۔ امام علیہ السلام نے علی بن یقطین سے ملاقات کرنے سے انکار فرمادیا تھا۔ علی بن یقطین نے دوسرے روز امام علیہ السلام کو دیکھا۔ تو عرض کرنے لگا۔ اے میرے آقا میرا کیا گناہ تھا۔ (آپ نے ملاقات سے انکار فرمادیا تھا) امامؑ نے فرمایا۔ میں نے اس لیے تمہیں روک دیا تھا کہ تم نے ابراہیم جمال کو اپنی ملاقات کرنے سے روک دیا تھا۔ اللہ تعالےٰ تیری اس کوشش کو قبول نہیں کرے گا۔ جب تک تمہیں ابراہیم جمال معاف نہ کرے۔ میں نے عرض کی۔ اے میرے آقا۔ سردار اب میں ابراہیم جمال کے پاس کیسے جاسکتا ہوں۔ میں اس وقت مدینہ میں ہوں اور وہ کوفہ میں ہے۔ امامؑ نے فرمایا۔ جب رات ہوجائے تو اکیلا بقیع میں چلے جانا۔ تمہارے ساتھیوں اور

نوکروں میں سے کسی کو اس بات کا علم نہ ہو۔ وہاں تمہیں ایک بہترین سجا سجایا
اونٹ ملے گا، اس پر سوار ہو جانا۔ راوی کا بیان ہے کہ علی بن یقطین بقیع میں آیا۔
اور اونٹ پر سوار ہو گیا۔ ایک لمحہ کے اندر اونٹ کو ابراہیم جمال کے مکان پر جو
کوفہ میں تھا، بٹھا دیا۔ علی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ ابراہیم جمال نے کہا۔ دروازے کے
باہر کون ؟ (علی بن یقطین ہے)

ابراہیم جمال ۔ علی بن یقطین کا میرے دروازے پہ کیا کام ہے۔
علی بن یقطین ۔ سخت مصیبت میں گرفتار ہوں۔ خدا کی قسم مجھے ملنے کی اجازت
دیجیے۔

علی بن یقطین، ابراہیم جمال کے پاس داخل ہو گیا اور کہنے لگا۔ اے ابراہیم
میرے آقا امام موسےٰ کاظم علیہ السلام جب تک آپ معاف نہیں کریں گے۔ مجھے
قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ ابراہیم جمال نے کہا، جاؤ میں نے تمہیں معاف کر
دیا ہے۔ علی بن یقطین نے ابراہیم جمال کو قسم دی کہ وہ اپنے تلوے سے اس کے رخسار
رگڑ نے دے۔ ابراہیم جمال نے اس بات سے انکار کر دیا ہے۔ علی بن یقطین نے دوبارہ
ابراہیم جمال کو قسم دی۔ علی بن یقطین نے ابراہیم کے قدموں پر اپنے رخسار رکھے۔ ابراہیم
جمال برابر علی بن یقطین کے رخساروں کو رگڑتا جاتا تھا۔ اور علی بن یقطین کہتا جاتا
تھا۔ اے اللہ گواہ رہنا (پھر) وہ اونٹ پر سوار ہو گیا۔ اس رات آقا امام موسےٰ
بن جعفر علیہما السلام کے دروازے پر مدینہ پہنچ گیا۔ اونٹ کو حضرتؑ کے دروازے
پر بٹھا دیا۔ داخل ہونے کی اجازت طلب کی۔ امامؑ کی خدمت میں داخل ہو گیا۔ امام نے
اس کو قبول کر لیا (معاف کر دیا)

زہر دینا

احمد بن محمد سمط سے روایت ہے کہ میں نے اصحاب حدیث اور روایت مذکورین
سے سنا کہ امام موسےٰ کاظم علیہ السلام ہارون رشید کی قید میں مسجد مسیب میں

محبوس تھے جو باب کوفہ کے مغربی جانب واقع تھی۔ آپ سندی بن شاہک کے گھر
سے مسجد کی طرف منتقل ہو چکے تھے۔ سندی بن شاہک کا گھر ابن ابی عمرویہ کے گھر
کے نام سے مشہور تھا۔

امام موسےٰ کاظم علیہ السلام (پہلے) وہاں (قید) تھے۔ ہارون رشید اس فکر میں تھا
کہ امام علیہ السلام کو زہر دے کر قتل کر دے۔ ہارون نے رطب طلب کر کے اس
میں سے کچھ کھائے۔ بیس رطب ایک طبق میں رکھ دیئے۔ ایک تاگا لیا۔ اس کو سوئی
کے سوراخ میں ڈال کر زہر میں ڈبو دیا۔ ایک رطب لے کر اس میں تاگا سوئی کے
ذریعے گزارا۔ ہارون رشید رطب لیتا تھا اور اس میں زہر آلود تاگے کو گزار دیتا تھا۔
حتیٰ کہ ایک ایک کر کے تمام رطبوں میں زہر آلود تاگا گزر گیا۔ اب ہارون رشید کو
یقین تھا کہ زہر اس میں اچھی طرح سرایت کر گئی ہے۔ ہارون نے اس طرح کئی بار کیا۔
تاگے کو رطبوں سے نکال دیا اور نوکروں سے کہا، اس طبق کو موسےٰ بن جعفرؑ کے پاس
لے جاؤ اور اسے کہو کہ امیر المومنین نے اس میں کچھ رطب کھائے ہیں، باقی آپ کے
پاس بھیجے ہیں، وہ آپ کو آپ کی ذات کی قسم دے کر کہتے ہیں کہ آپ تمام کے
تمام کھا جائیں، کیونکہ میں نے ان کو اپنے ہاتھ سے چن کر آپ کے لیے انتخاب کیے ہیں
آپ کے سوا اور کوئی ان کو نہ کھائے۔ نوکر نے آ کر امامؑ کی خدمت میں پیغام پہنچا
دیا۔ امامؑ نے فرمایا۔ مجھے خلال دیجیے۔ نوکر نے امامؑ کی خدمت میں خلال پیش کر دیا۔
اور آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ امامؑ نے خلال کے ذریعے رطب کھانے شروع کر دیے
ہارون رشید کی ایک کتیا تھی جو اسے اس کی سلطنت سے عزیز تھی۔ کتیا زنجیر
کو کھینچ کر اس کو زمین پر گھسیٹتی ہوئی امامؑ کے پاس آ گئی۔ اس کی زنجیر سونے
چاندی کی تھی جس میں موتی جڑے ہوئے تھے۔ امام علیہ السلام نے ایک خلال اٹھا کر
زہر آلودہ رطب میں چبھو کر کتیا کے سامنے پھینک۔ کتیا کھا گئی۔ کھاتے ہی وہیں زمین
پر چکر کھانے لگی۔ اور چیخنے چلانے لگی اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ امام علیہ السلام نے
باقی رطب تناول فرمائے۔ خادم طبق لے کر ہارون رشید کے پاس چلا گیا۔ ہارون

رشید نے نوکر سے کہا۔ کیا آپ تمام رطب کھا گئے ہیں۔ نوکر نے عرض کی۔ ہاں۔ کہا، آپ کی کیا حالت ہے۔ عرض کیا میں نے آپ کی حالت کو متغیر نہیں دیکھا۔ ایک آدمی نے آکر ہارون رشید کو کتیا کی حالت کے متعلق آگاہ کیا کہ جو تڑپ تڑپ کر مر گئی تھی۔ ہارون رشید کو اس کا صدمہ ہوا۔ وہ کتیا کے پاس آیا۔ اسے زہر کی وجہ سے بھسم پایا۔ ہارون رشید نے ایک نوکر اور تلوار کو طلب کیا۔ نوکر سے کہا۔ مجھے زہر کے متعلق سچ بتاؤ۔ ورنہ میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ نوکر نے کہا اے امیر المومنین میں رطب موسیٰ بن جعفرؑ کے پاس لے گیا تھا۔ آپ کا پیغام بھی پہنچا دیا تھا۔ میں آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے خلال طلب کیا۔ میں نے آپ کی خدمت میں خلال پیش کر دیا۔ آپ نے خلال کے ذریعے رطب تناول فرمانے شروع کیے۔ حتیٰ کہ وہاں کتیا کا گزر ہوا۔ آپ نے رطب میں خلال چبھو کر کتیا کے سامنے پھینک دیا۔ کتیا اس کو کھا گئی۔ جیسا آپ کو علم ہے باقی رطب آپ نے خود کھائے۔ ہارون رشید نے کہا۔ موسیٰؑ کے معاملہ میں ہمیں فائدہ نہ ہوا۔ ہم نے عمدہ رطب کھلائے۔ اپنی زہر ضائع کی اور اپنی کتیا کو بھی قتل کیا۔ موسیٰؑ کے بارے میں ہماری تدبیر رائیگاں ہو گئی۔ تین دن کے بعد امام موسیٰؑ کاظم نے مسیب نوکر کو طلب کیا جو آپ کا نگران مقرر تھا۔

بغداد سے مدینہ پہنچنا

امامؑ نے فرمایا "اے مسیّب" اس نے عرض کی: "اے میرے آقا" امام نے فرمایا۔ میں اس رات کو اپنے نانا رسول اللہؐ کے شہر مدینہ جا رہا ہوں۔ وہاں میں ایک شخص سے وصیت کرنی ہے۔ تاکہ وہ میرے بعد ان پر عمل کر سکے۔ مسیب کا کہنا ہے کہ میں نے عرض کی اے آقا۔ آپ مجھے حکم کیا دے رہے ہیں۔ چوکیدار میرے ساتھ موجود ہے۔ اگر میں نے دروازہ کھولا تو وہ دروازے پر موجود ہو گا۔ امامؑ نے فرمایا کیا تمہارا یقین ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے متعلق کمزور ہے نوکر نے کہا نہیں۔ فرمایا دروازہ کھول دو۔ مسیب نے کہا کہ میں نے عرض کی۔ اے آقا کب؟ امامؑ نے فرمایا۔ جب آنے والی

رات کا پہلا ثلث گزر جائے ٹھہرے رہو اور انتظار کرو۔ مسیب نے کہا۔ میں نے اس رات اپنے لیے سونا حرام کر دیا تھا۔ میں نے رکوع اور سجود میں مصروف رہا۔ امامؑ نے جو وعدہ مجھ سے کیا تھا۔ اس کا انتظار کرنے لگا۔ جب رات کا تیسرا حصہ گزرا، تو مجھے اونگھ آگئی۔ ناگاہ میرے آقا نے۔ مجھے اپنے قدم مبارک سے حرکت دی۔ میں ڈر کر اٹھ کھڑا ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ تمام مضبوط دیواریں اور عمارتیں صاف زمین کی صورت میں تبدیل ہو چکی ہیں۔ قید خانہ کے اردگرد تمام کھلی ہوئی زمین ہے۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ میرے آقا نے مجھے قید خانہ سے نکال لیا ہے۔ میں نے عرض کی۔ اے آقا ہم کس سرزمین پر موجود ہیں۔ فرمایا۔ "اے مسیب اپنی جگہ پر" میں نے عرض کی اے آقا۔ میرے اور اپنے دشمنوں کو پکڑ لو۔ فرمایا۔ تمہیں اپنے قتل ہونے کا خوف ہے۔" میں نے عرض کی اے آقا۔ آپ کی معیت میں کوئی خوف نہیں فرمایا۔ اے مسیب یہاں بیٹھے رہو۔ میں ایک ساعت کے اندر آتا ہوں۔ جب میں تم سے چلا جاؤں گا۔ تو میری جگہ اپنی بنیادوں سمیت ویسی کی ویسی ہو جائیں گی۔ میں نے عرض کی۔ اے آقا لوہے[1] کو نہیں کاٹا۔ فرمایا۔ "اے مسیب تم پر افسوس ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے داؤدؑ پر لوہے کو نرم کر دیا تھا۔ ہمارے لیے سخت کس طرح ہو سکتا ہے۔ مسیب کا بیان ہے۔ پھر میرے سامنے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ پھر میں نہ جان سکا کہ حضرتؑ میری آنکھوں کے سامنے سے کیسے غائب ہوئے۔ بنیادیں بلند ہو گئیں۔ عمارت اپنی جگہ پہلے کی طرح قائم ہو گئی۔ میں نے انتظام سخت کر دیا۔ مجھے یقین تھا کہ حضرتؑ کا وعدہ بالکل سچا ہے۔

امامؑ کے بیان کے مطابق ایک ساعت کے بعد میں نے دیکھا کہ دیوار سجدہ میں گر گئی۔ میرے آقا (امام موسیٰ کاظم علیہ السلام) قید خانہ میں واپس تشریف لائے۔ حضرتؑ نے بیڑیوں کو اپنے قدموں میں ڈال دیا۔ میں حضرتؑ کی خدمت سجدہ میں گر

---

[1] مراد لوہے کی بیڑیاں ہیں۔ ۱۲ منہ

گیا. فرمایا: "اے مسیب سر اٹھالو" تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تمہارے آقا آج سے
تیسرے روز اللہ تعالےٰ کی طرف کوچ کرنے والے ہیں. میں نے عرض کی. اے آقا.
امام علی رضا علیہ السلام کہاں ہیں؟ فرمایا اے مسیب میرے سامنے موجود ہیں۔
غائب نہیں حاضر ہیں. دور نہیں ہیں. میں نے عرض کی اے آقا. امام علی رضا علیہ السلام
کی طرف رجوع کروں. فرمایا اللہ تعالےٰ کی قسم اللہ تعالےٰ کا ہر نجیب فرد خواہ زمین
کے مشرق میں ہو خواہ مغرب میں رہتا ہو. محبت کرنے والا جن خشکی میں ہو، یا
سمندروں میں مخلص فرشتے اپنی صفوں اور مقامات پر آپ کی طرف رجوع کریں
گے (امام رضا علیہ السلام کی امامت کے قائل ہوں گے) میں (یہ سن) رو پڑا.
فرمایا. اے مسیب بُکا نہ کرو. ہم نور ہیں. اگر میں تم سے غائب ہو جاؤں گا تو میرا بیٹا
علیؑ میرے بعد موجود ہو گا. وہ میں ہوں. میں نے عرض کی. الحمد للہ. حضرتؑ نے
تیسرے روز کی رات مجھے بلایا اور فرمایا: "اے مسیب تمہارے آقا جیسا تم جانتے ہو.
اس رات کی صبح کو دیکھ کر اللہ تعالےٰ جو مولا حق ہیں. کی طرف جانے والے ہیں.
جب میں تم سے پانی طلب کروں اور پانی کو پی لوں. تم دیکھو گے میرے پیٹ
میں نفخ پیدا ہو گئی ہے اور میرا رنگ کبھی زرد کبھی سرخ کبھی سبز ہو رہا ہے (جسم
پر مختلف کیفیت طاری ہو رہی ہے) تو گمراہ گروہ کو میری موت کی خبر سے آگاہ
کر دینا. یاد رکھو میری وفات سے پہلے اس بات کا کسی سے اظہار نہ کرنا. میں
اس انتظار میں رہا. حتیٰ کہ حضرتؑ نے پانی طلب فرمایا اور اس کو پیا مجھے فرمایا.
یہ نجس آدمی سندی بن شاھک لوگوں سے کہتا پھرتا ہے کہ میری تجہیز و تکفین
کو سر انجام دے کر مجھے دفن کرے گا. یہ بات ہرگز نہ ہو گی. جب مجھے یہ لوگ
مشہور مقبرہ میں جو مقابر قریش کے نام سے مشہور ہے لے جائیں تو مجھے لحد
میں رکھ دینا. میری قبر کو بلند کرنا میری زیارت سے اجتناب کرنا میری قبر
کی مٹی (بطور شفا) نہ لینا. میرے دادا حسینؑ کی قبر کی مٹی کے علاوہ ہر قبر کی مٹی
(بطور شفا کھانا) حرام ہے. اللہ تعالےٰ نے اس کی (حسین علیہ السلام) قبر کی

مٹی ہمارے شیعوں اور دوستوں کے لیے شفا قرار دیا ہے. مسیب کا کہنا ہے کہ
پھر میں نے حضرتؑ کو دیکھا. آپ کی حالت دگرگوں ہو رہی ہے. مختلف حالتیں
پیدا ہو رہی ہیں. آپ کے شکم مبارک میں نفخ پیدا ہو گئی ہے. میں نے ایک
شخص کو دیکھا جو ہو بہو حضرتؑ کی شکل کے مشابہ تھا. حضرتؑ کی ایک جانب بیٹھا
ہوا ہے (امام رضا علیہ السلام تھے) جب میں نے علی رضا علیہ السلام کو دیکھا
تھا. اس وقت آپ لڑکے تھے. میں آگے بڑھا تاکہ آپ سے پوچھوں، میرے
آقا امام موسےٰ کاظم علیہ السلام نے مجھے چلا کر کہا. اے مسیب میں نے تمہیں
منع کر دیا ہے، ان سے الگ ہو جاؤ. میں صبر کے گھونٹ پیتا رہا. امام علیہ السلام
نے انتقال فرمایا اور وہ شخص غائب ہو گیا. میں نے موت کی خبر سے ہارون رشید
کو آگاہ کیا. ہارون رشید نے (لوازمات تدفین میں) سندی بن شاھک کو متولی
مقرر کیا. مسیب کا کہنا ہے. خدا کی قسم میں نے ان لوگوں کو اپنی آنکھوں سے
دیکھا. وہ گمان کر رہے تھے کہ وہ حضرتؑ کو غسل دے رہے ہیں. کافور لگا رہے
ہیں اور کفن پہنا رہے ہیں. حالانکہ میں خود دیکھ رہا تھا کہ ان چیزوں میں سے کوئی
بھی سر انجام نہیں دے رہے تھے. ان لوگوں کے ہاتھ امام علیہ السلام تک پہنچے
ہی نہیں تھے. امام علیہ السلام (پہلے ہی) غسل، کفن اور حنوط شدہ حالت میں
لائے گئے. حتیٰ کہ مقابر قریش میں سپرد خاک کر دیے گئے. جو قبر (سندی وغیرہ
نے تیار کی تھی. اس میں اس وقت تک دفن نہیں کیے گئے. کتاب وصایا
میں جو ابو الحسن علی بن محمد بن زیاد ضمری کی طرف منسوب ہے. اس میں ابو الحسن
صحیح طریقوں سے روایت کرتے ہیں کہ سندی بن شاھک جب امام علیہ السلام
کے سامنے زہر آلود رطب رکھے ہوئے تھے، حاضر ہوا. امام علیہ السلام اس
وقت دس رطب تناول فرما چکے تھے. سندی نے تمام قضات اور انصاف کرنے
والوں کو بلا لیا تھا. امام علیہ السلام کو ان کے پاس لے گئے اور کہا کہ لوگ کہتے
ہیں کہ ابو الحسن موسےٰ علیہ السلام تنگ...

آپ حضرات کے سامنے موجود ہیں انہیں کوئی بیماری نہ مرض نہ تکلیف ہے۔ امامؑ ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے۔

اشہدوا علیّ انی مقتولٌ بسم منذ ثلاثۃ ایام اشہدونی صحیح ما بظاہر ولکنی مسموم۔ گواہ رہو۔ مجھے تین دن سے زہر کے ساتھ قتل کیا گیا۔ تم بظاہر صحیح و سالم دیکھتے ہو۔ حالانکہ مجھے زہر دیا گیا۔ میں اس دن کے آخر تک سرخ ہو جاؤں گا۔ اس اثنا میں امام علیہ السلام انتقال فرما گئے۔ اپنے ارشاد کے مطابق تیسرے دن کے آخر میں وفات پا گئے۔ آپ کی وفات سنہ ۱۸۳ھ میں ہوئی کل عمر مبارک ۵۴ سال ابو عبداللہ علیہ السلام کے ساتھ۔ بیس سال منفرد بالامامت ۳۴ سال۔

امام رضا علیہ السلام

آپ کے باپ نے آپ کے متعلق نص فرمائی تھی۔ امر اللہ کی انجام دہی میں مصروف ہو گئے۔ اپنے والد ماجد کے منصب کو سنبھالا۔ مومنین نے آپ کی پیروی کی۔ آپ کی والدہ گرامی کا نام یکتم رضی اللہ عنہا تھا۔ روایت ہے۔ ام البنین تھا۔

احمد بن ہاشم روایت کرتے ہیں کہ مجھے ابوابراہیم موسےٰ بن جعفر علیہ السلام نے فرمایا۔ مصر سے ایک تاجر آیا ہوا ہے۔ میرے ساتھ اس کے پاس چلو۔ ہم روانہ ہو گئے۔ آپ نے کئی لونڈیاں دیکھیں۔ لیکن ان میں سے کسی کو پسند نہ کیا۔ فرمایا۔ اس سے دریافت کرو۔ کوئی لونڈی باقی ہے۔ اس نے کہا۔ ایک بیمار لونڈی باقی ہے۔ ہم اس شخص کو چھوڑ کر واپس چلے آئے۔ حضرتؑ نے فرمایا (اب) دوبارہ جاؤ لونڈی کو اس سے خرید لو۔ وہ تم سے (اس کی قیمت) اسّی دینار طلب کرے گا۔ تم ... نہ کرانا۔ میں تاجر (مراد غلام اور لونڈیاں بیچنے والا) کے پاس آیا۔ اس نے وہی بات کی جیسا کہ حضرتؑ نے فرمایا تھا۔ میں نے لونڈی کو خرید لیا۔ تاجر نے مجھے بتایا کہ میں نے اس لونڈی کو منتہائے مغرب سے خرید کیا تھا۔ ایک

اہل کتاب عورت کی میرے ساتھ ملاقات ہو گئی تھی۔ اس نے دریافت کیا کہ اس لونڈی کو کس لیے خریدا ہے۔ میں نے کہا اپنے لیے۔ اس عورت نے کہا۔ اس لونڈی کو تو دنیا کے افضل ترین انسان کے پاس ہونا چاہیے۔ اس کے تھوڑے عرصہ کے بعد ایک ایسا بچہ جنے گی۔ مشرق اور مغرب جس کا دین اختیار کرے گا۔ میں لونڈی کو لے کر امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ تھوڑے عرصہ میں ابوالحسن علی رضا علیہ السلام شکم میں قرار پا گئے۔ اس لونڈی کا اسم گرامی یکتم تھا۔

جفر کا مطالعہ

عباس بن محمد بن حسین نصر بن قابوس سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ میں ابوابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ کا فرزند جو ابھی بچہ تھے۔ گھر میں آتے جاتے تھے۔ میں نے عرض کی علیؑ بھوکے ہیں۔ اس لیے آتے جاتے ہیں۔ فرمایا یہ میرے بڑے فرزند ہیں۔ سب سے زیادہ مجھے محبوب ہیں۔ یہ میرے ساتھ کتاب جفر کا مطالعہ کرتے ہیں۔ کتاب جفر کو نبی اور امام کے سوا اور کوئی نہیں دیکھ سکتا۔

مجھ پر قادر نہیں ہو گا

صفوان بن یحیےٰ سے روایت ہے کہ ابوابراہیم علیہ السلام کے انتقال کے بعد امام رضا علیہ السلام گفتگو (مراد احکام الٰہی کی تبلیغ ہے) فرماتے تھا۔ اور فتوےٰ دیا کرتے تھے۔ ہمیں لوگوں کے متعلق خوف دامن گیر ہوا۔ کہیں آپ کو دشمن قتل نہ کر دیں۔ امامؑ سے کہا گیا کہ آپ نے امر عظیم کا اعلان کر دیا ہے۔ آپ کے متعلق گمراہ اور سرکش ہارون کا ڈر ہے۔ فرمایا۔ اسے اپنی پوری کوشش کرنی چاہیے۔ وہ مجھ پر قادر نہیں ہو گا۔ بعد میں ثقہ ... راویوں کی خبروں سے

معلوم ہوا کہ یحییٰ بن خالد بن برمک نے ہارون سے کہا کہ علی بن موسیٰ نے خلافت کا دعویٰ کر دیا ہے۔ ہارون نے کہا جو کچھ ہم اس کے باپ کے متعلق کر چکے ہیں وہ کافی نہیں ہے۔ تم چاہتے ہو کہ تمام سادات کو قتل کر دیا جائے۔

برامکہ کو بد دعا کرنا

محمد بن فضل سے روایت ہے کہ جب برامکہ نے مصیبتیں برپا کر رکھی تھیں۔ تو میں نے دیکھا، امام رضا علیہ السلام عرفات کے میدان میں دعا مانگ رہے تھے۔ حضرتؑ نے اپنے سر مبارک کو نیچے کیا۔ قریب تھا کہ آپ کی پیشانی مبارک زمین پر لگ جاتی۔ ایک شخص نے آپ کو اشارہ کیا۔ حضرتؑ نے اپنے سر کو بلند فرمایا۔ امامؑ سے اس دعا کا مطلب پوچھا گیا۔ فرمایا۔ برامکہ نے جو قیامت برپا کر رکھی ہے۔ اس کے متعلق میں نے اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں ان کے خلاف بددعا کی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے آج ہی میری دعا قبول کر لی ہے۔ ہم لوٹ کر مدینہ واپس آئے۔ تھوڑے دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ جعفر قتل کیا گیا ہے۔ اس کا باپ اور بھائی قید کیے گئے ہیں۔ ان کے حالات بگڑ گئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے ان کی کوئی تدبیر کارگر نہیں ہونے دی۔ آپس میں لڑ کر فنا ہو گئے۔

چادر بھیج دو

محمد بن مہران سے روایت ہے کہ میں نے امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کو مسجد رسولؐ میں تشریف فرما دیکھا۔ ہارون الرشید خطبہ پڑھ رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا۔ میں اور وہ امام رضا علیہ السلام ایک جگہ دفن ہوں گے۔ اس کے بعد ان میں سے کوئی بھی حج ادا نہیں کرے گا۔

حسن بن علی رشاء سے روایت ہے کہ میں خراسان کی طرف روانہ ہوا۔ میرے

ساتھ چند پوشاکیں اور کچھ سامان تجارت تھا۔ میں مروؔ[۱] کے شہر میں رات کو وارد ہوا۔ میں نے علی بن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے ہاں رات کے وقت جانے میں توقف کیا۔ میری قیام گاہ پر ایک سیاہ غلام جو مدینہ کا رہنے والا معلوم ہوتا تھا۔ وارد ہوا۔ کہنے لگا کہ تمہارے آقا فرماتے ہیں جو تمہارے پاس یمن کی چادر ہے اسے میرے پاس بھیج دو۔ میرا ایک غلام مر گیا ہے۔ میں نے اسے کفنانا ہے میں نے کہا۔ تمہارا آقا کون ہے۔ اس نے کہا۔ علی بن موسیٰ رضاؑ۔ میں نے کہا۔ میرے پاس یمن کی چادر ہے نہ کوئی اور لباس۔ جو کچھ تھا میں نے راستہ میں فروخت کر دیا ہے۔ وہ چلا گیا۔ پھر آ کر کہا کہ امامؑ فرماتے ہیں کہ تمہارے پاس یمنی چادر پہلے سے بقایا موجود ہے۔ میں نے کہا۔ مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ پھر وہ تیسری مرتبہ آ کر کہنے لگا کہ امامؑ فرماتے ہیں کہ فلاں صندوق میں موجود ہے۔ میں نے اپنے دل میں سوچا اگر یہ بات درست ہے تو حضرتؑ کی حقانیت پر واضح دلیل ہے۔ میری لڑکی نے مجھے ایک یمن کی چادر دی تھی کہ میں اس کو فروخت کر کے اس کی خاطر فیروزے اور قناری وار کمبل خراسان سے خرید کر لے جاؤں۔ اس بات کو میں بھول گیا تھا۔ میں نے اپنے نوکر سے کہا۔ مذکورہ صندوق لے آؤ۔ نوکر میرے پاس اس کو لے آیا۔ میں نے اس کو کھولا تو اس میں چادر کپڑے میں لپٹی ہوئی موجود تھی۔ میں نے چادر امام علیہ السلام کی خدمت میں بھیج دی۔ اور کہلا بھیجا کہ میں اس کی قیمت

---

[۱] ایران کا پہلا صدر مقام مرو تھا۔ جب امام علیہ السلام کو ۲۹ سال کی عمر میں مدینہ رسولؐ سے طلب کیا گیا تھا تو سب سے پہلے امام علیہ السلام مرو میں تشریف لائے تھے۔ طہران سے بذریعہ لاری بغداد جاتے ہوئے مرو راستے میں پڑتا ہے۔ پہاڑوں کے دامن میں بے حد خوب صورت شہر ہے جون اور جولائی ۱۹۶۱ء میں میں نے دو مرتبہ اس شہر کو دیکھا ہے۔ ۱۲ منہ

وصول نہیں کروں گا۔ غلام نے آکر کہا، امامؑ فرماتے ہیں کہ اس چیز کا ہدیہ دیتے ہو۔
جو تمہاری ملکیت میں نہیں ہے۔ یہ چادر تمہاری فلاں بیٹی نے دی تھی۔ اس نے
تمہیں کہا تھا کہ اس کو بیچ کر اس کے عوض اس کی خاطر کچھ فیروزے اور دھاری دار
کمبل لے جائیں۔ اس قیمت سے اس کی مطلوبہ چیزیں خرید لے۔

امام نے غلام کے ہاتھ چادر کے برابر خراسانی رقم روانہ کر دی تھی۔ اس چیز
کا مجھے بہت تعجب ہوا۔ میں نے کہا، خدا کی قسم میں ان چند مسائل کو ضرور تحریر کروں
گا جن کے متعلق مجھے شک ہے اور میں ان مسائل کے ذریعے آپ کا امتحان لونگا۔
جو آپ کے باپ سے دریافت کر چکا ہوں۔ میں نے ان مسائل کو لکھ کر ایک ڈبیہ میں
بند کر کے آستین کے اندر ڈبیا کو رکھ دیا۔ حضرتؑ کے دروازے کی طرف روانہ ہوا۔
میرے ساتھ میرا ایک ساتھی تھا جو میرا مخالف تھا۔ وہ اس حقیقت کو نہیں جانتا تھا۔
جب امامؑ کے دروازے پر پہنچا تو وہاں عرب جرنیل اور سپاہی سب قسم کے لوگ
خدمت میں حاضر تھے۔ میں گھر کے ایک کونے میں بیٹھ گیا۔ دل میں سوچ رہا تھا میری
باری کب آئے گی۔ میں متفکر تھا۔ مجھے بیٹھے بیٹھے ہوئے دیر ہو گئی تھی۔ میں واپس جانے
کا ارادہ کر رہا تھا۔ نوکر اندر سے نکلا۔ اور لوگوں کے چہروں کو غور سے دیکھ رہا تھا۔
اور کہہ رہا تھا۔ الیاس فسوی کی بیٹی کا فرزند کہاں ہے؟ حسن بن علی اس نام سے
مشہور ہے، میں نے کہا "میں ہوں" اس نوکر نے اپنی آستین سے ایک ڈبیہ نکالی۔
میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا، یہ تیرے مسائل کا جواب ہے اور ان کی تفسیر ہے
میں نے ڈبیہ کو کھولا، تو اس میں وہی مسائل تھے جو میری آستین میں تھے۔ ان کے
جوابات تھے اور ان کی تفسیر تھی، میں نے کہا، میں اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولؐ کو
اپنے نفس پر گواہ کر کے کہتا ہوں (اے میرے آقا) آپ حجت اللہ ہیں۔ میں اللہ
تعالےٰ سے مغفرت چاہتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔ میں وہاں سے اٹھا۔ میرے
ساتھی نے کہا۔ کہاں جلدی جا رہے ہو۔ میں نے کہا، میرا اس وقت مقصد پورا ہو گیا
ہے۔ ملاقات کے لیے پھر حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔

واہ میرے مولا تیری شان

روایت ہے کہ مامون کا ایک معتبر غلام تھا جو صبیح دیلمی کے نام سے مشہور تھا۔
وہ امام رضا علیہ السلام کی ولایت کا قائل تھا۔ ہرثمہ بن اعین اس سے روایت
کرتے ہیں ہرثمہ کا بیان ہے کہ صبیح نے مجھے کہا (اے ہرثمہ) کیا تمہیں معلوم نہیں
ہے کہ میں ظاہر اور باطن دونوں حالتوں میں ائمہ کا معتقد ہوں، میں نے کہا۔ ہاں۔
اس نے کہا، اے ہرثمہ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ مامون نے رات کے پہلے تیسرے
حصے میں مجھے اور اپنے ایک معتبر غلام کو بلایا، ہم مامون کے پاس حاضر ہو گئے۔
شمعوں کی کثرت سے رات دن معلوم ہوتی تھی۔ مامون کے سامنے چند زہر آلودہ
تلواریں برہنہ پڑی تھیں، مامون نے چند معتبر اور غلام طلب کیے۔ ہم میں سے
ہر ایک سے فرداً فرداً عہد و پیماں لیا۔ ہمارے سوا اور کوئی موجود نہ تھا کہا اس
عہد و پیماں کو پورا کرنا تم پر فرض ہے۔ میں نے جو تمہیں حکم دیا ہے۔ اس کو ضرور
پورا کرنا۔ سرِ مو اس کی مخالفت نہ کرنا۔ ہم نے عرض کی۔ ہاں! ضرور ایسا ہو گا۔ تم
میں سے ہر آدمی ایک تلوار ان تلواروں سے اپنے ہاتھ میں لے لے۔ روانہ ہو
جائے۔ علی بن موسیٰؑ کے حجرے میں داخل ہو جائے۔ اگر وہ تمہیں کھڑے ہوئے یا
بیٹھے ہوئے (خواہ کسی حالت میں) ملیں کوئی بات نہ کرنا۔ تلواروں سے آپ پر
ٹوٹ پڑنا۔ اتنا مارنا کہ آپ کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ جب تمہارا دل ٹھنڈا ہو
جائے تو آپ کے گوشت کو آپ کے خون اور ہڈیوں میں مخلوط کر دینا۔ آپ کی
دری آپ کے اوپر ڈال دینا۔ اپنی تلواروں کو صاف کر لینا۔ پھر میرے پاس
چلے آنا۔ میں نے تم میں سے ہر ایک کے لیے سونے چاندی کی دس دس تھیلیاں
اور دس دس بہترین جاگیریں مقرر کر رکھی ہیں۔ جب تک میں زندہ اور باقی
رہوں گا تمہارے لیے میرا تقرب اور فیض جاری رہے گا۔ ہم تلواریں لے کر
حضرت کے پاس آپ کے کمرے کے اندر چلے گئے۔ آپ لیٹے ہوئے تھے۔ اپنی

آنکھ اور ہاتھ کو گردش دے رہے تھے۔ ایسا کلام بیان فرما رہے تھے جس کو ہم سمجھ نہ سکے۔ نوکر تلواریں لے کر آپ پر لوٹ پڑے، میں نے تلوار کو ایک کونے میں رکھ دیا، میں کھڑا ہو کر امام علیہ السلام کی حالت کو دیکھتا رہا۔ نوکروں نے ماموں کے حکم کی پوری پوری تعمیل کی۔ پھر انہوں نے آپ کی دری کو آپ کے اوپر ڈال دیا، تلواریں صاف کر کے ماموں کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ ماموں نے کہا، میرا گمان تھا کہ آگے چل کر تم کہو گے۔ ہم آپ پر تلواریں نہیں چلاتے۔ میں امامؑ کی طرف پہل نہیں کرتا، تم میں سب سے پہلے جلدی کس نے تلوار چلائی تھی۔ انہوں نے کہا، صبیح دیلمی نے۔ ماموں نے کہا جو ہو چکا ہے جو کچھ تم کر چکے ہو، اس بات کا ذکر کسی سے نہ کرنا۔ ورنہ میرے نزدیک تمہارا مرتبہ گر جائے گا۔ تم جلدی ہلاک کر دیے جاؤ گے۔ آخرت اور دنیا دونوں میں گھاٹے میں رہو گے۔ صبح سویرے ماموں سر کھلے اپنے دربار میں آ کر بیٹھ گیا، حضرتؑ کی وفات کا اعلان کر دیا، تعزیت لینے کی خاطر بیٹھ گیا۔ لوگوں کے آنے سے پہلے ننگے پاؤں کھڑا ہو کر امام علیہ السلام کے کمرے کی طرف روانہ ہوا، تاکہ حقیقت حال کا مشاہدہ کرے، میں ماموں کے ساتھ ساتھ تھا۔ جب حضرتؑ کے گھر کی طرف جلدی جلدی دوڑا، میں نے جا کر دیکھا، میرے آقا امام رضا علیہ السلام اپنے کمرے میں تشریف فرما تھے۔ تسبیح پڑھ رہے تھے۔ ماموں کانپ اٹھا اور شرمسار ہوا۔ امامؑ نے فرمایا۔ تم نے میرے ساتھ بے وفائی کی ہے، خدا تم پر لعنت کرے۔ حضرتؑ ان لوگوں کو چھوڑ کر میری طرف مخاطب ہوئے۔ فرمایا۔ "اے صبیح" میں نے عرض کی "حاضر ہوں اے میرے آقا" میری وجہ سے گر پڑے ہو۔ فرمایا، اٹھو اللہ تعالےٰ تمہیں عزت دے گا، ماموں سے کہہ دو۔ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں، اللہ تعالےٰ اپنے نور کو تمام کر کے ہی رہے گا۔ اگرچہ کافر چین بجبین ہوتے رہیں۔ پھر میں ماموں کے پاس واپس لوٹا۔ اس کا چہرہ کالی رات کی مانند سیاہ تھا۔ کہا۔ "اے صبیح" کیا حال ہے، میں نے عرض کی، اے امیر المومنین، میں نے امامؑ کو محراب میں عبادت

میں بیٹھا ہوا پایا ہے۔ مجھے میرا نام لے کر پکارا تھا اور مجھے یہ بات بیان فرمائی تھی۔ پھر ماموں نے لباس کو پہنا۔ کہا کہنا کہ امام رضا علیہ السلام کو غشی آ گئی تھی۔ اب غشی سے آفاقہ ہو گیا ہے۔

ہرثمہ کا بیان ہے کہ میں نے اللہ تعالےٰ کا بہت بہت حمد اور شکر ادا کیا۔ آقا رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب مجھے دیکھا تو فرمایا۔ اے ہرثمہ جو کچھ تمہیں صبیح دیلمی نے بتایا، وہ کسی کو نہ بتانا۔ ہاں جس کے دل کا امتحان اللہ نے ہماری محبت اور ولایت کے ساتھ لے لیا ہو، اس کو آگاہ کرنا، میں نے عرض کی، "ہاں میرے آقا" فرمایا۔ اے ہرثمہ ان کا کوئی مکر مجھے نقصان نہیں دے سکتا۔

اپنی موت کی خبر دینا

زید بن محمد قمی عبداللہ بن جعفر ہلالی سے روایت کرتے ہیں کہ میں ہرثمہ اعین اور تمام لوگوں کے ساتھ تھا جو ماموں اور میرے آقا امام رضا علیہ السلام کے ساتھ مرو سے طوس کی طرف روانہ ہوئے تھے، میں امام رضا علیہ السلام کی وفات، غسل اور کفن کے وقت موجود تھا۔ جو واقعات اس دوران میں گزرے تھے۔ ان سب کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا، ہرثمہ کا بیان ہے کہ میں ایک رات ماموں کے پاس بیٹھا تھا۔ چار گھنٹے رات گزر گئی تھی۔ چار گھنٹے گزرنے کے بعد (گھر پہ سویا ہوا تھا) میرے دروازے کو کسی انسان نے کھٹکھٹایا۔ میرے نوکر نے اس سے وجہ دریافت کی تو اس نے کہا کہ ہرثمہ سے کہو۔ ہمارے آقا امام رضا علیہ السلام بلاتے ہیں۔ میں جلدی جلدی اٹھا کپڑے پہن کر جلد امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، میرے آگے ایک اور غلام داخل ہوا۔ میں اس کے پیچھے اندر داخل ہوا۔ میرے آقا رضا علیہ السلام گھر کے صحن میں تشریف فرما تھے۔ مجھے فرمایا۔ "اے ہرثمہ" میں نے عرض کی۔ اے میرے آقا و سردار۔ فرمایا۔ بیٹھو اور سنو میں اللہ تعالےٰ کی طرف کوچ

کرنے والا ہوں۔ میری ملاقات میرے آبا ر طاہرین علیہم السلام اور اپنے نانا رسول اللہ سے ہونے والی ہے۔ کتاب اپنے وقت کو پہنچ گئی ہے۔ اس سرکش نے عزم کر لیا ہے کہ مجھے انگور اور انار میں ملا کر زہر دے۔ "تاگے کو زہر میں ڈبو کر انگور میں داخل کرے گا۔ تاکہ زہر مخفی رہے۔ شگافتہ انار میں زہر کو مخلوط کرے گا۔ اس سے اگلے روز مجھے بلائے گا۔ میرے آگے انگور اور انار رکھے گا، اور مجھے کہے گا، اس کو کھاؤ۔ میں تناول کروں گا۔ پھر اللہ تعالے کا حکم نافذ ہو جائے گا۔ قضا تمام ہو جائے گی۔

جب میں مر جاؤں گا تو ماموں کہے گا۔ میں اس کو اپنے ہاتھ سے غسل دیتا ہوں جب یہ بات کہے تو اس سے کہنا اور میں اسے (پہلے) کہہ چکا ہوں کہ وہ میرے غسل کفن اور دفن کے بارے میں تعرض نہ کرے۔ اگر اس نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ کا دیر میں آنے والے عذاب اسی وقت نازل ہو جائے گا۔ جس دردناک تکلیف سے ڈرتا ہے۔ وہ نازل ہو جائے گی۔ (اس صورت میں) وہ اس بات سے باز آجائے گا۔ میں نے عرض کی ہاں اے میرے آقا۔ فرمایا۔ جب تمہارے درمیان اور میرے درمیان علیحدگی ہو جائے۔ بلند جگہ سے میرے غسل کی جگہ کو دیکھتے رہنا۔ میرے غسل کے متعلق کسی چیز کے درپے نہ ہونا۔ حتیٰ کہ تم دیکھو گے کہ سفید خیمہ گھر کے کونے میں نصب کر دیا گیا ہے۔ جب تم یہ بات دیکھو تو تم مجھے میرے کپڑوں میں لپیٹ دینا۔ خیمہ کو نہ کھولنا۔ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ ایک شخص تمہارے پاس آکر کہے گا۔

اے ہرثمہ تمہارا خیال نہیں تھا کہ امامؑ کو اس جیسا امامؑ ہی غسل دیتا ہے۔ علی بن موسےٰؑ کو کون غسل دے گا۔ اس کا بیٹا محمد تقیؑ مدینہ میں ہے اور ہم لوگ طوس میں ہیں۔

امام رضا علیہ السلام طوس میں فوت ہو چکے ہیں۔ جب تم سے یہ بات کہے تو اس کی خدمت میں عرض کر دینا۔ جس شخص کا آپ نے ذکر کیا ہے۔ اس

کے سوا آپ کو کوئی غسل نہیں دے گا۔ جب خیمہ اٹھا دیا جائے گا تو مجھے تم میرے کفن میں ملفوف پاؤ گے۔ مجھے میرے تابوت میں رکھ دینا اور مجھے اٹھا لینا ماموں جب میری قبر کو کھودنے کا ارادہ کرے۔ وہ اپنے باپ ہارون کی قبر کو میری قبر کا قبلہ قرار دے گا۔ لیکن یہ بات ہرگز نہیں ہوگی۔ خدا کی قسم جب وہ کدال کو زمین پر ماریں گے۔ وہ زمین سے اچٹ جائے گی۔ ناخن کے تراشے کے برابر تک کوئی چیز نہ کھود سکیں گے اگر وہ کوشش کریں تو میری طرف سے ان کو کہہ دینا کہ مجھے (میرے آقا نے حکم دیا تھا کہ میں ہارون کے قبلہ کی جانب صرف ایک کدال زمین پر ماروں جب تم ایسا کرو گے تو ایک کھدی ہوئی قبر کو پاؤ گے جس کے وسط میں ایک ضریح ہوگی۔ جب قبر کھد جائے تو مجھے اس میں نہ اتارنا حتیٰ کہ ضریح سے سفید پانی جاری ہو جائے اور اس سے قبر زمین تک بھر جائے۔ پھر اس سے ایک مضطرب مچھلی نکلے گی۔ پھر بھی مجھے قبر میں نہ اتارنا جب مچھلی غائب ہو جائے اور پانی خشک ہو جائے تو مجھے قبر میں اتار دینا۔ ان لوگوں کو میری قبر پر مٹی ڈالنے کے لیے نہ بلانا۔ قبر خود بخود مل جائے گی اور درست ہو جائے گی۔

میں نے عرض کی۔ ہاں، اے میرے آقا" فرمایا (دیکھو) میں نے جو عہد تم سے لیا ہے اس کو یاد رکھنا۔ اس پر عمل کرنا۔ اس کی مخالفت نہ کرنا۔ میں نے عرض کی۔ اللہ تعالے کی پناہ میں آقا کے حکم کی مخالفت کروں۔ ہرثمہ نے کہا میں امام علیہ السلام کے ہاں سے روتا ہوا اور غمگین حالت میں ایسے نکلا جیسے دانہ تپتے توے پر تڑپتا ہے۔ میرے دل کی کیفیت اللہ تعالے کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ماموں نے مجھے بلایا۔ میں ماموں کے پاس گیا۔ اور دن چڑھنے تک اس کے پاس ٹھہرا رہا۔ کہا اے ہرثمہ ابوالحسن علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ اور میری طرف سے سلام عرض کرو اور کہو کہ ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوں یا آپ تشریف لائیں گے۔ اگر تم سے آپ یہ فرمائیں کہ میں خود آتا ہوں تو تم کہنا۔ آپ میرے

پاس تشریف لے آئیں۔ ہرثمہ نے کہا، میں حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اپنے آقا کو تمام واقعہ کی اطلاع دی۔ فرمایا۔ اے ہرثمہ میں نے جس بات کی تم سے وصیت کی تھی، تم سے اسے محفوظ رکھنے کے متعلق نہیں کہا تھا۔ میں نے عرض کی "ہاں" فرمایا۔ میرا جوتا آگے کرو۔ مجھے معلوم ہے تمہیں کیوں بھیجا ہے۔ میں نے جوتے کو آگے بڑھا دیا۔ امام علیہ السلام ماموں کی طرف روانہ ہوئے۔ جب آپ مجلس میں داخل ہوئے۔ تو آپ کی خاطر ماموں کھڑا ہو گیا۔ حضرتؑ سے معانقہ کیا، آپ کی دونوں آنکھوں پر بوسہ دیا۔ اپنے پہلو میں تخت پر بٹھایا، آپ سے بڑی دیر تک باتوں میں مشغول ہو گیا۔ ایک نوکر سے کہا۔ انگور اور انار لاؤ۔ ہرثمہ نے کہا۔ جب میں نے یہ بات سنی تو صبر نہ کر سکا۔ میں نے اپنے جسم کو گھٹتے پایا۔ مجھے اچھا معلوم نہیں ہوتا تھا کہ یہ بات مجھ سے ظاہر ہو جائے۔ میں اُلٹے پاؤں واپس چل کر باہر نکلا۔ میں نے اپنے آپ کو گھر کے ایک حصّے میں گرا دیا۔ سورج کے زوال کے قریب مجھے اپنے آقا امام علیہ السلام کا خیال پیدا ہوا۔ آپ ماموں کے ہاں سے لوٹ کر اپنے گھر تشریف لے جا چکے تھے۔ میں نے دیکھا کہ ماموں نے اطبا کو حاضر ہونے کا حکم دیا تھا۔ میں نے کہا، یہ کیا ہو گیا ہے کہا گیا۔ کہ امام رضا علیہ السلام کو تکلیف لاحق ہو گئی ہو۔ لوگوں کو اس بات کا شبہ تھا۔ لیکن مجھے یقین تھا۔ کیونکہ میں اس بات کو امام علیہ السلام سے سن چکا تھا۔ رات کے دوسرے حصّے میں چیخوں اور واویلے کی آوازیں بلند ہوئیں۔ میں نے آپ کے گھر سے چیخ و پکار کی آواز سنی۔ دوڑنے والوں کے ساتھ میں بھی دوڑا۔ ہم کیا دیکھتے ہیں کہ ماموں سر کھلے امامؑ کے قدموں کی جانب کھڑا تھا ہے۔ نوحہ و بکا کر رہا تھا۔ لوگوں کے ساتھ میں کھڑا رہا۔ میں محسوس کرتا تھا، کہ قریب ہے کہ میری روح نکل جائے گی۔ صبح ہو گئی۔ ماموں تعزیت کے لیے بیٹھ گیا۔ ہرثمہ نے کہا۔ ماموں اسی جگہ چلا گیا۔ جہاں ہمارے آقا امام رضا علیہ السلام تھے۔ ماموں نے کہا، جگہ کو درست کرو۔ میں آپ کو غسل دیتا ہوں۔ میں ماموں کے قریب ہو گیا۔ میں نے کہا۔ اے امیر المومنینؑ علیحدگی چاہتا ہوں۔ وہ علیحدگی

میں ہو گیا۔ میں نے غسل، کفن اور دفن کے متعلق اپنے آقا رضا علیہ السلام کے فرمان کو دہرایا۔ فرمایا! اے ہرثمہ میں دخل نہیں دوں گا۔ جیسا تمہاری مرضی ہو کرو۔ میں بیٹھا رہا۔ میں نے سفید خیمے کو دیکھا کہ میرے سامنے گھر میں نصب ہو گیا۔ میں تکبیر و تحلیل کی آواز، برتنوں کی اُلٹ پلٹ اور پانی کے ڈالنے کی آواز سن رہا تھا۔ میں ایسی خوشبو سونگھ رہا تھا۔ جس کی مانند میں نے آج تک نہیں سونگھی تھی۔ ہرثمہ نے کہا کہ ماموں نے اپنے گھر کی چھت پر چڑھ کر کہا، ہرثمہ تم کہتے تھے کہ امامؑ کو غسل امامؑ ہی دیتا ہے۔ آپ کے بیٹے محمدؑ کہاں ہیں؟ وہ اس وقت مدینہ میں ہیں۔ امام رضا علیہ السلام طوس کی سرزمین خراسان میں موجود ہیں۔ ہرثمہ نے کہا۔ میں نے ماموں سے کہا جس کا میں نے ذکر کیا تھا۔ وہی آپ کو غسل دے گا۔ ماموں یہ سن کر چپ ہو گیا۔ خیمہ اُٹھا دیا گیا۔ میرے آقا امام علیہ السلام اپنے کفن میں ملفوف تھے۔ میں نے آپ کو آپ کے تابوت میں رکھا۔ پھر ہم نے آپ کو اٹھایا۔ ماموں اور لوگوں نے آپ پر نماز جنازہ پڑھی۔ ہم آپ کو اٹھا کر آپ کی قبر کی جگہ کی طرف لے آئے۔ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ ہارون رشید کی قبر کی اوپر والی جانب کدالوں سے زمین کھود رہے تھے۔ تاکہ ہارون کی قبر کو آپ کی قبر کا قبلہ قرار دیں۔ کدالیں زمین سے اُچٹ جاتی تھیں۔ زمین سے کوئی چیز نہ کھود سکے۔ ماموں نے کہا۔ اے ہرثمہ تم پر افسوس ہے تم نہیں دیکھتے کہ زمین آپ کی قبر کھودنے میں رکاوٹ پیدا کر رہی ہے۔ میں نے عرض کی۔ اے امیر المومنین امام رضا علیہ السلام نے مجھے فرمایا تھا کہ میں صرف ایک کدال آپ کے باپ کی قبر کے قبلہ کی طرف ماروں۔ اور کوئی نہ ایسا کرے۔ ماموں نے کہا۔ اے ہرثمہ اگر تم کدال مارو گے تو پھر کیا ہو جائے گا۔ میں نے کہا مجھے امامؑ نے آگاہ کیا تھا کہ تمہارے باپ کی قبر آپ کا قبلہ نہ قرار پائے۔ جب میں ایک کدال ماروں گا تو میں کھدی قبر کو جو کسی اور نے کھودی ہو گی موجود پاؤں گا۔ ضریح قبر کے وسط میں موجود ہو گی ماموں نے کہا۔ سبحان اللہ کس قدر عجیب بات ہے۔ ابوالحسنؑ سے یہ بات عجیب نہیں

تم کدال مارو اور دیکھو۔ میں نے ہارون کی قبر کے قبلہ کی جانب کدال کو مارا۔ کھدی ہوئی قبر نمودار ہوئی۔ ضریح اس کے درمیان موجود تھی۔ لوگ دیکھ رہے تھے، مامون نے کہا اے ہرثمہ آپ کو قبر میں اتارو۔ میں نے کہا، مجھے امام رضا علیہ السلام نے حکم دیا تھا کہ میں آپ کو قبر میں اس وقت تک نہ اتاروں، جب تک اس قبر کی زمین سے پانی جاری نہ ہو جائے اور اس میں ایک مچھلی ہوگی۔ جب مچھلی گم ہو جائے اور پانی خشک ہو جائے تو اس وقت میں آپ کو قبر کی ایک طرف رکھ کہ آپ کی لحد سے الگ ہو جاؤں۔ مامون نے کہا: اے ہرثمہ" پھر جیسا تمہیں حکم دیا گیا ہے، ویسا کرو۔ ہرثمہ نے کہا، میں پانی اور مچھلی کے ظہور کا منتظر تھا۔ پانی ظاہر ہوا۔ مچھلی پھڑکنے لگی (پھر) پانی غائب ہو گیا۔ لوگ یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے، میں نے تابوت کو قبر کی ایک جانب رکھ دیا۔ اور تابوت پہ ایک سفید سنجاف پڑا ہوا تھا۔ جس کو کسی نے نہیں کھولا تھا، امام علیہ السلام کسی کا ہاتھ لگائے بغیر اپنی قبر میں اتارے گئے، مامون حاضر ہوا۔ اور لوگوں سے اشارہ کیا کہ اپنے ہاتھوں سے قبر میں مٹی ڈالیں۔ میں نے کہا۔ ایسا نہ کرو۔ مامون نے کہا۔ اے ہرثمہ تم پر افسوس ہے۔ قبر کو کون پُر کرے گا۔ میں نے کہا۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ آپ پر مٹی نہ ڈالی جائے۔ قبر خود بخود پُر ہو جائے گی اور خود بخود منطبق ہو کر چوکور صورت میں زمین پر بن جائے گی، مامون نے لوگوں کو رک جانے کا اشارہ کیا۔ جو مٹی ان کے ہاتھ میں تھی۔ اس کو انہوں نے پھینک دیا۔ قبر خود مٹی سے پُر ہو گئی۔ منطبق ہو گئی اور چوکور شکل میں بن گئی۔ مامون اور ہم لوگ وہاں سے چل دیے، مامون نے مجھے بلایا اور الگ جگہ بٹھا کر کہا۔ اے ہرثمہ خدا کی قسم مجھے سچ سچ بتانا۔ جو باتیں امامؑ نے تجھے بتائی تھیں اور تم نے ان کا میرے سے ذکر کیا ہے، ان کے علاوہ بھی امامؑ نے تمہیں بتایا تھا۔ میں نے کہا اے امیر المومنین آپ کیا دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ اس نے کہا۔ اے ہرثمہ ان باتوں کے علاوہ بھی تمہیں کوئی راز کی بات بتائی تھی، میں نے کہا۔ ہاں۔ اس نے کہا وہ کیا بات ہے۔ میں نے کہا۔ انگور اور انار والی بات بھی بتائی تھی (یہ سن کر)

مامون نے رنگ بدلنے شروع کیے۔ کبھی اس کا رنگ زرد ہو جاتا تھا۔ کبھی سرخ اور کبھی سیاہ۔ پھر اس نے لمبا سانس لیا۔ گویا کہ اس پر غشی طاری ہو گئی تھی، غشی کی حالت میں کہتا تھا۔ اللہ تعالےٰ کی جانب سے مامون کے لیے ہلاکت ہے۔ محمد رسولؐ اللہ کی جانب سے مامون کے لیے ہلاکت ہے۔ امیر المومنینؑ علی ولی اللہ کی طرف سے مامون کے لیے ہلاکت ہے، فاطمہ سلام اللہ علیہا، حسنؑ، حسینؑ، علیؑ بن حسینؑ، محمد بن علیؑ، جعفر بن محمدؑ اور موسےٰؑ بن جعفرؑ کی جانب سے بھی مامون کے لیے ہلاکت ہے خدا کی قسم یہ بہت بڑا نقصان ہے۔ جو حق ہے یہ کہتا تھا اور مکرر اس کو دہراتا تھا۔ جب میں نے دیکھا کہ اس بات کو کہتے کہتے مامون نے بہت طول دے دیا ہے، تو میں واپس لوٹ کر اپنے گھر کے ایک کونہ میں بیٹھ گیا، ہرثمہ نے کہا، مامون بیٹھ گیا۔ اور مجھے بلایا، میں مامون کی خدمت میں گیا، وہ مدہوش کی طرح بیٹھا تھا۔ مجھے کہا، خدا کی قسم تم علی رضا علیہ السلام سے زیادہ مجھے عزیز نہیں ہو۔ اور نہ روئے زمین کی کوئی چیز مجھے علی رضا علیہ السلام سے زیادہ پیاری ہے۔ اگر مجھے پتہ چلا کہ جو بات تمہیں امام علیہ السلام نے بتائی تھی، تم اس کا ذکر لوگوں میں کرتے ہو۔ اور اس کو روایت کرتے ہو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو تمہارا ہلاک کر دینا، میرے لیے بہت آسان ہوگا، یہ بات (افشائے راز) ہرگز نہیں ہونی چاہیے۔ ہرثمہ نے کہا اے امیر المومنین اگر یہ بات میری طرف سے ظاہر ہو تو میرا خون بہانا آپ کے لیے حلال ہے۔ مامون نے کہا، خدا کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ جب تک تم میرے ساتھ اس بات کا پورا عہد و پیماں نہ کرو گے کہ تم اس راز کو پوشیدہ رکھو گے۔ اور کسی پر ظاہر نہ کرو گے۔ ہرثمہ نے کہا کہ مامون نے میرے سے عہد و پیمان لیا اور ان دونوں باتوں پہ مجھے پکا کیا۔ ہرثمہ نے کہا، جب میں مامون سے واپس لوٹا تو وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو ہلاتا تھا اور میں نے سنا (یہ آیت) تلاوت کرتا تھا۔ یستخفون من الناس ولا یستخفون من اللہ وھو معھم اذ یُبَیِّتُوْن مالا یرضیٰ من القول وکان اللہ بما یعملون محیطا۔ لوگوں سے بات چھپاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپا سکتے۔ جہاں بھی رات بسر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہوتا ہے وہ ذرا سی بری بات پر راضی نہیں ہوتا۔ جو کام کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس پر محیط ہے۔

اس روایت کو کتاب الانوار میں حسین حمدان نے روایت کیا ہے کہ امام علیہ السلام کا انتقال ۲۰۲ھ میں ہوا۔ آپ کی ولادت ۱۵۳ھ میں امام جعفرؑ صادق کے انتقال کے پانچ سال بعد ہوئی۔ والد کے انتقال کے وقت آپ کی عمر ۴۹ سال چند ماہ تھی۔

امام محمد تقی علیہ السلام

آپ کی امامت کے متعلق آپ کے باپ نے نص فرمائی تھی۔ آپ کو ابو جعفرؑ ثانی بھی کہتے ہیں۔ آپ اپنے باپ کے منصب پر فائز ہوئے۔ امر اللہ کی انجام دہی میں مصروف ہو گئے۔ مومنین نے آپ کی پیروی کی والدہ گرامی کا نام سبیکہ تھا۔ اپنے زمانے میں تمام عورتوں سے افضل ترین عورت تھی۔ آپ کی ولادت بروز جمعہ ۱۹ ماہ رمضان ۱۹۵ھ میں ہوئی۔ آپ کی ولادت اپنے آباء طاہرین علیہم السلام کی ولادت کی طرح تھی۔

کلثم بن عمران سے روایت ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ آپ کو فرزند عطا کرے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا مجھے ایک ہی فرزند عطا کیا جائے گا۔ جو میرا وارث ہو گا۔ جب ابو جعفر علیہ السلام پیدا ہوئے تو امام رضا علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ میرا ایک فرزند پیدا ہوا ہے جو موسیٰ بن عمران کے مشابہ ہے جو سمندر کو شگافتہ کرنے والے ہیں اور شبیہ عیسیٰؑ بن مریم ہیں۔ آپ کی والدہ نے آپ کو پاکیزہ جنا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا۔ آپ ناحق قتل کر دیے جائیں گے۔ زمین اور آسمان کے ساکنان آپ پر روئیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے دشمن اور آپ پر ظلم کرنے والے پر ناراض ہو گا۔ تھوڑے عرصے کے اندر اللہ تعالیٰ اس پر عذاب نازل کرے گا اور اس کو سخت عذاب دیگا۔

آپ تمام رات جھولے میں میٹھی میٹھی باتیں کرتے تھے۔

احمد نام رکھنا

صفوان بن یحییٰ سے روایت ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ابو جعفرؑ عطا نہیں کیا تھا تو ہم آپ سے آپ کے بعد ہونے والے امام کے متعلق سوال کرتے تھے فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایک فرزند عطا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرزند بھی عطا کر دیا ہے اور ہماری آنکھوں کو ٹھنڈا کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس وقت وہ امام نہیں دکھایا اگر کوئی حادثہ پیش آجائے تو ہم کس کے پاس پناہ حاصل کریں۔ آپ نے ابو جعفر علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا۔ آپ حضرتؑ کے سامنے کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کی میں آپ پر قربان ہو جاؤں۔ یہ تو ابھی تین سال کے ہیں۔ فرمایا یہ بات ابو جعفرؑ کے لیے ضرر رساں نہیں ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام جب اللہ تعالیٰ کی حجت لے کر کھڑے ہوئے تھے۔ تو وہ صرف دو سال کے تھے۔ امام رضا علیہ السلام کے انتقال کے وقت امام محمد تقی علیہ السلام کا سن سات سال کا تھا۔ بغداد اور دوسرے شہروں میں اس بات کا اختلاف رونما ہو گیا۔ (اب امام کون ہو گا) ریان بن صلت صفوان بن یحییٰ، محمد بن حکیم، عبدالاصحن بن حجاج، یونس بن عبدالرحمٰن اور دوسرے معتبر اور روسائے شیعہ کی ایک جماعت عبدالرحمٰن بن حجاج کے گھر میں ایک شیریں تالاب پر جمع ہوئی۔ یہ لوگ رو رہے تھے۔ مصیبت کی وجہ سے کرب اور بے چینی میں مبتلا تھے۔ یونس بن عبدالرحمٰن نے کہا، رونا وغیرہ چھوڑو۔ خلافت کا وارث کون ہو گا۔ جب تک ابو جعفر علیہ السلام بڑے نہ ہوں، ہم مسائل کی خاطر کس کی طرف رجوع کریں گے۔ ریان بن صلت اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اپنے ہاتھوں کو اپنے حلق پر رکھ کر اس کو طمانچے مارتے ہوئے کہنے لگا۔ (اے یونس!) ہم سے اپنے آپ کو ایماندار کہتے ہو پیت

میں شرک اور شک پوشیدہ کر رکھا ہے۔ اگر امام محمد تقی اللہ کے حکم سے امام
ہیں۔ اگر آپ ایک دن کے بھی ہوں تو وہ بڑے عالم اور اس سے بھی بڑی
منزلت کے ہوں گے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے امام مقرر نہیں ہیں۔ تو اگرچہ
وہ ہزار سال کے کیوں نہ ہوں، وہ ایک عام آدمی کی مانند ہوں گے۔ اس معاملہ
میں فکر کرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ ایک گروہ یونس کے پاس آکر اس کو
سخت سست کہتا تھا۔ حج کا زمانہ تھا بغداد اور دوسرے علاقوں کے فقہاء
اور علماء جن کی تعداد اسی تھی، جمع ہوئے۔ حج کی طرف روانہ ہوئے (حج ادا کرنے
کے بعد) مدینہ میں چلے گئے۔ تاکہ ابو جعفر امام محمد تقی علیہ السلام کو دیکھیں۔ جب
مدینہ میں وارد ہوئے تو امام محمد تقی علیہ السلام کے گھر پر حاضر ہوئے۔ گھر کھلا ہوا
تھا، اس کے اندر داخل ہو گئے، ایک بڑی دری پر بیٹھ گئے۔ عبدالرحمٰن بن موسیٰ
ان کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ یہ (حضرت کا چچا عبداللہ) فرزند رسول اللہ ہیں۔
جو شخص سوال کرنا چاہے۔ کرے۔ آپ سے چند چیزیں دریافت کی گئیں۔ اس
نے غلط جواب دیا۔ شیعوں پر غم اور حیرانی طاری ہو گئی۔ فقہا پریشان ہو گئے۔
اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ واپس چلے جانے کا ارادہ کیا اور دل کہنے لگے اگر ابو جعفرؑ
کو مسائل کا جواب دینا آتا تو عبداللہ ایسی باتیں نہ کرتے اور غلط جواب نہ دیتے
(اسی دوران) صدر مجلس سے دروازہ کھلا۔ موفق نے آکر کہا۔ یہ ابو جعفرؑ ہیں۔ آپ
کی تعظیم کے لیے تمام کے تمام کھڑے ہو گئے۔ آپ کا استقبال کیا۔ آپ پر سلام
کیا۔ آپ اس حالت میں تشریف لائے کہ آپ دو قمیض دو پلوں والا عمامہ اور
دو جوتے پہنے ہوئے تھے۔ لوگ تمام کے تمام چپ ہو گئے۔ مسئلے والے شخص نے
کھڑے ہو کر مسئلہ دریافت کیا۔ آپ نے اس کو درست درست جواب دیا۔ (یہ
لوگ خوش ہو گئے۔ آپ کے حق میں دعا کی۔ آپ کی تعریف کی اور کہا آپ کے
چچا عبداللہ نے ایسا ویسا فتویٰ دیا۔ امامؑ نے کہا لا الہ الا اللہ اے چچا یہ بات
اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی ہے کہ کل تم اس کے سامنے پیش ہو۔ اور وہ

تم سے کہے کہ تم نے میرے بندوں کو ایسا فتویٰ کیوں دیا جس کا تمہیں علم نہیں
دیا۔ امت میں تم سے زیادہ علم والا آدمی موجود تھا۔ حج کرنے والوں میں سے
اسحاق بن اسماعیل بھی تھا۔ جس نے اس سال حج ادا کیا تھا۔ اس کا بیان ہے
کہ میں نے ایک کاغذ کے پرزے پر دس مسئلے لکھے۔ میری عورت حاملہ تھی، میں
نے اپنے دل میں سوچا۔ اگر میرے مسائل کا جواب درست دے دیا۔ تو پھر میں
آپ سے التماس کروں گا۔ آپ میرے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ اللہ
تعالیٰ مجھے فرزند عطا کرے۔ لوگوں نے حضرتؑ سے بے شمار مسائل دریافت
کیے۔ امام علیہ السلام صحیح جواب دیتے جاتے تھے۔ میں اس لیے اٹھا تاکہ بھیڑ کم
ہو جائے۔ رقعہ میرے پاس تھا۔ سوچا کہ ان مسائل کو کل دریافت کروں گا۔ جب
امام علیہ السلام نے میری طرف دیکھا تو فرمایا۔ اے اسحاق اللہ تعالیٰ نے میری دعا
کو قبول کر لیا ہے (تمہیں فرزند عطا کیا ہے۔ اس کا نام احمد رکھنا، میں نے عرض کی۔
الحمد اللہ آپ حجت بالغہ ہیں۔ اسحاق اپنے شہر واپس آیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس
کو فرزند عطا کیا۔ اس نے اس کا نام احمد رکھا!

بچپنے کا لاجواب ہونا

ریان بن شبیب سے روایت ہے کہ جب مامون نے اپنی بیٹی کا عقد
ابو جعفر علیہ السلام سے کرنا چاہا تو بنو ہاشم کے چند آدمی مامون کے پاس
جمع ہو کر کہنے لگے۔ اے امیر المومنین ہم تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دیتے ہیں کہ اس
گھر سے خلافت کو نہ نکالیے۔ جس کا اللہ نے ہمیں مالک بنایا ہے اور ہم سے وہ
فخر چھیننا چاہتے ہیں۔ جو اچھے اچھے انسانوں کو میسر نہیں آتا (بہتر ہے آپ اپنے
فیصلہ میں توقف کریں، اور غور کریں۔ مامون نے ان لوگوں کو دھمکا دیا۔ اور کہا۔
کہ خدا کی قسم امام محمد تقی علیہ السلام تمہاری جماعت میں سب لوگوں سے اللہ تعالیٰ
اور اس کے رسولؐ کی سنت اور رسولؐ کے احکام میں زیادہ عالم ہیں وہ لوگ

مامون کے ہاں سے چلے گئے اور یحییٰ بن اکثم کے ہاں پہنچے اور کہا۔ اگر تمہیں اجازت مل جائے تو ابو جعفرؑ سے چند فقہ کے مسائل دریافت کرنا۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ اس نے اپنے باپ سے کتنا فہم و فراست حاصل کی ہے اس بارے میں یحییٰ بن اکثم کو اجازت دے دی۔ ابو جعفرؑ سے یحییٰ نے کہا۔ اگر احرام کی حالت میں کوئی شخص شکار کرے (تو اس کی کیا سزا ہے) ابو جعفرؑ نے فرمایا۔ حل میں یا حرم میں، جانتے ہوئے یا لاعلمی میں صغیر ہے کیا کبیر، غلام ہے یا آزاد پہلی مرتبہ یا دوسری مرتبہ، پرندہ ہے یا کوئی اور چیز۔ چھوٹا جانور ہے یا بڑا۔ اس بات پر مصر ہے یا نادم ہے۔ رات کو گھونسلے میں شکار کیا ہے۔ یا دن کو دیکھ کر مارا ہے اس نے عمرہ کا احرام باندھا ہوا ہے یا صرف حج کا؟

راوی کا بیان ہے کہ یحییٰ کوئی جواب نہ دے سکا۔ مامون نے کہا۔ اے ابو جعفرؑ اپنے آپ کو خطبہ دے رہے ہو۔ حضرتؑ نے فرمایا۔ نعمتیں عطا کرنے والا اپنی رحمت سے نعمتیں تمہیں عطا کرتا ہے۔ اپنے احسان سے بزرگی کی طرف ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ درود نازل ہو محمدؐ پر۔ جو تمام مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں، تمام مخلوق سے افضل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ میں تمام فضیلت جمع کی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ سے پہلے رسولوں میں تقسیم کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث ان لوگوں کے لیے مخصوص کیا ہے جن کو آپ کی خلافت کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ آپ پر سلام اور تسلیم ہو۔ امیر المومنین نے مجھے اپنی لڑکی سے بیاہ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمان مردوں سے مسلمان عورتوں کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ وہ اپنی (عورتوں کو) قاعدے کے ساتھ رکھیں۔ یا قاعدے کے ساتھ چھوڑ دیں۔ میں نے اپنی بیوی کو اتنا حق مہر دیا ہے۔ جتنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (اپنی بیٹی) کو دیا تھا، وہ پانچ سو درہم ہیں۔ میں نے اپنے خاص مال سے اس کو ایک لاکھ درہم عطا کیے ہیں۔ اے امیر المومنین آپ نے (اپنی لڑکی سے) میرا عقد کر دیا ہے۔

مامونؒ نے اقرار کیا۔ امام علیہ السلام نے ام الفضل بنت عبد اللہ (مامون) کے پاس پیغام نکاح بھیجا۔ حضرتؑ نے پانچ صد درہم حق مہر ادا کیا۔ پھر (مامون نے کہا) ابو جعفرؑ میں نے ام الفضل کا نکاح تمہارے ساتھ کر دیا ہے۔ کیا تمہیں قبول ہے امامؑ نے فرمایا۔ میں نے اس حق مہر پر اس کو قبول کر لیا ہے۔ اس موقعہ پر مامون نے دعوتِ ولیمہ کا انتظام کیا۔ اپنے مراتب کے مطابق لوگ حاضر ہوئے۔ اس دوران میں ہم نے ملاحوں کی گفتگو کی مانند گفتگو سنی۔ ناگاہ نوکروں کو دیکھا کہ چاندی کی بنی ہوئی کشتی جو خوشبو سے پُر تھی۔ کھینچتے ہوئے لائے۔ خواص کی داڑھیوں میں خوشبو لگائی۔ پھر عوام کی طرف لے گئے۔ ان کی داڑھیوں پر بھی خوشبو لگائی۔

مامون نے امام ابو جعفر محمد تقی علیہ السلام پر بے شمار رقعات نچھاور کیے جن پر گاؤں۔ جاگیریں اور علاقہ جات تحریر تھے۔ جس نے جو رقعہ اُٹھا لیا۔ اس کو وہی چیز دے دی گئی۔ جب لوگ چلے گئے تو مامون نے عرض کی۔ اے ابو جعفرؑ اگر آپ ان تمام اصناف شکار کی سزا کے متعلق بیان فرمانا مناسب تصوّر فرمائیں تو بیان فرمایئے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا۔ اگر احرام باندھنے والے نے حل میں شکار کیا ہے اور شکار ہونے والی چیز پرندہ ہے جو بڑا ہے۔ اسے بکری دینی چاہیے۔ اگر اس نے حرم میں شکار کیا ہے تو اسے دوگنا تاوان دینا چاہیے۔ اگر اس نے حل میں پرندے کا بچہ قتل کیا ہے تو اسے اُونٹ کا دودھ پیتا بچہ دینا چاہیے۔ وہ قیمت ادا نہیں کرے گا۔ اگر جانور جنگلی ہے تو جنگلی گدھے کے شکار کی سزا مکمل اونٹ ہے۔ اسی طرح شتر مرغ کے شکار کی سزا ہے۔ اگر اس بات کی طاقت نہیں رکھتا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ اگر اس بات کی طاقت نہیں رکھتا تو نو روزے رکھے۔ اگر ہرن کا شکار کیا ہے تو اسے بکری دینی چاہیے۔ اگر اس بات کی طاقت نہیں رکھتا تو دس مساکین کو کھانا کھلائے۔ اگر یہ بات نہیں کر سکتا تو تین روزے رکھے۔ اگر حرم میں شکار کیا ہے تو دوگنا تاوان ہے اگر حج کا احرام باندھا تھا تو جہاں اور لوگ منیٰ میں قربانی کرتے ہیں۔ وہاں ذبح

کرے۔ اگر عمرہ کی حالت میں تھا تو مکہ میں قربانی کرے۔ اس (جانور) کی قیمت کا
صدقہ ادا کرے تو یہ دوگنا تاوان ہو جائے گا۔ اگر کبوتر کا شکار کیا ہے تو بکری
ادا کرنے کے بعد ایک درہم صدقہ کرے۔ یا اس کی خوراک خرید کر کے حرم کے
کبوتروں کو ڈال دے اگر پرندے کے بچے کا شکار کیا ہے تو نصف درہم ادا کرے
اگر انڈا اٹھایا ہے تو چوتھا حصہ درہم کا ادا کرے۔ اگر محرم نے نادانی یا خطا کی وجہ
سے ارتکاب کیا ہے تو اس پر کوئی چیز نہیں ہے اگر شکار جہالت سے کیا گیا۔ خواہ
خطا سے خواہ جان بوجھ کر تو اس پر فدیہ لازم ہے۔ اگر غلام نے یہ ارتکاب کیا ہے
تو جس قدر اس کے مالک پر خود ارتکاب کرنے کی صورت میں تاوان ادا کرنا پڑتا
ہے۔ اس قدر اس غلام کا تاوان ادا کرنا پڑے گا۔ اگر چھوٹے بچے نے یہ ارتکاب
کیا ہے اور وہ بالغ نہیں ہے تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہے (اگر خود شکار نہیں
کیا) بلکہ شکار کی طرف احرام کی حالت میں رہنمائی کی ہے۔ دوسرے آدمی نے
شکار کر لیا ہے تو اسے فدیہ دینا چاہیے۔ اس بات پر مصر آدمی کو فدیہ کے علاوہ
آخرت میں سزا بھی ملے گی۔ اگر فدیہ دے دیا ہے اور اس بات پر نادم ہے تو
اس پر اور کوئی سزا نہیں ہے۔ اگر خطا کی وجہ سے رات کے وقت پرندہ کے
گھونسلے میں شکار کیا ہے تو اس پر کوئی سزا نہیں ہے۔ اگر جان بوجھ کر کیا ہے تو
پھر اس پر فدیہ ہے خواہ رات کو شکار کیا ہو۔ خواہ دن کو۔ محرم حج فدیہ منیٰ
میں قربانی کرے۔ جہاں اور لوگ قربان کرتے ہیں۔ اگر عمرہ کا احترام باندھا ہوا
ہے تو اس جانور کو مکہ میں قربان کرے۔

مامون نے حکم دیا کہ یہ مسائل آپ سے تحریر کر لیے جائیں۔ پھر ان عباسیوں
کو بلایا جو آپ کی لڑکی کی شادی امامؑ کے ساتھ کرنے سے انکاری تھے۔ یہ مسائل ان
کو پڑھ کر سنایئے اور کہا تم میں کوئی ایسا ہے جو اس طرح کا جواب تحریر کر سکے۔

اسے ضرورت نہیں

عمران بن محمد عشری کا بیان ہے کہ میں ابوجعفرؑ (ثانی) کی خدمت میں حاضر

ہوا۔ جب میں اپنی ضروریات پوری کر چکا تو میں نے عرض کی حسنؑ کی ماں آپ کو
سلام عرض کرتی تھی۔ آپ کے کپڑوں سے ایک کپڑے کا سوال کرتی تھی (مرنے
کے بعد) اس کو اپنے لیے بطور تبرک کفن بنائے۔ حضرتؑ نے فرمایا (اب) اس کو
ضرورت نہیں ہے۔ میں حضرتؑ کے ہاں سے روانہ ہو گیا۔ لیکن میں آپ کی بات
کا مطلب نہیں سمجھتا تھا (حقیقت تب کھلی) جب مجھے اس عورت کی وفات کی خبر
ملی وہ پہلے مر چکی تھی۔

دجلہ کے پانی کا وزن

عمر بن فرج رجحی کا کہنا ہے کہ میں نے ابوجعفر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی۔
کہ آپ کے شیعہ اس بات کے مدعی ہیں کہ آپ تمام دجلہ کے پانی اور اس کے
وزن کو جانتے ہیں۔ ہم دجلہ کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا،
کیا اللہ تعالےٰ کو اس بات کی قدرت حاصل ہے کہ اس بات کا علم ایک مچھر کو عطا
کر دے یا نہیں۔ میں نے عرض کی ہاں اللہ تعالےٰ کو اس بات کی قدرت ہے حضرتؑ
نے فرمایا۔ میری عزت اللہ تعالےٰ کے نزدیک مچھر اور اس کی اکثر مخلوق سے بہت
زیادہ ہے۔

واللہ متم نورہ

حکیمہ بنت ابوالحسن قریشی جو صالحہ عورت تھی، کا بیان ہے کہ جب ابوجعفر
بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام
کا انتقال ہوا تو میں ام الفضل بنت مامون کی خدمت میں بغرض تعزیت حاضر
ہوئی، یا کہا، ارادی کو شک ہے۔ ام عیسیٰ بنت مامون کی خدمت میں حاضر ہوئی۔
میں نے آپ سے تعزیت ادا کی۔ میں نے آپ کو بے حد رنجیدہ اور جزع فزع کرنے
والا پایا۔ اپنے آپ کو رونے اور آہ و فغاں سے ہلاک کرتی تھی۔ مجھے اس بات کا

خوف ہوا کہ کہیں آپ کا پتہ نہ پھٹ جائے، ہم آپ کی سخاوت، حسن اخلاق۔ اللہ
تعالٰی نے جو آپ کو عزت اور اخلاص، شرف اور کرامت عطا کی تھی، اس کا ذکر
کر رہے تھے کہ حضرتؑ کی زوجہ ماموں کی بیٹی نے کہا، کیا میں امام علیہ السلام
کی عجیب و غریب چیز اور آپ کے ایک بزرگ امر کے متعلق تمہیں آگاہ کروں جو
توصیف سے بالاتر ہے اور انسانی) قدرت سے باہر ہے۔ میں نے کہا وہ کیا چیز
ہے۔ کہا ایک دن میں بیٹھی ہوئی تھی، میرے پاس ایک لڑکی آئی۔ میں نے اس
کو سلام کیا۔ اور میں نے کہا تم کون ہو۔ اس نے کہا۔ میں عمارؓ بن یاسر کی اولاد میں
سے ہوں۔ میں ابو جعفر محمد بن علی علیہم السلام کی بیوی ہوں جو تمہارے شوہر ہیں
مجھے اس قدر غیرت لاحق ہوئی۔ جس کو میں برداشت نہ کر سکی۔ میں نے ارادہ کیا کہ
گھر سے نکل جاؤں اور شہر میں گھومتی رہوں۔ قریب تھا کہ شیطان مجھے اس لڑکی
سے برائی کرنے پر آمادہ کر لیتا۔ میں نے اپنے غصے کو ضبط کیا۔ اس لڑکی نے اپنے
آپ اور اپنے کپڑوں کو خوبصورت بنا رکھا تھا۔ جب وہ چلی گئی، تو میں فوراً اپنے
باپ کی خدمت میں چلی گئی۔ میں نے اس کو اس بات سے آگاہ کیا۔ وہ (ماموں) نشے
میں تھا۔ وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر تھا (ماموں نے) نوکر سے کہا، میرے پاس تلوار
لے آؤ۔ نوکر نے تلوار لا کر دی۔ سوار ہو کر (امام علیہ السلام کی طرف) روانہ ہوا۔ اور
کہنے لگا، خدا کی قسم میں اس (امام علیہ السلام) کو ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا۔ میں نے جب
یہ حالت دیکھی تو کہنے لگی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میں نے اپنی ذات اور شوہر کے
ساتھ کیا کیا؟ میں اپنے رخسار پر طمانچے مارتی تھی۔ میرا والد امام علیہ السلام کے پاس
پہنچ کر برابر آپ کو قتل کرتا رہا، حتیٰ کہ آپ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے (میرے [illegible])
وہاں [illegible] پ رہے۔ میں بھی اس کے پیچھے بھاگ پڑی۔ اس رات میں غم اور بے چینی
کی وجہ سے سو نہ سکی۔ صبح کے وقت میں اپنے باپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور
آپ سے کہا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ کل رات آپ نے کیا کیا ہے؟ اس نے کہا،
میں نے کیا کیا ہے۔

میں نے عرض کی آپ نے فرزند رضا علیہ السلام کو قتل کر دیا ہے۔ آپ کی
آنکھیں تیز ہوئیں اور غش کھا کر گر پڑے۔ جب غشی سے افاقہ ہوا تو کہا تم پر افسوس
ہے۔ تم کیا کہتی ہو۔ میں نے عرض کی، ہاں اللہ تعالٰی کی قسم اے میرے باپ آپ
امام علیہ السلام کے پاس گئے تھے اور برابر آپ کو تلوار سے قتل کرتے رہے آپ
کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔ اس بات سے ماموں سخت مضطرب ہوا۔ آپ نے کہا،
میرے یاسر نامی نوکر کو لایا جائے۔ یاسر حاضر ہو گیا۔ اس سے کہا، یہ ام الفضل کیا کہتی
ہے؟ یاسر نے کہا، اے امیر المومنین یہ سچ کہتی ہے۔ ام الفضل نے بیان جاری رکھتے
ہوئے کہا، میرے باپ نے اپنے سینے اور رخسار پر ہاتھ مارا اور کہا انا للہ وانا الیہ
راجعون۔ اللہ تعالٰی کی قسم ہم ہلاک ہو گئے اور قیامت تک رسوا ہو گئے۔ تم پر
لعنت ہو۔ چلی جاؤ۔ نوکر سے کہا، دیکھو کیا قصہ ہے میرے پاس جلدی خبر لاؤ۔ ممکن
ہے میری روح ابھی نکل جائے۔ یاسر روانہ ہو گیا۔ میں اپنے رخسار اور چہرے پر
طمانچے مارتی تھی۔ یاسر فوراً واپس آ کر کہنے لگے۔ اے امیر المومنین خوشخبری ہو۔ اس
نے کہا، اے یاسر، تمہیں خوشخبری ہو کیا بات ہے؟ یاسر نے کہا، میں امام علیہ السلام
کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ تشریف فرما تھے، آپ نے قمیص پہن رکھی تھی اور تکیہ
لگائے ہوئے تھے۔ میں نے آپ پر سلام عرض کی اور کہا، اے رسول اللہ کے فرزند
مجھے اپنی یہی قمیص بخش دیجیے۔ میں نماز پڑھا کروں گا اور اس سے تبرک حاصل کرتا
رہوں گا، حالانکہ میرا مقصد یہ تھا کہ میں دیکھوں کہ آپ کے جسم مبارک پر کوئی زخم
اور تلوار کا نشان تو نہیں ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا، میں تمہیں اس سے بہتر پہناؤں گا۔
میں نے عرض کی، میں اس کے علاوہ اور کوئی نہیں چاہتا۔ آپ نے قمیص کو اتار دیا۔
میں نے دیکھا کہ آپ کے جسم پر تلوار کا کوئی نشان نہیں تھا۔ یہ سن کر ماموں بہت
رویا اور کہا۔ اس کے بعد باقی کیا چیز رہ گئی ہے۔ اللہ تعالٰی کی قسم یہ اولین اور
آخرین کے لیے عبرت کا باعث ہے (بیان جاری رکھتے ہوئے) ماموں نے کہا۔ اے
یاسر مجھے آپ کے پاس سوار ہو کر جانا، تلوار لینا اور آپ کے پاس پہنچ جانا۔ اور

وہاں سے نکلنا یاد ہے۔ میں نے آپ کے ساتھ کیا کیا۔ اس کا مجھے کوئی علم نہیں ہے نیز مجھے اپنی مجلس تک پہنچنا۔ میں نے کیا کیا اور کیسے وہاں گیا۔ یہ مجھے یاد نہیں۔ اللہ تعالےٰ میری اس بیٹی پر سخت لعنت کرے اس کے پاس چلے جاؤ اور اسے کہو کہ تمہارا باپ کہتا ہے اگر تم اس دن کے بعد میرے پاس آئیں اور حضرتؑ کی شکایت کی یا آپ کے حکم کے بغیر باہر نکلیں تو میں ضرور اس بات کا تم سے بدلہ لوں گا۔ اے یاسر امام علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔ میرا آپ سے سلام کہو اور آپ کے پاس بیس ہزار دینار لے جاؤ۔ آپ کی خدمت میں وہ سواری کھینچ کر لے جاؤ۔ جس پر میں کل شب سوار ہوا تھا۔ ہاشمیوں اور جرنیلوں کو حکم دو کہ وہ سوار ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوں، اور آپ پر سلام کریں۔ یاسر کا کہنا ہے کہ میں نے بروانہ ہو کر ان لوگوں کو اس بات سے آگاہ کر دیا۔ میں مال اٹھا کر اور سواری کو کھینچ کر حضرتؑ کی طرف روانہ ہوا۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مامون کا سلام عرض کیا۔ حضرتؑ کے سامنے میں نے مال رکھ دیا اور سواری کو پیش کر دیا۔ آپ تھوڑی دیر تک سواری کی طرف نظر فرماتے رہے۔ پھر مسکرا کر فرمایا اے یاسر کیا مامون اور میرے درمیان یہی عہد طے ہوا تھا۔ میں نے عرض کی۔ اے میرے سردار" ناراضگی کو جانے دو۔ اللہ تعالےٰ اور آپ کے نانا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قسم وہ اس معاملہ میں بے علم تھا۔ اسے اس بات کا علم نہیں تھا کہ وہ اللہ تعالےٰ کی کونسی سرزمین پر ہےلہ۔ اس نے اللہ تعالےٰ کی نذر مانی ہے اور قسم کھا رکھی ہے۔ وہ کبھی نشہ نہیں لیں گے۔ اے آقا اس بات کا ذکر نہ کرنا امام علیہ السلام نے فرمایا۔ اسی طرح میرا ارادہ اور رائے ہے۔ میں نے عرض کی۔ بنو ہاشم اور قواد کی ایک جماعت باہر دروازے پر موجود ہے۔ مامون نے ان کو اس غرض کے لیے روانہ کیا ہے کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ پر سلام عرض کریں اور جب

له سید ابن طاؤس نے مجمع الدعوت میں من ارض اللہ تحریر کیا ہے۔ اس کتاب میں فی ارض اللہ ۱۲ منہ

آپ سوار ہوں تو آپ کے ساتھ رہیں۔

حضرتؑ نے فرمایا۔ عبدالرحمٰن بن حسن اور حمزہ بن حسن کے علاوہ باقی بنو ہاشم اور قواد کو میرے پاس لے آؤ۔ میں باہر گیا۔ اور ان کو اندر لے آیا۔ انہوں نے سلام کیا، اور حضرتؑ کی خدمت میں حاضر رہے۔ آپ نے کپڑے طلب فرمائے۔ ان کو پہنا۔ قیام فرما ہوئے۔ سوار ہوئے۔ حضرتؑ کے ساتھ لوگ تھے۔ یہ سب کے سب مامون کے پاس آئے۔ مامون نے جب آپ کو دیکھا تو کھڑا ہو گیا۔ اپنے سینہ سے لگا لیا۔ آپ کو مرحبا کہا۔ کسی فرد کو آنے کی اجازت نہ دی۔ آپ سے خوش کن باتوں میں مصروف رہا۔ جب مامون باتیں ختم کر چکا تو ابو جعفرؑ نے کہا۔ اے امیر المومنین۔ مامون نے عرض کی لبیک وسعدیک فرمایا (اے مامون) تمہارے لیے ایک نصیحت ہے اس کو قبول کرنا۔ مامون نے کہا۔ حمد و شکر سے قبول کروں گا، وہ کیا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا۔ میں یہ بات پسند کرتا ہوں کہ آپ رات کو باہر نہ نکلا کریں۔ مجھے تمہارے متعلق ان لوگوں سے خطرہ ہے۔ میرے پاس ایک تعویذ ہے اس سے اپنی جان کو محفوظ رکھو اور تم شرارتوں مصیبتوں چالبازیوں آفات اور حادثات سے محفوظ رہو گے۔ جس طرح اللہ تعالےٰ نے مجھے کل رات محفوظ رکھا ہے اگر آپ اس تعویذ کے ذریعے لشکر روم پر چڑھائی کریں یا اس سے بھی زیادہ لشکر ہو یا تمام روئے زمین والوں کا تمہارے خلاف اجتماع ہو جائے۔ اللہ تعالےٰ کی قدرت اور جبروت سے وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ خواہ ان میں مردود شیاطین جو جن اور انس میں سے ہوں کیوں نہ شامل ہوں۔ اگر تم پسند کرو۔ تو وہ تعویذ تمہارے پاس بھیج دوں۔ جن تمام باتوں کا میں نے ذکر کیا ہے جن سے تم ڈرتے بھی ہو۔ ان سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ یہ تعویذ مجرب ہے حد اور مقدار سے زیادہ اس کا تجربہ کیا گیا ہے۔ مامون نے کہا اپنے ہاتھ سے لکھ کر میرے پاس روانہ فرما دیجیے تاکہ جن باتوں کا آپ نے ذکر فرمایا ہے۔ ان سے محفوظ رہ سکوں۔ امامؑ نے فرمایا۔ محبت اور کرامت سے بھیج دوں گا۔ مامون نے عرض کی تمہارا عم تم پر قربان ہو جائے۔ اگر آپ نے مجھ میں کوئی عیب دیکھا ہو۔ جو مجھ سے وقوع پذیر ہو چکا تو مجھے

معاف کیجیے اور اس سے درگزر فرمایئے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: میں نے تم میں اچھائی کے سوا کچھ نہیں پایا۔ ماموں نے کہا، اللہ تعالےٰ کی قسم میں مشرق اور مغرب کا خراج دے کر اللہ تعالےٰ کا تقرب چاہتا ہوں۔ جو کچھ میری ملکیت ہے۔ تمام کو خرچ کر کے میں اپنے کیے کی تلافی چاہتا ہوں اور اس کا کفارہ ادا کرنا چاہتا ہوں پھر ماموں نے نوکر سے کہا، ہاتھ دھلاؤ اور صبح کا کھانا لاؤ۔ بنو ہاشم کو لے آؤ۔ وہ داخل ہوئے۔ ماموں کے ساتھ سب نے کھانا کھایا۔

ماموں نے حکم دیا کہ ان کے مراتب کے مطابق ان کو خلعتیں اور انعامات دیے جائیں۔ پھر ابو جعفرؑ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ کی نگرانی اور حفاظت میں تشریف لے جایئے جب صبح ہو تو میرے پاس تعویذ ارسال فرما دیجیے گا۔ امام علیہ السلام قیام فرما ہوئے اور سوار ہوئے۔ ماموں نے جرنیلوں کو حکم دیا کہ وہ آپ کے ساتھ سوار ہو کر آپ کو گھر چھوڑ آئیں۔ یاسر نوکر کا بیان ہے کہ جب ابو جعفر علیہ السلام نے صبح کی تو میرے پاس ایک آدمی بھیج کر طلب کیا (جب میں حاضر ہو گیا) حضرتؑ نے ہرنی کی کھال کو طلب کیا۔ اس پر اپنے خط سے وہ مشہور و معروف تعویذ تحریر فرمایا جو اکثر شیعہ حضرات کے پاس موجود ہے۔ یہ جگہ اس کے تحریر کرنے کی نہیں ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا، اے یاسر اسے امیر المومنین کے پاس لے جاؤ۔ اور اسے کہو اس کے لیے چاندی کا ایک خول تیار کرے، جب اس کو اپنے دائیں بازو میں باندھنا چاہیے تو اچھی طرح وضو کرے اور چار رکعت نماز پڑھے۔ ہر رکعت میں سورہ الحمد للہ پڑھے۔ سات مرتبہ آیۃ الکرسی اور سات مرتبہ شہد اللہ، سات مرتبہ الشمس، سات مرتبہ واللیل، سات مرتبہ قل ہو اللہ پڑھے۔ (نماز تمام کرنے کے بعد) مصائب کے وقت اس کو دائیں بازو پہ باندھے اور اللہ تعالےٰ کی طاقت اور قوت کے ذریعہ ہر اس چیز سے جس سے خوف کرتا ہے اور ڈرتا ہے۔ صحیح و سالم رہے گا۔

وفات

جب ابو جعفر علیہ السلام اور آپ کی بیوی ماموں کی بیٹی حج کے لیے روانہ ہوئے تو آپ کا بیٹا ابو الحسن علیؑ بھی ساتھ تھا۔ جو ابھی بچے تھے، امام علیہ السلام نے ابو الحسن علیؑ کو علیحدگی میں مدینہ میں مواریث الانبیاء اور ہتھیار سپرد کر دیے۔ اور آپ کی امامت کے متعلق اپنے ثقات اور اصحاب کی موجودگی میں نص فرمائی۔ امام تقی علیہ السلام اپنی بیوی کو جو ماموں کی بیٹی تھی کے ساتھ واپس تشریف لائے۔ ماموں بلاد روم کی طرف گیا ہوا تھا۔ اور وہیں مدیروں میں ماہ رجب ۲۱۲ھ میں مر گیا۔ یہ واقعہ امام ابو جعفر علیہ السلام کی امامت کے دسویں سال ہوا تھا۔ شعبان ۲۱۲ھ ابو اسحاق محمد بن ہارون معتصم کی بیعت لے لی گئی، معتصم نے ابو جعفر علیہ السلام کے قتل کے متعلق ایک تجویز سوچی، وہ یہ تھی کہ امام علیہ السلام کی بیوی جو مامون کی بیٹی تھی۔ آپ کو زہر دے کر ہلاک کرے، معتصم اس بات سے واقف ہو گیا تھا کہ ماموں کی بیٹی ابو جعفر علیہ السلام سے منحرف ہو چکی ہے اور امام علیہ السلام کا اس سے کوئی فرزند پیدا نہیں ہوا تھا، ماموں کی بیٹی نے معتصم کی تجویز کو منظور کر لیا۔ اس نے رزاقی انگوروں میں زہر ملا کر امام علیہ السلام کے آگے رکھ دیے۔

جب امامؑ نے ان کو کھایا تو یہ نادم ہو کر رونے لگی، فرمایا کیوں روتی ہو؟ اللہ تعالیٰ کی قسم اللہ تعالےٰ تمہیں ایسی غربت میں مبتلا کرے گا جس سے تمہارا نکلنا ناممکن ہو گا۔ اور ایسی مصیبت میں مبتلا کرے گا، جو پوشیدہ نہ رہ سکے گا۔ ایسی بیماری میں مبتلا ہو کر مر گئی جو جسم کے کسی پوشیدہ حصہ میں تھی، ناسور میں مبتلا ہو گئی تھی جس کے علاج میں اپنا تمام مال خرچ کر دیا تھا۔ حتیٰ کہ دوسروں کی محتاج ہو گئی تھی، روایت ہے کہ اس کے فرج میں ناسور ہو گیا تھا۔ امام ابو جعفرؑ کی وفات ۲۲۰ھ بروز منگل واقع ہوئی تھی۔ آپ کی کل عمر ۲۴ سال چند ماہ تھی، آپ ۱۹۵ھ میں پیدا ہوئے۔

آپ کا مزار بغداد میں مقابر قریش میں ہے۔ اپنے دادا ابو ابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہم السلام کی قبر میں مدفون ہیں۔

امام علی نقی علیہ السلام

امام نقی علیہ السلام[1] پر آپ کے باپ نے نص فرمائی۔ امر اللہ کی انجام دہی کے لیے اپنے باپ کے قائمقام ہوئے۔ اصحاب حدیث کی روایت کے مطابق آپ کی والدہ گرامی کا نام سمانہ تھا۔ آپ فرمانبردار عورت تھیں۔ روایت ہے کہ امام علیہ السلام ماہ رجب ۲۱۴ھ جس سال ابو جعفر علیہ السلام نے مامون کی ساتھ حج ادا فرمایا تھا۔ اسی سال آپ مدینہ لائے گئے۔ اس وقت صغیر السن تھے۔ آپ کی ولادت اپنے آبار طاہرین علیہم السلام کی ولادت کی طرح تھی۔

---

[1] امام علی نقی اور امام حسن عسکری کا مزار ایک ہی روضہ میں سامرہ میں ہے۔ جناب نرجس خاتون مادر گرامی جناب صاحب العصر و الزمان بھی اس ضریح میں مدفون ہیں۔ اس کے ساتھ ملحق دوسری ضریح میں جناب حکیمہ خاتون دختر امام محمد نقی علیہ السلام کی قبر ہے۔ یہ معظمہ بے حد فضیلت کی مالکہ ہیں۔ امام صاحب العصر والزمان کے زمانہ میں سفارت کے کام بجالاتی رہی ہیں۔ حضرتؑ کے پیغام لوگوں تک پہنچاتی رہی ہیں۔ حضرت نرجس خاتون کو احکام دین آپ ہی نے تعلیم کیے تھے۔ یہ مخدومہ امام صاحب العصر علیہ السلام کی دایا [illegible] جناب نرجس خاتون کے بعد امام علیہ السلام کو سب سے پہلے آپ ہی [illegible] دیکھا۔ امام علی نقی علیہ السلام اور امام حسنؑ عسکری کا جہاں روضہ ہے [illegible] جگہ پر خلفائے بنی عباس کے زمانے میں امام علی نقی علیہ السلام کا سکونتی مکان تھا۔ ۱۲ منہ

مسعودی نے اثبات الوصیہ کے صفحہ ۱۸۲ پر فرش بیت تحریر کیا ہے۔ ۱۲ منہ

حمیری احمد بن محمد بن عیسیٰ وہ آپ کے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ابو جعفر علیہ السلام نے مدینہ سے عراق کی طرف روانہ ہونے کا ارادہ کیا تو ابو الحسن (امام علی نقی) علیہ السلام کو گود میں بٹھایا۔ امام علیہ السلام نے آپ پر نص فرماتے کے بعد ایسا کیا۔ فرمایا تم کون سی چیز پسند کرتے ہو جو عراق سے تمہارے پاس بطور تحفہ روانہ کروں؟ امام علی نقی علیہ السلام نے عرض کی تلوار جو آگ کے شعلہ کی مانند ہو۔ پھر امام علیہ السلام اپنے بیٹے موسیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ تم کیا چیز پسند کرتے ہو۔ فرمایا گھوڑا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا۔ ابو الحسن میری شبیہ ہے اور یہ (موسیٰ) ماں کی شبیہ ہیں۔

والد کی وفات سے آگاہ ہونا

حسن علی الوشار بیان فرماتے ہیں کہ ابو الحسن علی بن محمد پریشانی کے عالم میں آکر ام موسیٰ کے پاس بیٹھ گئے۔ ام موسیٰ نے دریافت کیا۔ تمہیں کیا ہو گیا۔ فرمایا اللہ تعالےٰ کی قسم ابھی ابھی میرے والد کا انتقال ہو گیا ہے۔ ام موسیٰ نے کہا یہ بات نہ کہو۔ فرمایا خدا کی قسم ایسا ہی ہے۔ جیسا میں کہتا ہوں۔ وقت اور دن لکھ لیا گیا ہے۔ چند دن کے بعد امام نقی علیہ السلام کی وفات کی خبر آپ کے فرمان کے مطابق آ گئی۔

عراق کو روانگی

روایت ہے کہ امام بریحہ عباسی نے حرمین میں نماز پڑھی اور متوکل کو خط لکھا کہ اگر تمہیں حرمین کی ضرورت ہے تو علیؑ بن محمدؑ کو وہاں سے نکال دو۔ یہ لوگوں کو اپنی طرف دعوت دیتے ہیں۔ کافی لوگوں نے آپ کا اتباع کر لیا ہے۔

متوکل نے ابو الحسن علیہ السلام کے پاس یحییٰ بن ہرثمہ کے ہاتھ خط لکھ کر روانہ کیا۔ خط خوبصورت عبارت میں تحریر کیا گیا۔ جس میں یہ بات واضح کر دی گئی

تھی کہ متوکل آپ کا مشتاق ہے اور آپ کے تشریف لے جانے کی التماس کرتا
ہے۔ یحییٰ کو امام علیہ السلام کے پاس جانے کا حکم دیا اور بریحہ کو بھی خط لکھ کر
واقعہ کی اطلاع دے دی گئی یحییٰ بن ہرثمہ مدینہ میں آیا۔ اور بریحہ کے پاس
قیام کیا۔ اس کو ان کا خط دیا۔ دونوں سوار ہو کر ابوالحسن علیہ السلام کی خدمت
میں حاضر ہوئے۔ متوکل کا خط آپ کو دیدیا۔

امام علیہ السلام نے ان دونوں سے تین روز کی مہلت طلب کی۔ تیسرے
دن جب یہ دونوں امام علیہ السلام کے در دولت پر حاضر ہوئے تو انہوں نے
دیکھا کہ سواری پر زین کسی ہوئی ہے۔ سامان بندھا ہوا ہے۔ آپ ان باتوں سے
فارغ ہو چکے ہیں۔ امام علیہ السلام عراق کی طرف روانہ ہوئے اور یحییٰ ابن
ہرثمہ ساتھ تھا۔

مادر زاد اندھے کو ٹھیک کرنا

ہاشم بن زید سے روایت ہے کہ میں نے علی بن محمدؑ صاحب عسکر کو دیکھا کہ
ایک مادر زاد نابینا کے پاس تشریف لائے اور اس کو ٹھیک کر دیا۔ اور میں
نے حضرتؑ کو دیکھا کہ مٹی کا پرندہ بنایا اور اس میں پھونک مارا۔ وہ اڑنے لگا۔
میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی لا فرق بینک وبین عیسیٰ آپ میں
اور عیسیٰؑ میں کوئی فرق نہیں ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا۔ انا منہ وھو منی
میں عیسیٰ سے ہوں اور عیسیٰ مجھ سے ہے۔

گدھے کو زندہ کرنا

محمد بن سنان زاہری روایت کرتے ہیں کہ ابوالحسن علی بن محمد علیہم السلام
حج کے لیے روانہ ہوئے۔ جب واپس مدینہ لوٹ رہے تھے تو حضرتؑ نے ایک
خراسانی کو دیکھا جو اپنے مردہ گدھے کے پاس کھڑا رو رہا تھا اور کہہ رہا تھا میں

اپنا سامان کس چیز پر لادوں۔ امام علیہ السلام جب اس کے پاس سے گزرنے
لگے تو حضرتؑ سے کہا گیا کہ یہ خراسانی آپ اہل بیت کو دوست رکھتا ہے۔
آپ مردہ گدھے کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک
بنی اسرائیل کی گائے مجھ سے زیادہ مکرم نہ تھی کہ بنو اسرائیل اس کے جسم کے
ایک حصہ کو مردہ پر مارتے تھے۔ وہ مردہ زندہ ہو جاتا تھا۔ حضرتؑ نے اپنا
دایاں پاؤں مردہ گدھے پر مارا اور فرمایا۔ قم باذن اللہ اللہ تعالیٰ کے حکم
سے اٹھ۔ گدھے نے حرکت کی۔ پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ خراسانی نے گدھے پر اپنا
سامان رکھ دیا اس کو مدینہ میں لے آئے۔ جب حضرتؑ کا (مدینہ میں) گزر ہوتا
تھا تو لوگ اپنی انگلیوں سے آپ کی طرف اشارہ کر کے کہتے تھے۔ یہ وہ ہیں جنہوں
نے خراسانی کے گدھے کو زندہ کیا تھا۔

دل کے راز سے آگاہ فرمانا

حسن بن اسماعیل شیخ نہرین روایت کرتے ہیں کہ میں اور میری بستی کا ایک
آدمی ابوالحسن علیہ السلام کی خدمت میں روانہ ہوئے۔ ہماری بستی کے ایک
آدمی نے اپنا پیغام اور کوئی چیز ہمیں دی کہ اس کو آپ کے سپرد کر دیں۔
اور اس نے کہا تھا کہ حضرتؑ کو میری طرف سے سلام عرض کر دینا۔ اور آپ سے
یہ پوچھنا کہ جنگل کے فلاں پرندے کے انڈوں کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ ہم
نے جو کچھ ہمارے پاس تھا (حضرتؑ کی)، نوکرانی کے سپرد کر دیا۔ اسی اثنا میں بادشاہ
کا قاصد آیا۔ آپ قیام فرما ہوئے تاکہ سوار ہو کر بادشاہ کے پاس تشریف لے
جائیں۔ ہم آپ کے ہاں سے روانہ ہو گئے۔ اس چیز (انڈوں) کے متعلق آپ سے
کچھ نہ پوچھا۔ جب ہم بازار میں وارد ہوئے تو امام علیہ السلام بھی وہاں مل گئے۔
اور میرے ساتھی سے فرمایا۔ انڈے روانہ کرنے والے کو میرا سلام کہنا اور اس
سے کہنا فلاں پرندے کے انڈے نہ کھانا۔ کیونکہ یہ پرندہ مسخ شدہ اشیاء میں شامل ہے۔

ابوالحسن علیہ السلام کے اصحاب کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے کہ ابوالحسن علیہ السلام کا بیٹا جعفر پیدا ہوا، ہم آپ کی خدمت میں مبارک بادی کی خاطر روانہ ہوئے، ہم نے دیکھا کہ امام علیہ السلام خوش نہیں ہیں، ہم نے اس بات کا سبب دریافت کیا، امامؑ نے فرمایا، اس کا کام تمہارے لیے ذلت کا باعث ہوگا، عنقریب یہ خلق کثیر کو گمراہ کرے گا۔ جیسا امامؑ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔

متوکل کے مرگ کی خبر

روایت ہے کہ مدائن کے ایک شخص نے آپ کے پاس خط لکھ کر دریافت کیا کہ متوکل کی حکومت کے کتنے دن باقی رہ گئے ہیں۔ آپ نے لکھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تذرعون سبع سنین دابًا فما حصدتم فذروہ فی سنبلہ الا قلیلاً مما تاکلون ثم یاتی من بعد ذلک سبع شداد یاکلن ما قدمتم لھن الا قلیلاً مما تحصنون ثم یاتی من بعد ذالک عام فیہ یغاث الناس وفیہ یعصرون۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا تم سات، سال متواتر غلہ بونا، پھر جو فصل کاٹو اس کو بالوں میں رہنے دینا تاکہ گھن نہ کھا جائے) ہاں مگر تھوڑا سا جو تمہارے کھانے میں آئے (نکال لینا) پھر اس کے بعد سات برس ایسے سخت آئیں گے جو کہ اس ذخیرہ کو کھا جائیں گے۔ جس کو تم نے ان برسوں کے واسطے جمع کر رکھا ہوگا، ہاں مگر تھوڑا سا رکھ چھوڑو گے۔ پھر اس کے بعد ایک برس ایسا آئے گا جس میں لوگوں کے لیے خوب بارش ہوگی اور اس میں شیرہ بھی نچوڑیں گے۔ متوکل پندرہویں سال کے شروع میں قتل کر دیا گیا۔

روایت ہے کہ جس سال متوکل قتل ہوا، اسی سال عیدالفطر کے روز بنو ہاشم کو حکم دیا کہ وہ پیدل کہیں چلے جائیں، اس سے متوکل کا مدعا یہ تھا کہ ابوالحسن بھی پیدل ہو کر جائیں۔ بنو ہاشم اور ابوالحسن علیہ السلام پیدل ہو کر چلے گئے۔

حضرتؑ نے اپنے محب کے ہاں قیام فرمایا، ہاشمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے، اے ہمارے آقا تمام روئے زمین پر کوئی ایسا آدمی نہیں جس کی دعا مستجاب ہوتی ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں متوکل کی تکلیف سے بچائے۔ یہ بات بعید تکلیف دہ ہے۔ ابوالحسن علیہ السلام نے ان سے فرمایا، اس زمین پر ایسا شخص بھی موجود ہے جس کے ناخن کا تراشہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ثمود سے زیادہ مکرم ہے۔ جب ثمود کی اونٹنی کی کونچیں کاٹ دی گئیں تو اونٹنی کے بچے نے بارگاہ خداوندی میں فریاد کی تھی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ فتمتعوا فی دارکم ثلاثہ ایام ذالک وعدہ غیر مکذوب، تم اپنے گھروں میں تین روز اور بسر کر لو۔ اور یہ ایسا وعدہ۔۔ ہے جس میں ذرا جھوٹ نہیں، متوکل تیسرے روز قتل کر دیا گیا۔

روایت ہے کہ متوکل ۴ شوال ۲۴۷ھ میں قتل ہوا۔ ابوالحسن علیہ السلام کی امامت کا ۲۷واں سال تھا، متوکل کے بیٹے محمد جعفر کی بیعت لی گئی۔ اس نے چار سال حکومت کی، پھر وہ حکومت سے دست بردار ہو گیا، معتز بن متوکل کی بیعت لی گئی۔

روایت ہے کہ اس کا نام زبیر تھا، یہ واقعہ ۲۵۲ھ کا ہے۔ ابوالحسنؑ کی امامت کا ۲۳واں سال تھا، ابوالحسنؑ بیمار ہوئے۔ ۲۵۴ھ میں اسی بیماری میں انتقال فرمایا، حضرتؑ نے اپنے بیٹے ابومحمد علیہم السلام کو طلب فرمایا، مواریث الانبیاء اور ہتھیار آپ کے حوالے کیے۔ آپ کی امامت کے متعلق نص فرمائی، اپنے ثقات اصحاب کی موجودگی میں آپ سے وصیت کی آپ نے چالیس سال کی عمر میں انتقال فرمایا، سرمن رای میں دفن ہوئے۔

امام حسن عسکری علیہ السلام

آپ کو ابوالحسنؑ اخیر بھی کہتے ہیں۔ آپ سے پہلے حضرت علیؑ اور امام رضا علیہ السلام کی کنیت ابوالحسن ہے، اس لیے آپ کو ابوالحسن اخیر یا ابوالحسن

ثالث کہتے ہیں۔ آپ پر آپ کے باپ نے امامت کے متعلق نص فرمائی تھی۔ امر اللہ کی انجام دہی کے لیے کمربستہ ہو گئے۔ مومنین نے آپ کا اتباع کیا۔ اصحاب حدیث کی روایت کے مطابق آپ کی والدہ گرامی کا نام سلیل رضی اللہ عنہا تھا۔ کہا گیا ہے کہ آپ کی والدہ کا اسم گرامی حدیث تھا۔ صحیح بات یہ ہے کہ سلیل تھا۔ آپ عارفہ اور صالحہ تھیں۔

روایت ہے کہ امام علیہ السلام سنہ ۲۲۶ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت اپنے آباء طاہرین کی ولادت کی طرح تھی۔ حمیری نے اپنے سند میں علی بن مہزیار سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو الحسنؑ کی خدمت میں عرض کی کہ میں نے آپ کے باپ سے دریافت کیا تھا کہ آپ کے بعد کون امام ہوگا تو انہوں نے آپ کے متعلق نص فرمائی تھی۔ فرمایئے آپ کے بعد کس کے پاس ہوگی۔ فرمایا میرے بیٹے کے پاس ہوگی۔ حضرتؑ نے ابو محمدؑ پر نص فرمائی، امام علیہ السلام نے فرمایا۔ حسنؑ اور حسینؑ کے بعد دو بھائیوں میں امامت کبھی نہیں رہ سکتی۔

قلم کا خود بخود تحریر کرنا

ابو ہاشم روایت کرتے ہیں کہ ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ خط تحریر فرما رہے تھے، پہلی نماز کا وقت آ گیا، آپ نے اپنے ہاتھ سے قلم رکھ دیا اور نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ میں نے قلم کو دیکھا یمر علیٰ باقی القرطاس، ن الکتاب ویکتب حتیٰ انتہیٰ الی اخیرہ خط کے باقی اوراق خود بخود لکھ رہا تھا۔ قلم نے پورے کا پورا خط تحریر کر دیا۔ میں آپ کی خدمت میں سجدہ ریز ہو گیا۔ جب حضرتؑ نماز سے فارغ ہوئے تو قلم کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور لوگوں کو ملنے کی اجازت فرمائی۔

نماز پڑھنا قید سے چھوٹنا

ابو ہاشم سے روایت ہے کہ میں نے ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں حبس اور

قید کی شکایت کی۔ حضرتؑ نے میرے پاس تحریر فرمایا، تم آج اپنی جگہ پہ نماز ظہر پڑھنا۔ جیسا حضرتؑ نے فرمایا تھا۔ میں نے نماز ادا کی میں اس وقت رہا ہو گیا۔

اچھا نام محمدؐ ہے

جعفر بن محمد قلانسی روایت کرتے ہیں کہ میرے بھائی محمد نے ابو محمد علیہ السلام کو خط تحریر کیا۔ آپ کی بیوی حاملہ تھی۔ حضرتؑ کی خدمت میں التماس کی تھی کہ آپ اس کی بیوی کے متعلق دعا فرمائیں تاکہ وہ اس بات سے رہائی پائے اور اسے اللہ تعالیٰ فرزند عطا کرے اور حضرتؑ سے یہ بھی التجا کی تھی کہ آپ اس کے فرزند کا نام بھی تجویز فرمائیں۔ امامؑ نے اس کے پاس خط تحریر فرمایا اور لکھا کہ اچھا نام محمدؐ اور عبد الرحمٰن ہے۔ اس کے دو فرزند جڑواں پیدا ہوئے۔ ایک کا نام محمد رکھا اور دوسرے کا نام عبد الرحمٰن۔

ضرورت پڑے تو شرم نہ کرنا

ابو ہاشم داؤد بن قاسم جعفری روایت کرتے ہیں کہ میں ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا۔ اور میں تنگی معاش میں مبتلا تھا۔ میں حضرتؑ سے کوئی چیز طلب کرنا چاہتا تھا لیکن میرا حیا میرے مانع تھا۔ جب میں اپنے گھر واپس لوٹا تو حضرتؑ نے میرے پاس سو دینار روانہ فرمائے اور میرے پاس تحریر فرما دیا کہ جب تمہیں ضرورت ہو تو شرم نہ کیا کرو اور ڈرا نہ کرو۔ اپنی حاجت طلب کیا کرو۔ انشاء اللہ تعالیٰ پوری کی جائے گی۔

مشکوٰۃ کیا ہے

اسحاق بن محمد نخعی، محمد بن درباب (رقاشی) سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں خط تحریر کیا جس میں آپ سے التماس کی کہ مجھے

مشکوٰۃ کے متعلق آگاہ فرمائیں۔ اور میری عورت کے حق میں دعا فرمائیں۔ وہ حاملہ تھی۔ اللہ تعالےٰ اس سے مجھے فرزند عطا فرمائے۔ حضرتؑ نے تحریر فرمایا کہ مشکوٰۃ[1] سے مراد قلب محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔ خط کے نیچے لکھا "اعظم اللہ اجرک" اللہ تعالےٰ تمہارا اجر بڑا کرے اور اللہ تعالےٰ نے تمہارے مقصد کے خلاف ارادہ کیا۔ اس کی بیوی نے مردہ بچہ جنا۔ پھر حاملہ ہوئی اور بچہ جنا۔

امامؑ شیطانی حرکت سے پاک ہے

امام علیہ السلام کے ایک اصحاب نے بیان کیا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا کہ کیا امام کو بھی احتلام ہوتا ہے۔ خط لکھنے کے بعد میں نے اپنے دل میں سوچا کہ احتلام ہونا ایک شیطانی حرکت ہے۔ اس سے اللہ تعالےٰ نے اپنے اولیاء کو محفوظ رکھا ہے۔ حضرتؑ نے تحریر فرمایا۔ ائمہ کی حالت جیسے بیداری میں ہوتی ہے۔ ویسے ہی نیند میں ہوتی ہے۔ نیز ان کو کوئی چیز متغیر نہیں کرتی۔ اللہ تعالےٰ اپنے اولیاء کو شیطانی ذلت سے بچا رکھتا ہے جیسے میں نے اپنے متعلق بیان کیا ہے ایسے ہی تمام معصومین کی حالت ہے۔ اللہ تعالےٰ نے کہا۔ ان عبادی لیس علیھم سلطان میرے بندوں پر شیطان کو کوئی قدرت نہیں ہے۔

دل کی بات جاننا

حسن ابن سہل، علی ابن محمد ابن حسن سے روایت کرتے ہیں کہ بادشاہ بصرہ کی

---

[1] مشکوٰۃ سے مراد مسائل کا قرآن مجید کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔ اللہ نور السموات والارض مثل نورہ مشکوٰۃ اللہ تعالےٰ آسمانوں اور زمین کا روشن کرنے والا ہے اس کے نور کی مثال مشکوٰۃ کی مانند ہے مشکوٰۃ کے لفظی معنی طاق یا وہ جگہ جہاں چراغ رکھا جائے۔ ۱۲ منہ

طرف روانہ ہوا۔ ابو محمد علیہ السلام اس کی مشایعت کی خاطر اس کے ساتھ ساتھ چلے ہم نے حضرتؑ کو ساتھ ساتھ جاتے ہوئے دیکھا ہم لوگ حضرتؑ کے شیعوں کی ایک جماعت تھی۔ حضرتؑ کی واپسی کے انتظار میں بیٹھ گئے۔ امام علیہ السلام جب واپس آئے تو ہمارے پاس ٹھہر گئے۔ اپنے ہاتھ کو اپنی پگڑی کی طرف بڑھایا۔ اس کو سر سے لیا اور ہاتھ میں پکڑ لیا۔ دوسرے ہاتھ سے (پھر اسے) سر پر رکھا۔ آپ کے سامنے ایک منافق ہنس پڑا۔ بات بدلانے کی خاطر ایک آدمی نے کہا میں گواہی دیتا ہوں۔ آپ اللہ تعالےٰ کی حجت ہیں اور اس کے برگزیدہ بندے ہیں۔ ہم نے عرض کی آپ کا مزاج کیسا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ مجھے حضرتؑ کے متعلق شک تھا (امام ہیں یا نہیں) میں نے اپنے دل میں طے کیا ہوا تھا۔ اگر واپسی کے وقت اپنے سر سے عمامہ کو اتار دیا تو میں آپ کی امامت کا قائل ہو جاؤں گا۔

آپ کی خاطر جعفر کو چھوڑ دیا ہے

روایت ہے کہ جب معتمد نے آپ کو قید کیا تو آپ کے بھائی جعفر کو بھی آپ کے ساتھ قید کیا۔ معتمد نے دونوں کو علی حزین کے سپرد کر دیا تھا۔ ہر وقت معتمد علی حزین سے امام علیہ السلام کے متعلق دریافت کرتا رہتا تھا۔ علی معتمد کو بتایا کرتا کہ آپ دن کو روزہ رکھتے ہیں اور تمام رات عبادت کرتے ہیں۔ ایک دن معتمد نے علی حزین سے آپ کے متعلق دریافت کیا۔ تو علی حزین نے پہلے کی طرح بتایا۔ معتمد نے کہا۔ اے علیؑ اسی وقت آپ کے پاس جا۔ اور میرا سلام عرض کرنے کے بعد کہو کہ آج صبح اپنے گھر تشریف لے آئیں۔ علی حزین کا بیان ہے کہ میں صبح قید خانہ کے دروازے پر گیا۔ میں نے وہاں گدھے[1] کو زین پر کسا ہوا پایا۔ امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ بیٹھے ہوئے

---

[1] عرب میں گدھے کی سواری معیوب نہیں سمجھی جاتی۔ گدھے کی سواری کا عام رواج تھا ۱۲ منہ

تھے. جب مجھے دیکھا تو قیام فرما ہوئے۔ میں نے آپ کی خدمت میں معتمد کا پیغام عرض کیا۔ حضرتؑ تشریف لا کر گدھے پر سوار ہو گئے۔ جب سوار ہو چکے تو ٹھہر گئے۔ میں نے عرض کی اے آقا کیوں ٹھہر گئے۔ فرمایا جب تک جعفر نکل کر نہ آجائیں۔ میں نے عرض کی کہ معتمد نے صرف آپ کی رہائی کا حکم دیا ہے۔ جعفر کا نہیں۔ امام علیہ السلام نے مجھے فرمایا۔ پھر معتمد کے پاس جاؤ اور اسے کہو کہ ہم دونوں ایک ہی گھر سے نکلے تھے۔ اگر میں واپس گیا اور جعفر میرے ساتھ نہ ہوا۔ تو اس بارے میں تمہارے متعلق کئی باتیں ہوں گی۔ علی چلا گیا۔ پھر واپس آ کر کہا کہ معتمد کہتا ہے کہ میں نے تمہاری خاطر جعفر کو بھی چھوڑ دیا ہے۔ آپ جعفر کے ساتھ اپنے گھر تشریف لائے۔

مجھے وہاں پاؤ گے

ابو تحف مصری اپنی سند کے ساتھ ابو یعقوب اسحاق ابان سے روایت کرتے ہیں کہ ابو محمد علیہ السلام اپنے اصحاب اور شیعوں کے پاس پیغام روانہ کرتے تھے، کہ فلاں جگہ اور فلاں بن فلاں کے گھر عشاء کے وقت یا عشا کے بعد یا فلاں جنگل میں تم مجھے وہاں پاؤ گے (حضرتؑ قید میں ہوتے تھے) نگران دن رات آپ کے قید خانہ کا دروازہ نہیں چھوڑتے تھے۔ معتمد ہر پانچ منٹ کے بعد نگران تبدیل کر دیتا تھا۔ اور دوسرے نگران مقرر کر دیتا تھا۔ ان سے امام علیہ السلام کی حفاظت قید خانہ کے دروازے پر لگاتار کھڑا رہنے کی نئی وصیت لیتا تھا۔ امام علیہ السلام کے اصحاب اور شیعہ آپ کی بتائی ہوئی جگہ پر جمع ہو جاتے تھے۔ امام علیہ السلام سے پہلے پہنچ جاتے تھے۔ امامؑ قید خانہ سے نکل کر ان کے پاس تشریف لے جاتے تھے۔ وہ لوگ حضرتؑ کی خدمت میں اپنی ضروریات پیش کرتے تھے۔ آپ ان کو ان کے مراتب اور رتبہ کے مطابق پورا فرمایا کرتے تھے۔ وہ آیات اور معجزات لے کر اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے تھے۔ اس حالت میں کہ امام علیہ السلام دشمنوں کی قید میں ہوتے تھے۔

باغات میں ہونا

روایت ہے کہ آپ کا ایک صحابی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ قید میں تھے۔ آپ سے ملا اور کہنے لگا کہ آپ اللہ تعالے کی زمین پر حجتہ اللہ ہیں، اور کمینے لوگوں کی سرائے میں بند ہیں اس شخص نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا (آپ کے دشمنوں کی طرف) امام علیہ السلام نے فرمایا۔ دیکھو! وہ کیا دیکھتا ہے کہ حضرتؑ کے ارد گرد باغات اور نہریں جاری ہیں۔ وہ آدمی بہت متعجب ہوا۔ حضرتؑ نے فرمایا۔ ہم جہاں کہیں بھی ہوتے ہیں ایسی حالت میں ہوتے ہیں۔ ہم کمینے لوگوں کی سرائے میں نہیں ہوتے۔

والدہ کی موت سے آگاہ ہونا

احمد بن مصقلہ روایت کرتے ہیں کہ میں ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امامؑ نے فرمایا اے احمد تم لوگوں کا کیا حال ہے؟ یہ حضرتؑ کے متعلق شک و شبہ میں گرفتار تھے، میں نے عرض کی، جب سے ہمارے آقا کے فرزند کی ولادت کا خط خیریت کے ساتھ موصول ہوا تو ہم میں سے مرد، عورت اور وہ لڑکا جو فہم کے سن پہنچ گیا ہے۔ ہر ایک نے حق بات کہی ہے (ہر فرد آپ کی امامت کا قائل ہو گیا ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا۔ کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ زمین حجتہ اللہ سے خالی نہیں رہتی۔ پھر ابو محمد علیہ السلام نے اپنی والدہ کو ۲۵۹ھ میں حج کرنے کو کہا۔ اور اس کو آگاہ کیا کہ ۶۰ھ (مراد ۲۶۰ھ) میں آپ کو کیا چیز پہنچنے والی ہے۔ پھر حضرتؑ نے اسم اعظم، مواریث الانبیاء اور ہتھیار قائم آل محمدؐ صاحب الزماں کے سپرد کیے۔ ابو محمد علیہ السلام کی والدہ ماجدہ مکہ روانہ ہو گئیں۔

امام ابو محمد علیہ السلام نے ماہ ربیع الاخر ۲۶۰ھ میں انتقال فرمایا بسر من رائی

میں اپنے والد ابوالحسن علیہ السلام کے پہلو میں دفن ہوئے۔ پیدائش سے لے کر موت کے وقت تک آپ کی عمر ۲۹ سال تھی۔

قائم آل محمد علیہ السلام[1]

میں نے بہت سی کتب میں بہت سی صحیح روایات میں دیکھا ہے کہ حضرت حکیمہ بنت ابو جعفر (ثانی) محمد بن علی علیہ السلام کی لونڈی تھی، جو آپ کے گھر میں پیدا ہوئی اور وہیں پرورش پائی۔ جس کا نام نرجس تھا۔ جب بڑی ہو گئی تو ایک

---

[1] حضرت قائم آل محمد سامرہ میں پوشیدہ ہوئے۔ جہاں آپ نے غیبت فرمائی۔ وہ جگہ غار کے نام سے مشہور ہے غار کے اوپر قبہ بنا ہوا ہے۔ غار کے اندر سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ غار کے دروازے پر زیارت پڑھی جاتی ہے۔ سامرہ کاظمین سے ۸۰ میل دور ہے۔ پکی سڑک بنی ہوئی ہے۔ دریا پر پل بنا ہوا ہے۔ سامرہ میں وہ کنواں موجود ہے۔ جہاں دشمنوں کے ڈر سے آپ کو پوشیدہ کر دیا جاتا تھا۔ زیارت کے قابل چیز ہے۔ سامرہ کے باہر خلفائے بنو عباس کے محلات کے کھنڈرات موجود ہیں۔ سامرہ سے اگر آپ بذریعہ موٹر کار کاظمین تشریف لائیں تو نصف راہ پر آپ کو سید محمد رحمۃ اللہ کا مزار ملے گا۔ پکی سڑک سے اتر کر ۷، ۸ میل کے فاصلہ پر کچی سڑک کے ذریعہ جانا پڑتا ہے۔ آپ کا مزار کرامات کے ظہور اور اجابت دعا کا مرکز ہے آپ کے متعلق مشہور ہے کہ دست دعا ابھی بلند ہوتے ہیں۔ آپ اسی وقت دعا قبول فرما لیتے ہیں۔ میں نے آپ کے مزار مقدس کی جولائی ۶۱ء میں زیارت کی ہے اجابت دعا کا معجزہ خود ملاحظہ کیا ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ مشہد مقدس اور شہزادہ عبدالعظیم وغیرہ کی زیارت کرتا ہوا کاظمین پہنچا تھا۔ ایران کی خنکی یکدم ختم ہو گئی تھی۔ عراق کی گرمی نے میری بری حالت کر دی تھی۔ مجھے قریباً ۱۰۲ کا بخار ہو گیا تھا۔ بخار کے علاوہ خونی پیشاب کی شکایت تھی۔ چند منٹ کے بعد پیشاب کی خواہش

دن، امام ابو محمد علیہ السلام، امام حسن عسکری (گھر) میں داخل ہوئے اور نرجس کی طرف دیکھا۔ جناب حکیمہ نے کہا۔ اے میرے آقا میں نے آپ کو دیکھا ہے، کہ آپ نرجس کی طرف دیکھ رہے ہیں امام علیہ السلام نے فرمایا۔ میں نے اس کو تعجب کی نگاہ سے نہیں دیکھا بلکہ ایک اللہ تعالےٰ کے بزرگ مولود کو دیکھ رہا ہوں جو اس سے پیدا ہوگا۔ حضرتؑ نے جناب حکیمہ سے کہا کہ آپ میرے باپ ابوالحسن سے اجازت طلب کریں کہ میں اس کو حاصل کر سکوں، جناب حکیمہ نے حکم کی تعمیل کی امام علی نقی علیہ السلام نے اس بات کی اجازت دیدی۔

(بقیہ حاشیہ ص ۱۷۰) ہوتی تھی۔ بے حد تکلیف اور کرب کے ساتھ چند قطرے خون کے ٹپک پڑتے تھے علاج کرتے کرتے تھک گیا۔ کسی چیز سے فائدہ نہیں ہوتا تھا۔ عالم غربت میں بے حد پریشان تھا۔ بچے ساتھ تھے۔ سامرہ جا کر میری حالت بے حد ابتر ہو گئی تھی۔ مجھے سامرہ کے خادم سید عبدالکریم صاحب نے بتایا کہ حضرت سید محمد کے مزار پر جاؤ۔ آپ کا یہ اعجاز ہے کہ دست دعا ابھی بلند ہوتے ہیں اور دعا قبول ہو جاتی ہے۔ صبح اٹھتے ہی میں نے ڈرائیور سے کہا، موٹر سیدھی سید محمد صاحب کے مزار پر لے چلو۔ صبح دس بجے کے قریب آپ کے مزار پر پہنچے۔ میری حالت یہ تھی کہ بے حد لاچار تھا۔ اللہ اللہ کر کے آپ کے حرم کے اندر داخل ہوا۔ مشکل سے طواف کیا، نماز نافلہ کی تو سکت ہی نہیں تھی۔ ضریح کے سامنے والے دروازے پر بیٹھ گیا اور ضریح کی طرف مخاطب ہو کر ملتانی زبان میں عرض کی اے سید محمدؑ میں تو آپ کی کرامت کا تب قائل ہوں گا جب آپ مجھے اس مصیبت سے نجات دلا دیں۔ میں تو ملتان جا کر تب آپ کی کرامات کے گیت گاؤں گا۔ چند منٹوں کے بعد مزار مقدس سے باہر آگیا۔ حرم کے بڑے دروازے سے باہر نکلا۔ ایک دفعہ خفیف سا پیشاب آیا۔ پھر بس چند لمحوں کے اندر نہ بخار تھا اور نہ خونی پیشاب کی تکلیف بالکل تندرست اور ٹھیک ہو گیا ایسا معلوم

امامؑ کی ولادت

میں نے کتاب وصایا وغیرہ میں پڑھا ہے کہ شیوخ کی ایک جماعت جس میں اعلان کلابی، موسیٰ بن احمد مزاری احمد بن جعفر اور محمد شامل ہیں۔ اپنی سند کے ساتھ حکیمہ بنت ابو جعفرؑ سے جو ابو محمدؑ کی پھوپھی ہیں سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں حسب معمول امام ابو محمدؑ کے لیے اللہ تعالےٰ سے دعا مانگ رہی تھی کہ اللہ تعالےٰ فرزند عطا کرے۔ ابو محمد علیہ السلام نے فرمایا اے پھوپھی وہ مولود اس رات پیدا ہوگا۔ آج آپ ہمارے ہاں افطار کرنا۔ وہ رات جمعہ کی رات تھی۔ حکیمہ خاتون نے عرض کی اے میرے آقا وہ مولود کس سے پیدا ہوگا۔ حکیمہ خاتوں کا بیان ہے کہ مجھے لونڈیوں میں سے نرجس سے زیادہ کوئی اور محبوب نہ تھی تو میرے استقبال کو آگے بڑھی میرے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ اپنے ہاتھ سے میری جرابیں اتاریں (لعدمیں) جب میں اس کے پاس گئی۔ اس نے میرے ساتھ وہ برتاؤ کیا جو ہمیشہ کیا کرتی تھی۔ میں نے جھک کر اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ اور اسے ایسا کرنے سے منع کیا۔ (اب نوکرانی کی طرح خدمت نہ کیا کرو) اس نے عادت کے ساتھ میرے ساتھ گفتگو کی اور میں نے بھی اس کے ساتھ ایسی بات چیت کی۔ اس نے بات (مولود کی) بتلانے سے انکار کر دیا۔ میں نے کہا تم سے جو کچھ وقوع پذیر ہونے والا ہے۔ اس سے کیوں انکار کرتی ہو۔ اللہ تعالےٰ تمہیں اس رات ایک ایسا فرزند عطا کرے گا۔ جو دنیا اور آخرت دونوں کا سردار ہوگا۔ سَیِّداً فی الدنیا والاخرۃ یہ سن کر

بقیہ ص ۱۷۱ ہوتا تھا کہ مجھے کوئی تکلیف ہی نہ تھی، میرے ساتھی میری اس حالت کو دیکھ کر بے حد متاثر ہوئے، میں آپ کی اس کرامت کو دیکھ کر سربسجود ہوا حضرت سید محمد علیہ الرحمۃ امام نقی علیہ السلام کے فرزند ہیں، حضرت کی سوانح عمری مخزن کرامات کے نام سے شائع ہوگئی ہے۔ مکتبہ الساجد ۸۵ شمس آباد کالونی ملتان سے ملتی ہے۔

نرجس شرما گئیں۔

حکیمہ کا بیان ہے کہ مجھے تعجب ہوا۔ میں نے ابو محمد علیہ السلام سے کہا کہ میں نے نرجس میں حمل کی کوئی علامت نہیں دیکھی (یہ سن کر) امام علیہ السلام نے مسکرا دیا اور مجھے فرمایا انا معشر الاوصیا لانحمل فی بطون نحمل فی الجنوب ہم تمام اوصیا شکم میں نہیں ہوتے بلکہ ماؤں کے پہلو میں ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا بزرگ مولود اس رات فجر کے وقت پیدا ہوگا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

میں نرجس کے قریب ہو گئی۔ ابو محمدؑ صف پر جاگتے رہے۔ جب شب کا وقت ہوا تو میں شب کی نماز پڑھنے کھڑی ہو گئی۔ نرجس سوئی ہوئی تھی۔ اس میں ولادت کے آثار بالکل نہیں تھے۔ میں نے نماز پڑھنی شروع کی، پھر وتر پڑھے۔ میں ابھی نماز وتر پڑھ رہی تھی کہ میرے دل میں خیال گزرا کہ فجر نمودار ہو گئی ہے۔ میرے دل میں کوئی چیز پیدا ہوئی۔ ابو محمد علیہ السلام صف سے چیخ اٹھے۔ لونڈی (مراد نرجس خاتون) نے اپنے آپ کو ہلایا، میں اس کے قریب ہو گئی۔ اس کو سینہ سے لگایا۔ اس پر کوئی چیز پڑھی، میں نے کہا (اے نرجس) کچھ محسوس ہوتا ہے۔ اس نے کہا "ہاں" مجھے نیند کا غلبہ ہے۔ وہ بیٹھے ہوئے نیند کر رہی تھی۔ وہ اس وقت بیدار ہوئی جب ہمارے آقا اور ہمارے سردار دنیا میں تشریف لائے۔ اسی اثناء میں ابو محمد علیہ السلام نے بلند آواز سے کہا۔ اے پھوپھی میرا فرزند میرے پاس لاؤ۔ میں نے اپنے آقا امام مہدی علیہ السلام سے پردہ ہٹایا۔ کیا دیکھتی ہوں کہ آپ سجدے میں پڑے ہوتے ہیں دائیں بازو پر فجاء الحق زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا حق آگیا باطل مٹ گیا۔ بے شک باطل مٹ جانے والی چیز ہے۔ لکھا ہوا ہے میں نے آپ کو سینے سے لگایا۔ آلائشوں سے پاک تھے۔ ختنہ سے پاک تھے۔ (مختون پیدا ہوئے)۔ میں نے آپ کو لے کر ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرتؑ نے آپ کو بائیں ہتھیلی پر بٹھایا اور دائیں ہاتھ کو اس کی پشت پر رکھ دیا، پھر سبابہ انگلی آپ کے منہ میں دے دی۔ پھر فرمایا۔ اے میرے بیٹے کہو۔ حضرتؑ نے کہا۔

و اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمداً رسول اللہ و ان امیرالمومنین علیہ ا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ رسول ہیں اور علیؑ امیرالمومنین ہیں۔ آپ لگاتار اوصیاء علیہ السلام کو گنتے رہے۔ حتیٰ کہ اپنے آپ کو گنوا دیا۔ ابو محمد علیہ السلام کے ہاتھوں پر تمام اوصیا کے حق میں کشائش کی دعا کی۔ پھر امام مہدی علیہ السلام خاموش ہو گئے۔ ابو محمد علیہ السلام نے فرمایا۔ اس کو اپنی ماں کے پاس لے جاؤ۔ تاکہ ماں کو سلام کریں۔ آپ نے مجھے دے دیا۔ میں آپ کو لے کر آپ کی ماں کے پاس لے آئی۔ آپ نے اپنی ماں کو سلام کیا۔ پھر میں حضرتؑ کو امام ابو محمد علیہ السلام کے پاس لائی۔ میرے اور حضرتؑ کے درمیان پردہ کی مانند کوئی چیز حائل ہو گئی۔ پھر میں نے اپنے آقا اور مولا کو نہ دیکھا۔ میں نے ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ میرے آقا کہاں گئے ہیں۔ فرمایا اس کو اس نے لے لیا ہے جو آپ سے اور ہم سے زیادہ حقدار تھا۔ ساتویں دن میں نے آکر سلام کیا اور بیٹھ گئی۔

ابو محمد علیہ السلام نے فرمایا۔ میرے بیٹے کو میرے پاس لاؤ۔ میں اپنے آقا علیہ السلام کو لے کر حاضر ہوئی۔ حضرتؑ زرد رنگ کے کپڑوں میں ملبوس تھے۔ یہ پہلی مرتبہ پہنائے گئے تھے۔ پھر ابو محمد علیہ السلام نے آپ سے (صاحب الامر علیہ السلام سے) کہا۔ میرے بیٹے کہو۔ آپ نے کہا۔ اشھد لا الہ الا اللہ اکملا محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور امیرالمومنین علیہ السلام اور ائمہ علیہم السلام پر درود پڑھا۔

صاحب الامر علیہ السلام اپنے باپ کے نام پر آکر رک گئے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم و نرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض و نجعلھم ائمۃ و نجعلھم الوارثین و نمکن لھم فی الارض و نری فرعون وھامان و جنودھما منھم ما کانوا یحذرون۔ اور ہم یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ ان لوگوں پر جو اسی زمین میں کمزور کر دیے گئے ہیں۔ احسان کریں اور ان کو امام بنائیں اور ان کو ہم وارث قرار دیں اور اس سرزمین

میں ان کو تسلط عطا کریں اور اس فرعون اور ہامان کو اور ان دونوں کے لشکر کو جو انہی میں سے تھے۔ وہ کچھ دکھلا دیں جن کا ان کی طرف سے خوف کھایا کرتے تھے۔ میں آپ لوگوں سے چلی گئی۔ پھر واپس آئی تو آپ کو مفقود پایا اور نہ دیکھا۔ میں نے ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی اے میرے سردار میرے آقا علیہ السلام نے کیا کیا ہے؟ فرمایا اے پھوپھی! ہم نے اس کو اس ذات کے سپرد کیا ہے جس کے پاس موسیٰؑ کی ماں نے موسیٰؑ کو سپرد کیا تھا۔ ابو ہاشم جعفری بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوالحسن علی بن محمد علیہم السلام کو فرماتے ہوئے سنا۔ میرا جانشین میرا بیٹا حسن ہو گا۔ میرے جانشین کے بعد اس کے جانشین کی کیا حالت ہو گی۔ میں نے عرض کی۔ اے میرے سردار کیوں؟ امام علیہ السلام نے فرمایا۔ تم اس کی ذات کو نہیں دیکھ سکو گے۔ ان کا نام لے کر اس کو یاد کرنا تمہارے لیے جائز نہیں ہے۔ میں نے عرض کی ہم کس طرح اس کو یاد کریں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا تم کہو الحجۃ من آل محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔

آپ کے پیچھے حضرت عیسیٰؑ نماز پڑھیں گے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے امت کو مہدی علیہ السلام کے خروج اور آپ کے خاتم الائمہ ہونے کی خبر سے آگاہ کر دیا تھا۔ فرمایا تھا۔ یملا الارض قسطا و عدلا کما ملئت ظلما و جورا وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ اس سے پہلے زمین ظلم اور جور سے بھری ہوئی ہو گی۔ حضرتؑ کے خروج اور ظہور کے وقت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے۔ عیسیٰ علیہ السلام امام علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ اس حدیث پر شیعہ اور علماء شیعہ، اہل سنت خاص، عام شیوخ اور اطفال نے اس حدیث کی شہرت کی وجہ سے اتفاق کیا ہے۔ آپ کی غیبت کی حکمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسی ہے جیسے آپ سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نبی غیب رہے ہیں۔ اور لوگوں کو اپنے نور سے فائدہ پہنچاتے رہے ہیں۔ آپ کی غیبت سے انکار قلت تمیز کم فہمی اور

شرائع سابقہ سے کم علمی کی وجہ سے ہے۔ اللہ تعالٰے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے قائم منتظر مہدی علیہ السلام کا اقرار ہم پر لازم قرار دیا ہے۔ قال اللہ تعالٰے افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالہا۔ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے۔ ان کے دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالٰے نے حضرت موسٰے علیہ السلام کے قصہ میں خبر دی ہے کہ حضرت موسٰے علیہ السلام کے شیعہ تھے اور موسٰے کی معرفت رکھتے تھے۔ آپ کی ولایت سے متمسک تھے اور حضرت موسٰے علیہ السلام کی دعوت کے منتظر تھے جیسا کہ اللہ تعالٰے فرماتا ہے ودخل المدینۃ علی حین غفلۃ من اہلہا فوجد فیہا رجلین یقتتلان ہذا من شیعتہ وہذا من عدوہ فاستغاثہ الذی من شیعتہ علی الذی من عدوہ الایۃ اور وہ ایسے وقت میں شہر میں جب کہ اہل شہر غافل تھے پہنچے تو اس نے دو شخصوں کو لڑتے ہوئے پایا ایک تو ان کے شیعوں میں سے تھا۔ اور ایک ان کے دشمنوں میں سے پس اس شخص کے برخلاف جو ان کے دشمنوں سے تھا۔ ان سے استغاثہ کیا پس موسٰے نے اس کے ایک گھونسا مارا کہ اس کا خاتمہ ہو گیا۔ اللہ تعالٰے نے اپنی کتاب میں اس بات کی خبر دی ہے کہ حضرت موسٰے علیہ السلام کے شیعہ تھے اور موسٰی کے اظہار دعوت سے پہلے موجود تھے۔ موسٰے کے امر کے پابند تھے حالانکہ انہوں نے حضرت موسٰے کو دیکھا نہیں تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس میں اللہ تعالٰے کی حکمت تھی۔ اہل علم اہل سنت اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت موسٰے علیہ السلام جب کئی سال شعیب علیہ السلام کی بکریاں چرانے کے بعد اپنی بیوی کو لے کر حضرت شعیب سے واپس لوٹے تھے۔ تب نبوت کا اعلان کیا تھا۔ لیکن موسٰی علیہ السلام شہر میں جب داخل ہوئے۔ اور دو آدمی آپس میں لڑ رہے تھے، یہ واقعہ حضرت شعیب کے پاس جانے سے پہلے کا ہے۔ یہ فقرہ کہنے والا کہ موسٰے کا شیعہ ہے یا موسٰے کا دشمن ہے۔ حضرت موسٰے کی ذات کو نہیں جانتا تھا اور نہ آپ کے وجود

کو پہچانتا تھا۔ لیکن غائبانہ حضرت موسٰے کو جانتا تھا اور آپ کی نبوت کا اقرار کرتا تھا اور حضرت موسٰے کی اطاعت اور آپ کی دعوت نبوت کے انتظار کو اپنے اوپر فرض کر رکھا تھا اور حجج اللہ (انبیا) جو موسٰے علیہ السلام کی شریعت سے پہلے آئے تھے۔ انہوں نے موسٰی کا فرعون اور سرکشوں کو قتل کرنے کی خبر دی ہوتی۔ تو فرعون بنی اسرائیل کو موسٰے علیہ السلام کی تلاش میں قتل نہ کرتا۔ حالانکہ حضرت موسٰے فرعون کی گود میں پرورش پا رہے تھے اور فرعون آپ کو نہیں جانتا تھا کہ یہی وہ موسٰی ہیں جن کی مجھے تلاش ہے اگر انبیاء علیہم السلام کے اخبار میں یہ بات نہ بیان کی گئی تھی جو موسٰی علیہ السلام کے پوشیدہ رکھنے میں حکمت تامہ مضمر تھی (تو وہ موسٰے علیہ السلام کی تلاش نہ کرتے) موسٰے علیہ السلام کے ظہور تک رک جانے۔ موسٰے علیہ السلام کے پوشیدہ رکھنے میں جو مصلحت تھی۔ وہی مصلحت حضرت امام مہدیؑ کے پوشیدہ رکھنے کی ہے) اللہ تعالٰے کے گزشتہ انبیاء کے متعلق بہت سی روایات آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر ہمارے زمانے تک وارد ہوئی ہیں کہ بعض انبیاء پوشیدہ رہتے تھے اور بعض ظاہر ہوتے تھے۔ حضرت موسٰے علیہ السلام کے قصے کی طرح حضرت ابراہیمؑ اور نمرود کا واقعہ ہے۔

ل سرزمین عراق میں ائمہ معصومین علیہم السلام کی زیارت کے علاوہ بہت سی چیزیں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں، آثار بابل جن کا ذکر پہلے کر چکا ہوں عقرقوف جو قدیم عمارت ہے۔ مینار کی صورت میں بنی ہوئی ہے، یہ وہ مینار ہے جس پر بیٹھ کر معاذ اللہ نمرود اللہ تعالٰے کی تیر مارا کرتا تھا۔ یہ مینار ریلوے اسٹیشن کاظمین جو جوادین کے نام سے مشہور ہے سے چند میل دور ہے۔ مقام ابراہیم وہ جگہ ہے جہاں نمرود نے حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا تھا کربلا معلٰے سے حلہ تشریف لے جایئے۔ حلہ سے کوئی دس بارہ میل کے فاصلہ پر یہ جگہ موجود ہے۔ بہت اونچا ٹیلہ ہے۔ نصف مربع کے قریب جگہ کو گھیرے

نمرود نے اپنے اصحاب کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تلاش میں روانہ کیا تھا تاکہ آپ
کو تلاش کر کے قتل کردیں اور حضرت ابراہیم غیبت کے عالم میں تھے آپ کے شیعہ

بقیہ حاشیہ ص ۱۰۰

ہوئے ہے. آدمی اس پر چڑھتے چڑھتے تھک جاتا ہے. بیان کیا جاتا ہے کہ
اس کی اتنی اونچائی نمرود کی جمع کردہ لکڑیاں کی راکھ کی وجہ سے ہوگئی ہے
راکھ کے آثار ٹیلے پر دکھائی دیتے ہیں. ٹیلا کی چوٹی پر مسجد بنی ہوئی ہے اس
کے اندر تہ میں مقام ابراہیم بتایا جاتا ہے. حضرت ابراہیمؑ اس جگہ آگ میں
گرائے گئے تھے. قابل دید چیز ہے. مقام ابراہیمؑ کے مقابل میں تل نمرود
ہے جو قریباً تین ایکڑ اراضی کے فاصلے پر ہے یہ بہت ہی اونچی جگہ ہے اس
کی چوٹی پہ ایک کچی دیوار کوئی پانچ چھ گز کے قریب اونچی اور دس بارہ
گز کے قریب لمبی ہے. اب یہ دیوار تھوڑی سی شگفتہ ہو چکی ہے. نمرود نے جس
پر بیٹھ کر ابراہیم علیہ السلام کے جلنے کا نظارہ دیکھنا چاہا جو چار ہزار سال سے
اب تک موجود ہے. تل نمرود پر چڑھ جانا ہر شخص کا کام نہیں. ہمارے نوجوان
ساتھی اوپر چڑھ گئے تھے. نمرود پر خوب لعنتیں کی گئیں. میری بیٹی رضیہ فاطمہ
نے خوب لعنتیں برسائیں. دیوار کو ڈھیلے برسائے گئے. اندر سے بلی کی شکل کے
جانور اور سانپ نکل آئے. جس سے ڈر کر ہمارے نوجوان ساتھی نیچے اتر
آئے. ان دونوں مقامات کے قریب بالکل آبادی نہیں ہے اگر آپ زیارت
کے لیے جائیں تو ضرور ان مقامات کو دیکھیں. حلہ کے آس پاس تھوڑے
تھوڑے فاصلہ پہ آپ کو زیارات کے کافی مقامات ملیں گے. بابل کے
آثار قدیمہ کے پاس عمران بن علی کا قبہ ملے گا. اونچی جگہ پر آپ کا قبہ موجود
ہے. سبز رنگ کا قبہ ہے. قبہ کے چاروں طرف بہت اونچے اونچے ریت
کے ٹیلے ہیں. قبر گہرائی کے اندر ہے نیچے سیڑھیوں کے ذریعے اترنا پڑتا
ہے. لکڑی کا کٹہرا بنا ہوا ہے. مقام ابراہیمؑ سے کوئی آٹھ میل کے فاصلہ

آپ کے ظہور کے منتظر تھے. اگر اللہ تعالیٰ کی حکمت نبی کے ایک ماہ کی غیبت کی
اجازت دیتی ہے تو ایک سال کی غیبت کی اجازت بھی دے سکتی ہے. اگر ایک
سال کی مدت جائز ہے تو بہت سے سالوں کی غیبت کی مدت بھی جائز ہے اس میں
اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت مضمر ہے. مخالفین میں کچھ ایسے لوگ ہیں جو مہدی
علیہ السلام کے ظہور کے قائل ہیں. لیکن اس بات میں انہیں شک ہے کہ آپ اپنے
باپ حسنؑ الاخیر کی وفات سے لے کر اس وقت آپ کیسے زندہ رہ سکتے ہیں. کیونکہ

بقیہ حاشیہ ص ۱۰۰

پر ایک چھوٹی سی بستی میں حضرت زید بن علی بن حسین علیہ السلام کا قبہ ہے
سفید رنگ کا گنبد بنا ہوا ہے حلہ کے شہر میں سید ابن طاؤس علیہ الرحمت
کا قبہ ہے. صحن کے اندر کھجوروں کے تین درخت موجود ہیں. حلہ سے کچھ فاصلے
پر حضرت ایوب علیہ السلام کا مزار ہے جو دریائے فرات کے کنارے واقعہ ہے
روضہ کی پشت کی جانب دو کنوئیں ہیں جن کا پانی بطور شفا استعمال کیا جاتا
ہے. زائرین کا ہجوم تھا. پانی سے نہا رہے تھے اور بطور تبرک ڈبوں میں
بند کر رہے تھے. حضرت قاسم بن امام موسیٰ کاظم کے مزار کے قریب حضرت
حمزہ بن حسن بن عبداللہ بن ابوالفضل العباسؑ کا مزار ہے. آپ کا مزار لاعلاج
مریضوں کی آماجگاہ ہے. ہزاروں کی تعداد میں روزانہ بیمار آتے ہیں شفا پا کر
چلے جاتے ہیں. میں نے آپ کے مزار پہ بے پناہ ہجوم دیکھا کوفہ کے قریب ذوالکفلؑ
کا مزار ہے. پرانی طرز کی عمارت ہے باہر عبرانی زبان کے دو کتبے لگے ہوئے ہے
[illegible] ہاں کے تربوز بڑے میٹھے ہیں. کوفہ میں دریائے فرات کے کنارے حضرت
[illegible] نبی کا مزار ہے. نجف اشرف جاتے ہوئے راستہ میں ایک میدان میں
حضرت کمیل بن زیاد کا مقبرہ ہے. زائر کو ان مقامات کی ضرور زیارت کرنی
چاہیے. نجف اشرف میں امیر المومنین علیہ [illegible] کا مزار [illegible]
وادی السلام [illegible] کے اندر حضرت [illegible]

انہوں نے اپنے مشاہدہ میں عام طور پر یہی دیکھا ہے کہ سو سال کے بعد آدمی مرجاتا
ہے۔ یہ ان کا عقیدہ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر قلتِ فہم اور قلت ایمان کی وجہ سے
ہے۔ یہ حضرت نوح علیہ السلام کے قصے سے نادانی کی بنا پہ ہے۔ خیال کرتے ہیں جس
کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے کہ نوح علیہ السلام اپنی قوم میں ساڑھے
نوسو سال زندہ رہے وانہ لبث فی قومہٖ الف سنہ الا خمسین عاماً
اس طرح اللہ تعالیٰ کی حکمت میں یہ بات جائز ہے کہ وہ اپنی قدرت کے ذریعہ
خلف، صالح، ہادی، مہدی، حجت بالغہ، کلمہ تامہ اور آیت باقیہ علیہ السلام کو جس
قدر چاہے زندگی عطا کرے۔ غیبت میں اللہ تعالیٰ کی حکمت مستور ہے۔ اور
استقامت امر مطلوب ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت مہدی علیہ السلام ظہور فرمائیں
گے تاکہ وہ وعدہ پورا ہو جائے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے کیا ہے۔ روایت ہے کہ ہمارے آقا حجت صاحب الزمان امر اللہ کی انجام وہی
میں ۲۶۰ھ میں پوشیدہ طور پر مصروف ہوئے۔ اپنے ثقہ اصحاب سے ایسی بات
نہ تھی۔ ان سے ظاہراً تبلیغ اسلام فرماتے تھے۔ اس وقت آپ کی عمر چار سال چھ
ماہ تھی۔ معتمد آپ کی تلاش میں مصر تھا تاکہ آپ کو قتل کر کے اللہ تعالیٰ کے نور
کو بجھا دیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس بات سے انکار کر دیا۔ وہ اپنے نور کو تمام کر کے
رہے گا۔ اگرچہ کافر چیں بجبیں ہوتے رہیں۔ صحیح روایت ہے کہ قائم علیہ السلام
جمعہ کے دن طلوع فجر کے وقت پیدا ہوئے۔ ماہ شعبان کی چودہ تاریخیں گزر چکی
تھیں۔ ۲۵۵ھ تھا۔ شیعہ کا اس بات پہ اتفاق ہے کہ حضرت حجت صاحب الزمان
علیہ السلام اپنے ثقات اور آپ بعض موالی پر غیبت کے زمانہ میں ان کی
رہنمائی کرتے رہے۔ بدت تک عراق میں ابو عمرو عثمان کے پاس حضرت کے خطوط

بقیہ حاشیہ: علیہ السلام کے مزارات ہیں۔ مقام امام جعفر صادق اور مقام صاحب الزمان
بھی اسی وادی میں ہیں۔ ۱۲ محمد شریف عفی عنہ

اور فرمان آتے رہے۔

سات سو دینار روانہ کرو

شیعہ نے احمد بن حسین مادرانی سے روایت کی ہے کہ میں شما تکین کے ساتھ پہاڑ
پر آیا۔ میں امامت کا قائل نہیں تھا۔ لیکن فی الجملہ اہل بیت علیہم السلام سے محبت
کرتا تھا۔ حتیٰ کہ یزید بن عبداللہ تمیمی شہرورد مر گیا۔ یہ اطراف کا بادشاہ تھا۔ اس کے
پاس ایک گھوڑی تھی جو نجابت سے موصوف تھی جو مصروفیات کے نام سے پہچانی جاتی
تھی۔ مجھے اس نے اپنی اس بیماری میں وصیت کی جس میں اس کا انتقال ہو گیا تھا۔
کہ میں اس گھوڑی کو آپ کی تلوار اور کوٹ کو اس شخص کے حوالے کر دوں۔ جس کو
صاحب الزمان علیہ السلام کہتے ہیں۔ مجھے اس بات کا خوف ہوا کہ اگر میں نے گھوڑی
تکین بن شما تکین کے حوالے نہ کی۔ تو مجھے اس سے تکلیف پہنچے گی۔ مجھے فکر دامن
گیر ہو۔ میں نے گھوڑی، تلوار اور کوٹ کی قیمت اپنے دل میں سات سو دینار مقرر
کی۔ میں نے اس بات پہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی کو خبر نہ دی۔ اسی اثناء
میں میرے پاس عراق سے (صاحب الزمان کا) ایک فرمان موصول ہوا کہ میرے
پاس سو دینار روانہ کرو جو پہلے سے تمہارے پاس گھوڑی، تلوار اور کوٹ کی
صورت میں موجود ہیں۔ میں حضرت صاحب الامر علیہ السلام پر ایمان لایا۔ میں
نے اس بات کو تسلیم کیا صدقہ دیا۔ اور حق بات کا معتقد ہو گیا اور مال اٹھا
کر دے دیا۔

دوائی بھیجنا

ابو قاسم حلبیسی روایت کرتے ہیں کہ میں عسکری میں بیمار ہوا۔ عسکہ ہی سے
مراد سر من رائے ہے۔ میں زندگی سے مایوس ہو گیا تھا۔ میری موت یقینی تھی۔ صاحب
الامر علیہ السلام نے اپنی طرف سے میرے پاس ایک شیشی روانہ فرمائی جس میں

بنفشہ بنا تھا۔ میں نے اس بات کا سوال نہیں کیا تھا۔ میں اس کو معین مقدار کے بغیر کھا گیا۔ جب میں دوائی کھا کر فارغ ہوا تو ٹھیک ہو گیا۔ باقی دوائی خود بخود شیشی میں ختم ہو گئی۔

مال طاق میں رکھا ہے

حسن بن جعفر قزوینی سے روایت ہے کہ ہمارا ایک بھائی فوت ہو گیا۔ اس نے کسی سے وصیت نہیں کی تھی۔ اسکے پاس مدفون مال تھا۔ ورثا میں اس بات کو کوئی نہیں جانتا تھا۔ عراق میں حضرتؑ کی طرف اس کے متعلق خط تحریر کیا گیا۔ فرمان موصول ہوا کہ مال فلاں گھر میں طاق میں فلاں جگہ رکھا ہوا ہے۔ یہ مال ہے جگہ کو اکھاڑا گیا اور مال نکالا گیا۔

اللہ تعالےٰ دیر کرتا ہے

علیان سے روایت ہے کہ میری بیٹی ہوئی جس سے مجھے سخت غم ہوا۔ میں نے (حضرت صاحب الزمان علیہ السلام سے غیبت کے زمانے میں) اس بات کی شکایت کی۔ میرے پاس فرمان موصول ہوا کہ عنقریب تمہیں اس سے نجات مل جائے گی۔ مدت کے بعد وہ لڑکی مر گئی پھر فرمان موصول ہوا۔ جس میں تحریر تھا۔ اللہ تعالےٰ دیر کرتا ہے تم لوگ جلدی کرتے ہو۔

بیت الحمد

ابو جعفر علیہ السلام سے روایت ہے کہ صاحب الزمان علیہ السلام کا ایک گھر ہے جس کو بیت الحمد کہتے ہیں۔ آپ کی ولادت کے روز سے لے کر اس روز تک جب آپ تلوار لے کر کھڑے ہوں گے۔ اس گھر میں ایک چراغ روشن رہے گا۔

اپنا نام نہ لکھا لیکن نام کے ساتھ جواب موصول ہو گیا

احمد بن محمد جبلی کا بیان ہے کہ ابو محمد علیہ السلام کے انتقال کے بعد میں نے صاحب الزمانؑ کے متعلق شک کیا۔ میں عراق کی طرف گیا۔ وہاں رسا کی طرف گیا۔ میں نے سنا تھا کہ عراق میں ابو محمد علیہ السلام کے حرم کا ایک دربان پوشیدہ طور پر صاحب الزمان علیہ السلام کا وکیل ہے۔ مگر ثقہ شیعوں سے نہیں۔ میں نے جا کر دربان کو پانچ دینار دیئے اور ایک رقعہ تحریر کیا۔ جس میں اپنے متعلق دعا کی التماس کی۔ میں نے رقعہ کو بغیر نام کے تحریر کیا۔ حضرتؑ کا فرمان موصول ہوا۔ جس میں پانچ دینار کی وصولی اور مجھے میرے باپ کے نام کے ساتھ دعا کی تھی۔ میں نے اپنا نام تحریر نہیں کیا تھا۔ نہ دربان مجھے جانتا تھا اور نہ وہ اشخاص جو وہاں موجود تھے۔ مجھے پہچانتے تھے۔ میں حضرتؑ پر ایمان لایا۔ قائم آل محمد علیہ السلام کی امامت کا قائل ہو گیا۔

تھیلی دینے سے مقصد حل ہو گیا

محمد بن جعفر کا بیان ہے کہ ہمارا ایک بھائی کسی کام کی خاطر عسکہ کی طرف روانہ ہوا۔ آپ کا بیان ہے کہ جب میں عسکہ پہنچا۔ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ اس دوران ایک شخص نے آکر مہر شدہ تھیلی میرے سامنے رکھ دی اور خود چلا گیا۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو تھیلی کی مہر کو توڑا۔ اس میں ایک رقعہ موجود تھا جس میں وہ تمام باتیں مفصل تحریر تھیں۔ میں مکہ سے واپس لوٹ آیا۔

ایک کو فرزند ملا دوسرے کا حمل گر گیا

دو آدمیوں نے حمل کے متعلق صاحبؑ الزمان کی خدمت میں خط تحریر کیا۔

جواب میں ایک خط وارد ہوا۔ دوسرے خط میں تحریر تھا اے احمد اللہ تمہیں اجر دینے والا ہے۔ اس کی عورت کا حمل ساقط ہو گیا۔ دوسرے کا فرزند پیدا ہوا۔

عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں نجات دیگا

محمد بن احمد سے روایت ہے کہ میں نے اپنے ہمسایہ کی شکایت تحریر کی۔ اس سے مجھے تکلیف پہنچی تھی اور مجھے اس کے شر کا خوف تھا۔ حضرتؑ کی طرف سے فرمان موصول ہوا جس میں تحریر تھا۔ اللہ تعالیٰ قریب میں تمہیں نجات دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے احسان کیا اور دوسرے روز وہ مر گیا۔

تیسری بات کا جواب بھی آگیا

ابو محمد شمالی سے روایت ہے کہ میں نے حضرتؑ کی خدمت میں دو باتیں تحریر کیں۔ میں نے تیسری بات کے تحریر کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن میرے دل میں یہ خیال آیا کہ شاید امام علیہ السلام اس بات کو ناگوار فرمائیں گے۔ دو باتوں کے متعلق بھی فرمان موصول ہوا۔ اور تیسری بات کے متعلق بھی جس کو میں نے تحریر نہیں کیا تھا۔ پوشیدہ رکھا تھا۔

۲۔ سنہ ۲۸۰ھ میں کفن کی ضرورت ہوگی

روایت ہے کہ علی بن محمد صمیری نے خط تحریر کیا جس میں حضرتؑ سے کفن کا سوال کیا۔ صاحب الزمان علیہ السلام نے جواب میں تحریر فرمایا۔ تمہیں کفن کی سنہ ۲۸۰ھ میں ضرورت ہوگی۔ سنہ ۲۸۰ھ میں حضرتؑ نے آپ کے پاس دو کپڑے روانہ کیے۔ علی بن محمد رحمۃ اللہ سنہ ۲۸۰ھ میں انتقال فرما گئے۔

شرابی کو ہٹا دو

حسن بن حنیف اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں مستورات کو مدینہ سے

عراق لا رہا تھا۔ ان کے ساتھ دو نوکر بھی تھے۔ جب ہم کوفہ میں وارد ہوئے تو ایک نوکر نے پوشیدگی میں شراب پی لی۔ ہمیں اس کا پتہ نہ چلا۔ صاحب الزمان علیہ السلام کا فرمان موصول ہوا کہ نوکر کو ہٹا دو جس نے شراب پی ہے۔ ہم نے کوفہ سے اسے ہٹا دیا اور کوئی خدمت نہ لی۔

مرتد ہو گیا ہے

حسنی سے روایت ہے کہ احمد بن عبد العزیز کے متعلق فرمان موصول ہوا کہ وہ مرتد ہو گیا ہے۔ فرمان کے گیارہ روز کے بعد اس کا مرتد ہونا ظاہر ہوا۔

سنہ ۱۳۹۹ھ، ۱۹۷۹ء

کنوز المعجزات

ترجمہ

الخرائج والجرائح

مؤلفہ

علامہ قطب الدّین ابوالحسن سعید بن ھبتہ اللہ راوندیؒ

ترجمہ وحواشی

ملک العلماء مولانا محمد شریف

ناشر

عباس بک ایجنسی

رستم نگر درگاہ حضرت عباسؑ لکھنؤ

Rs. 80/-